سیر الصحابیاتؓ

معہ

اسوۂ صحابیاتؓ

جناب مولانا سعید انصاری سابق رفیق دار المصنفین

بمعہ رسالہ

مسلمان عورتوں کی بہادری

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

www.KitaboSunnat.com

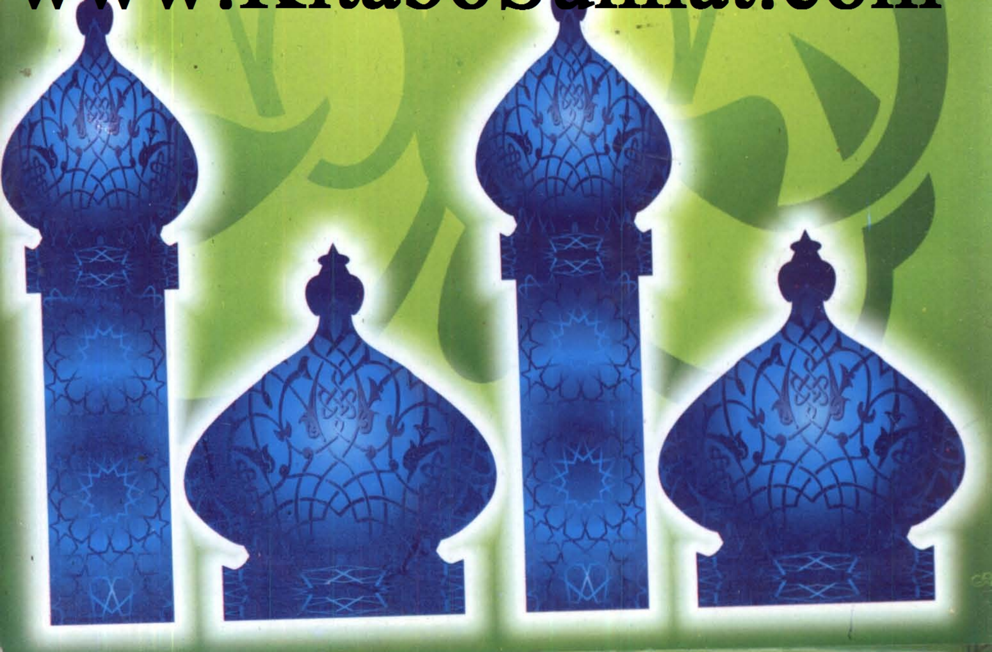

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ
بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ

بسلسلہ... سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم

سیر الصّحابیّات

یعنی

مستند حوالوں سے ازواج مطہراتؓ، بناتِ طاہراتؓ اور اکابر صحابیاتؓ کے سوانح زندگی اور ان کے علمی، مذہبی، اخلاقی کارناموں کی تفصیل!

از

جناب مولانا سعید انصاری سابق رفیق دار المصنفین

بمعہ رسالہ

مسلمان عورتوں کی بہادری

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق کتابت بحق ناشر محفوظ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب ——— سیر صحابیات معہ اسوۂ صحابیاتؓ

مصنف ——— مولانا سعید انصاری

اہتمام ——— مشتاق احمد

طبع اول ———

پرنٹرز ——— تعریف پرنٹرز لاہور

ناشر ——— مشتاق بک کارنر

کمپوزنگ ——— نشر السنۃ (گلی سیکرٹری حسن، محلہ جنڈی حویلی لکھا)

قیمت ———

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

سیر الصحابیات

عنوان	صفحہ
دیباچہ طبع اول	9
مذہبی کارنامے	11
سیاسی کارنامے	13
علمی کارنامے	14
عملی کارنامے	15
انتخاب و ترتیب	16
دیباچہ طبع ثانی	20
ازواج مطہراتؓ	
(1) حضرت خدیجہؓ	22
(2) حضرت سودہؓ	31
(3) حضرت عائشہؓ	36
(4) حضرت حفصہؓ	47
(5) حضرت زینب ام المساکینؓ	52
(6) حضرت ام سلمہؓ	53
(7) حضرت زینبؓ بنت جحش	66
(8) حضرت جویریہؓ	72
(9) حضرت ام حبیبہؓ	76
(10) حضرت میمونہؓ	80
(11) حضرت صفیہؓ	83
بنات طاہراتؓ	
(12) حضرت زینبؓ	87
(13) حضرت رقیہؓ	90
(14) حضرت ام کلثومؓ	92
(15) حضرت فاطمہؓ	93
عام صحابیاتؓ	
(16) حضرت امامہؓ	102
(17) حضرت صفیہؓ	104
(18) حضرت ام ایمنؓ	107
(19) حضرت فاطمہؓ بنت اسد	109
(20) حضرت ام الفضلؓ	111
(21) حضرت ام رومانؓ	113

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عنوان	صفحہ
(22) حضرت سمیہؓ	115
(23) حضرت ام سلیمؓ	117
(24) حضرت ام عمارہؓ	122
(25) حضرت ام عطیہؓ	124
(26) حضرت ربیعؓ بنت معوذ بن عفراء	126
(27) حضرت ام ہانیؓ	128
(28) حضرت فاطمہ بنت خطابؓ	130
(29) حضرت اسماءؓ بنت عمیس	132
(30) حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ	136
(31) حضرت فاطمہؓ بنت قیس	142
(32) حضرت شفاءؓ بنت عبداللہ	145
(33) حضرت زینب بنت ابی معاویہؓ	147
(34) حضرت اسماءؓ بنت یزید	149
(35) حضرت ام الدرداءؓ	152
(36) حضرت ام حکیمؓ	153
(37) حضرت خنساءؓ	155
(38) حضرت ام حرامؓ	158
(39) حضرت ام ورقہؓ بنت عبداللہ	160
(40) حضرت ہندؓ	161
(41) حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ	165
(42) حضرت زینبؓ بنت ابی سلمہ	167
(43) حضرت ام ابی ہریرہؓ	169
(44) حضرت خولہؓ بنت حکیم	170
(45) حضرت حمنہؓ بنت جحش	171

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

اسوۂ صحابیات

عنوان	صفحہ
قبول اسلام	**176**
اعلان اسلام	177
تحمل شدائد	177
قطع علائق	178
عقائد	**179**
توحید	179
شرک سے علیحدگی	179
رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان	180
عبادات	**181**
ابواب الصلوٰۃ	**181**
پابندی جماعت	181
نماز جمعہ	181
نماز اشراق	181
تہجد و نماز شبانہ	182
ابواب الزکوٰۃ والصدقات	**182**
اعزہ واقارب پر صدقہ کرنا	183
محتاج کی حسب حاجت امداد	183
ابواب الصوم	**184**
صائم الدہر رہنا	184
نفل کے روزے	184
مردوں کی جانب سے روزہ رکھنا	184
اعتکاف	184
ابواب الحج	**185**
حج	185
ماں باپ کی طرف سے حج ادا کرنا	185
عمرہ ادا کرنا	186
ابواب الجہاد	**186**
شوق شہادت	186

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عنوان	صفحہ
عمل بالقرآن_188	
منہیات شرعیہ سے اجتناب_190	
مزامیر سے اجتناب	190
مشتبہات سے اجتناب	190
مذہبی زندگی کے مظاہر مختلفہ_192	
تسبیح و تہلیل	192
مقامات مقدسہ کی زیارت	192
فرائض مذہبی ادا کرنے میں جسمانی تکلیفیں اٹھانا	192
پابندی قسم	193
تبجیل الرسولؐ_194	
برکت اندوزی	194
محافظت یادگار رسولؐ	194
ادب رسولؐ	195
حمایت رسولؐ	195
خدمت رسولؐ	196
ہیبت رسولؐ	196
نعت رسولؐ	196
پابندی احکام رسولؐ	197
رضامندی رسولؐ	198
تفویض الی الرسولؐ	198
ضیافت رسولؐ	199
محبت رسولؐ	199
شوق صحبت رسولؐ	200
فضائل اخلاق_201	
استعفاف	201
ایثار	201
فیاضی	201
مخالف سے انتقام نہ لینا	202
مہمان نوازی	203
عزت نفس	203
صبر و ثبات	204
شجاعت	204
زہد و تقشف	205
زندہ دلی	205
رازداری	205
عفت و عصمت	206
حسن معاشرت_207	
مصالحت و صفائی	207
صلہ رحمی	207
ہدیہ دینا	208
خادموں کے ساتھ سلوک	208
باہمی اعانت	208
عیادت	209
تیمارداری	209
عزاداری	210
محبت اولاد	210
بھائی بہن سے محبت	210

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عنوان	صفحہ
حمایت والدین	211
پرورش یتامی	211
یتیموں کے مال کی نگہداشت	212
بچوں کی پرورش	212
شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت	213
شوہر کی رضاجوئی	214
شوہر کی محبت	214
شوہر کی خدمت	215

طرز معاشرت_217

عنوان	صفحہ
غربت و افلاس	217
لباس	217
مکان	217
اثاث البیت	218
زیورات	218
سامان آرائش	218
اپنا کام خود کرنا	218
پردہ	219

معاملات_221

عنوان	صفحہ
ادائے قرض کا خیال	221
قرض کا ایک حصہ معاف کر دینا	221
تقسیم وراثت میں دیانت	221

خدمات_222

مذہبی خدمات_222

عنوان	صفحہ
اشاعت اسلام	222
نومسلموں کا تکفل	223
خدمت مجاہدین	223
خدمت مساجد	224
بدعات کا استیصال	225
احتساب	225

اخلاقی خدمات_226

عنوان	صفحہ
نردبازی کی روک ٹوک	226
شراب خواری کی روک ٹوک	227
مصنوعی بال لگانے کی ممانعت	227

علمی خدمات_227

عنوان	صفحہ
علم تفسیر	227
علم اسرار الدین	233
علم حدیث	240
فن درایت	241
علم فقہ	243

مناقب صحابیات_245

مسلمان عورتوں کی بہادری_251

عنوان	صفحہ
خاتمہ بالخیر	281

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ (سورہ جمعہ)

اسلام کا مقصد واحد تمام دنیا کو ایک سطح پر لانا تھا۔ اس کی شہنشاہی میں پست و بلند' شاہ و گدا' امیر و غریب' وضیع و شریف' عالم و جاہل' عورت و مرد سب میانہ حیثیت رکھتے تھے۔ اس لیے اس نے اپنی تعلیمات' احکام اور قوانین کے ذریعہ سے تمام دنیا کو مساوات کا پیغام سنایا۔ جس سے مذہب اخلاق' تمدن اور سیاست کا قالب بدل گیا اور اس میں وہ نئی روح حرکت کرنے لگی جس کے پیدا کرنے کو اہل اسلام اپنا فرض اولین خیال کرتے ہیں۔

اسلام سے پہلے دنیا نے جس قدر ترقی کی تھی' صرف ایک صنف (مرد) کی اخلاقی اور دماغی قوتوں کا کرشمہ تھی۔ مصر' بابل' ایران' یونان اور ہندوستان مختلف عظیم الشان تمدن کے چمن آراء تھے لیکن ان میں صنف نازک (عورت) کی آبیاری کا کچھ دخل نہ تھا۔ اسلام آیا تو اس نے دو صنفوں (مرد و عورت) کی جدوجہد کو وسائل ترقی میں شامل کر لیا۔ اس لیے جب اس کے باغ تمدن میں بہار آئی تو ایک نیا رنگ و بو پیدا ہو گیا۔

عورت کو دنیا نے جس نگاہ سے دیکھا وہ مختلف ممالک میں مختلف رہی ہے۔ مشرق میں عورت مرد کے دامن تقدس کا داغ ہے' روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے' یونان اس کو شیطان کہتا ہے' تورات اس کو لعنت ابدی کا مستحق قرار دیتی ہے' کلیسا اس کو باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا ہے' یورپ اس کو معبود یا اس کے برابر جانتا ہے لیکن اسلام کا نقطہ نظر ان سب سے جداگانہ ہے۔ وہاں عورت نسیم اخلاق کی نکہت اور چہرہ انسانیت کا غازہ سمجھی جاتی ہے۔

امام بخاری نے صحیح میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے' مدینہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی۔ لیکن جب اسلام آیا اور اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے ان کے متعلق آیتیں نازل کیں تو ہم کو ان کی قدرومنزلت معلوم ہوئی۔ عرب جاہلیت کے رسم دختر کشی پر نظرڈال کر رسول اللہ ﷺ کے اس قول "یا انجشۃ رویدک بالقواریر" (صحیح بخاری جلد۱، ص۹۱۴) (اے انجشہ دیکھنا یہ آبگینے ہیں) پر غور کرو تو تم کو حضرت عمرؓ کے قول کی صحیح تشریح معلوم ہو گی۔

اسلام نے صرف یہی نہیں کیا کہ عورتوں کے چند حقوق متعین کر دیئے بلکہ ان کو مردوں کے مساوی درجہ دے کر مکمل انسانیت قرار دیا۔ صحیح بخاری (جلد۲، ص۷۸۳) میں وارد ہوا ہے:

الرجل راع علی اھلہ وھو مسؤل والمراۃ راعیۃ بیت زوجھا وھی مسؤلۃ۔	مرد اپنے اہل کا راعی بنایا گیا ہے اور اس سے ان کے متعلق جواب طلب ہو گا اور عورت شوہر کے گھر کی راعیہ ہے اور اس سے اس کے متعلق بازپرس ہو گی۔

سنن ابن ماجہ میں اس کی مزید تشریح ہے:

لیس تملکون منھن شیئا غیر ذلک الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ۔	تم کو عورتوں پر بجز مخصوص حقوق کے کوئی دسترس حاصل نہیں ہے لیکن ہاں جب کوئی گناہ کریں۔

اس بناء پر اسلام میں عورت کی جو منزلت قائم ہوئی وہ بلحاظ نتائج دیگر اقوام و مذاہب سے بالکل مختلف تھی۔ تمام دنیا اپنی قومی تاریخ پر ناز کرتی ہے اور بجاطور پر کرتی ہے لیکن اگر اس سے یہ سوال کیا جائے کہ اس افسانہائے پارینہ میں صنف نازک کی سعی و کوشش کا کس قدر حصہ تھا؟ تو دفعتاً ہر طرف خاموشی چھا جائے گی اور فخرو غرور کا سارا ہنگامہ سرد ہو کر رہ جائے گا۔ یونان بیشک "ربات النوع" کو پیش کر سکتا ہے، ہندوستان متعدد عصمت و عفاف کی دیویوں کے نام لے سکتا ہے۔ یورپ کا "گولڈن ڈیڈس" چند جنگ آزما عورتوں کو منظر عام پر لا سکتا ہے لیکن کیا ان کی وجہ سے دنیا نے کچھ بھی ترقی کی ہے؟ اور تمدن کا قدم ایک انچ بھی آگے بڑھ سکا ہے؟ تاریخ ان سوالات کا جواب نفی میں دیتی ہے۔

قومی تاریخ کو چھوڑ کر اگر دنیا کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کریں تو صاف نظر آئے گا کہ اس کے اوراق بھی صنف نازک کے عظیم الشان کارناموں سے خالی ہیں۔ مصر اس سلسلہ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

آسیہ بنت مزاحم کو پیش کرے گا' تورات مریم اخت ہارون علیہ السلام کو آگے بڑھائے گی' ناصرہ مریم عذرا علیہا السلام کو سامنے لائے گا- ان خاتونوں کی مذہبی بزرگی اور عظمت مسلم ہے لیکن کیا ان مقدس اور پاک خاتونوں کا کوئی مذہبی یا اصلاحی کارنامہ تاریخ نے بھی یاد رکھا ہے؟

بخلاف اس کے اسلام نے جن پردہ نشینوں کو اپنے کنارہ عاطفت میں جگہ دی' انہوں نے دنیا میں بڑے بڑے عظیم الشان کام انجام دیئے ہیں جو تاریخ کے صفحات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں لیکن چونکہ یہ کتاب خاص صحابیات کے حالات میں ہے' اس لیے ہم صرف ان ہی کارناموں کو پیش کریں گے جو صحابیات سے متعلق ہیں- کیونکہ یہ صنف نازک کا پہلا قدم تھا جو ترقی کی راہ میں اٹھایا گیا-

صحابیات کے کارنامے تمدن کے تمام عنوانات پر منقسم ہیں اور ہم ان کو اجمالاً اس مقام پر لکھنا چاہتے ہیں-

مذہبی کارنامے: مذہبی خدمات کے سلسلہ میں سب سے اہم خدمت جہاد ہے اور صحابیات نے جس جوش' جس خلوص' جس عزم اور جس استقلال سے اس خدمت کو ادا کیا ہے' اس کی نظیر مشکل سے مل سکے گی- غزوہ احد میں جبکہ کافروں نے عام حملہ کر دیا تھا اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف چند جانثار رہ گئے تھے- حضرت ام عمار رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں- کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں- ابن قمیہ جب دوڑتا ہوا آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر روکا- چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا- انہوں نے تلوار ماری لیکن وہ دہری زرہ پہنے ہوئے تھا' اس لیے کارگر نہ ہوئی- (ابن ہشام ص-۸۴) جنگ مسیلمہ میں انہوں نے اس پامردی سے مقابلہ کیا کہ بارہ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا- (ابن سعد جلد-۸' ص-۳۰۴)

غزوہ خندق میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جس بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا اور یہودیوں کے حملہ کو روکنے کی جو تدبیر اختیار کی وہ بجائے خود نہایت حیرت انگیز ہے- (زرقانی جلد-۲' ص-۱۲۹) غزوہ حنین میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا خنجر لے کر نکلنا ایک مشہور بات ہے- (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۱۰۳)

جنگ یرموک میں جو خلافت فاروقی میں ہوئی تھی' حضرت اسماء بنت ابوبکر' حضرت ام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابان، ام حکیم، خولہ، ہند اور ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہن نے بڑی دلیری سے جنگ کی تھی اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے جو انصار کے قبیلہ سے تھیں، خیمہ کی چوب سے ۹ رومیوں کو قتل کیا تھا۔ (اصابہ جلد-۸، ص-۱۳) نہ صرف بری بلکہ بحری لڑائیوں میں بھی صحابیات شرکت کرتی تھیں۔ سنہ-۲۸ھ میں جزیرہ قبرص پر حملہ ہوا تو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اس میں شامل ہوئیں۔ (صحیح بخاری جلد-۲، ص-۹۲۹)

میدان جنگ میں اس کے علاوہ صحابیات اور خدمات بھی انجام دیتی تھی۔ مثلاً (۱) پانی پلانا (۲) زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا (۳) مقتولوں اور زخمیوں کو اٹھا کر میدان جنگ سے لے جانا (۴) چرخہ کاتنا (۵) تیر اٹھا کر دینا (۶) خوردونوش کا انتظام کرنا (۷) قبر کھودنا (۸) فوج کو ہمت دلانا۔ چنانچہ حضرت عائشہ، ام سلیم اور ام سلیط رضی اللہ عنہن نے غزوہ احد میں مشک بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلایا تھا۔ (صحیح بخاری) ام سلیم رضی اللہ عنہا اور انصار کی چند عورتیں زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور اس مقصد کے لیے وہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ (ابوداؤد ص-۲۵۲) ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا وغیرہ نے شہداء و مجروحین کو قتل گاہ سے اٹھا کر مدینہ پہنچایا تھا۔

(بخاری ھل ید اوی الرجل المرۃ)

ام زیاد الشجعیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری پانچ عورتوں نے غزوہ خیبر میں چرخہ کات کر مسلمانوں کو مدد دی تھی۔ وہ تیر اٹھا کر لاتی اور ستو پلاتی تھیں۔ (ابوداؤد جلد-۱، ص-۲۷۰) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے سات غزوات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے کھانا پکایا تھا۔ (صحیح مسلم جلد-۲، ص-۱۰۵) اغوات اور امارث وغیرہ کی جنگوں میں جو خلافت فاروقی میں ہوئیں، عورتوں اور بچوں نے گورکنی کی خدمت انجام دی تھی۔ (طبری جلد-۲، ص-۲۳۱۷) اور جنگ یرموک میں جب مسلمانوں کا میمنہ ہٹتے ہٹتے حرم کے خیمہ گاہ تک آگیا تو ہند اور خولہ رضی اللہ عنہما وغیرہ نے پرجوش اشعار پڑھ کر لوگوں کو غیرت دلائی تھی۔ (اسد الغابہ جلد-۵، ص-۵۴۳)

اشاعت اسلام بھی مذہب کی ایک بڑی خدمت ہے اور صحابیات نے اس سلسلے میں خاص کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کی دعوت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ (اسد الغابہ جلد-۵، ص-۵۱۹) ام سلیم رضی اللہ عنہا کی ترغیب سے ابوطلحہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

رضی اللہ عنہ نے آستانہ اسلام پر سر جھکایا تھا۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۱۰۶) عکرمہ رضی اللہ عنہا اپنی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے تھے۔ (مسند' موطا مالک کتاب النکاح) اور ام شریک دوسیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا تھا جو نہایت مخفی طور پر اس خدمت کو انجام دیتی تھیں۔ (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۵۹۴)

اسلام کی حفاظت بھی ایک اہم کام ہے اور متعدد صحابیات میں سب سے زیادہ اس خدمت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ادا کیا ہے۔ سنہ-۳۵ھ میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور نظام مذہب درہم برہم ہو گیا تو انہوں نے اصلاح کی آواز بلند کی جس پر مکہ اور بصرہ کے لوگوں نے لبیک کہا۔

نماز کی امامت بھی ایک اہم کام ہے اور متعدد صحابیات نے اس کو کبھی کبھی عورتوں کے مجمع میں انجام دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ' حضرت ام سلمہ' ام ورقہ بنت عبداللہ اور سعدہ بنت قمامہ رضی اللہ عنہن عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں۔ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ انہوں نے اپنے مکان کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا' جہاں وہ ہمیشہ امامت کرتی اور اذان دیتی تھیں۔ (کتاب الامامۃ شافعی جلد-۱' ص-۱۴۵' واسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۷۴' ۴۸۹)

(عورت کی اقتدا عورت کے پیچھے درست ہے مگر حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے)

سیاسی کارنامے: صحابیات نے متعدد سیاسی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ چنانچہ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا اس درجہ صائب الرائے تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی تحسین کرتے اور ان سے مشورہ کرتے تھے۔ (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۸۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسا اوقات بازار کا انتظام بھی ان کے سپرد کیا ہے۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۳۲)

ہجرت سے قبل جب قریش نے کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنا چاہا تو رقیقہ بنت صیفی رضی اللہ عنہا نے جو عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں' سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ارادہ کی اطلاع دی تھی۔ (طبقات ابن سعد جلد-۸' ص-۳۵) چنانچہ آپ خواب گاہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (ابوداؤد جلد-۱' ص-۲۷۴)

عورت کے سیاسی اختیارات اس قدر وسیع ہیں کہ وہ دشمنوں کو پناہ دے سکتی ہے اور امام اس کے امان کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ سنن ابی داؤد میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے زمانہ میں ام ہانی رضی اللہ عنہا نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں' ایک مشرک کو پناہ دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: قد اجرنا من اجرت وامنا من امنت۔ یعنی "تم نے جس کو پناہ یا امان دی' ہم نے بھی دی۔" (فتح الباری جلد ۹' ص ۔۷۴۷)

علمی کارنامے : اسلامی علوم یعنی قرات' تفسیر' حدیث' فقہ' فرائض میں متعدد صحابیات کمال رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہ' حفصہ' ام سلمہ اور ام ورقہ رضی اللہ عنہن نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ (اسدالغابہ جلد۔۵' ص۔۵۸۶) ہند بنت اسید' ام ہشام بنت حارثہ' رانطہ بنت حیان اور ام سعد بنت سعد ابن ربیع رضی اللہ عنہن بعض حصوں کی حافظ تھیں۔ ام سعد رضی اللہ عنہا قرآن مجید کا درس بھی دیتی تھیں۔ (ایضاً)

تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خاص کمال تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا معتدبہ حصہ منقول ہے۔

حدیث میں ازواج مطہرات عموماً اور حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز تھیں۔ (اسدالغابہ جلد۔۵' ص۔۵۸۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات ۲۲۱۰ ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۳۷۸ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ ام عطیہ اور اسماء بنت ابوبکر' ام ہانی اور فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہن بھی کثیر الروایہ گزری ہیں۔

فقہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ اس قدر ہیں کہ متعدد ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ (ابن سعد جلد۔۲' ق۔۲' ص۔۱۲۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ سے ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ حضرت صفیہ' حفصہ' ام حبیبہ' جویریہ' میمونہ' فاطمۃ الزہرا' ام شریک' ام عطیہ' اسماء بنت ابی بکر' لیلیٰ بنت قائف' خولا بنت تویت' ام الدرداء' عاتکہ بنت زید' سہلہ بنت سہیل' فاطمہ بنت قیس' زینب بنت ام سلمہ' ام ایمن' ام یوسف' ام سلمہ رضی اللہ عنہن کے فتوے ایک مختصر رسالہ میں جمع کئے جا سکتے ہیں۔

فرائض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مہارت تھی اور بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے فرائض کے متعلق مسائل دریافت کرتے تھے۔ (اعلام الموقعین ابن قیم جلد ۱' ص۔۱۳)

اسلامی علوم کے علاوہ اور علوم میں بھی صحابیات دستگاہ رکھتی تھیں۔ مثلاً علم اسرار میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پوری واقفیت تھی۔ (ابن سعد جلد۔۲' ق۔۲' ص۔۱۲۶) خطابت میں اسماء بنت سکن رضی اللہ عنہا کا خاص شہرہ تھا۔ (مسند احمد) تعبیر میں اسماء بنت عمیس مشہور تھیں۔ (اصابہ جلد۔۸' ص۔۹' ۱۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

طب اور جراحی میں رفیدہ اسلمیہ' ام مطاع' ام کبشہ' حمنہ بنت جحش' معاذہ' لیلیٰ' امیمہ' ام زیادہ' ربیع بنت معوذ' ام سلیم رضی اللہ عنہن کو زیادہ مہارت تھی۔ رفیدہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ جس میں جراح خانہ بھی تھا' مسجد نبوی کے پاس تھا۔ (ابن سعد جلد-۸' ص-۲۱۳)

شاعری میں خنساء' سعدیٰ' صفیہ' عاتکہ' امامہ' مریدیہ' ہند بنت حارث' زینب بنت عوام اروی' عاتکہ بنت زید' ہند بنت اثاثہ' ام ایمن' قتیلہ عبدریہ' کبشہ بنت رافع' میمونہ بلویہ' نعم اور رقیہ رضی اللہ عنہن زیادہ نامور ہیں۔ خنساء رضی اللہ عنہا کا جواب آج تک عورتوں میں پیدا نہیں ہوا' ان کا دیوان چھپ چکا ہے۔

عملی کارنامے: اس سے مراد صنعت و حرفت ہے جس میں حیاکت' فلاحت' کتابت تجارت اور خیاطت وغیرہ داخل ہیں۔ اسدالغابہ اور مسند احمد بن حنبل کی متعدد روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابیات عموماً کپڑا بنا کرتی تھیں' جو ان کو اور ان کی اولاد کو کافی ہوتا تھا۔
(اسدالغابہ جلد-۵' ص-۹۸)

کاشتکاری تمام صحابیات نہیں کرتی تھیں بلکہ وہ مدینہ یا دیگر سرسبز مقامات کے باشندوں کے ساتھ مخصوص تھی۔ مدینہ میں عموماً انصار کی عورتیں کاشتکاری کرتی تھیں۔ مہاجر عورتوں میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مشغلہ تھا۔ (مسند جلد-۵' ص-۳۲۶)

بہت سی صحابیات لکھنا جانتی تھیں۔ چنانچہ شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کو اس میں خاص طور پر شہرت حاصل ہے۔ جنہوں نے ایام جاہلیت ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ شفاء رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت حفصہ' ام کلثوم بنت عقبہ اور کریمہ بنت المقداد رضی اللہ عنہن بھی لکھنا جانتی تھیں۔ حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو اگرچہ پڑھنا آتا تھا لیکن لکھنا نہیں آتا تھا۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۷۸۶)

صحابیات میں بعض عورتیں تجارت بھی کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت نہایت وسیع پیمانہ پر شام سے تھی۔ (فتوح البلدان بلاذری ص-۴۷۷' ۴۷۸) خولاء' ملیکہ' ثقفیہ اور بنت مخرمہ رضی اللہ عنہن عطر کی تجارت کیا کرتی تھیں۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۱۱) سینا عام تھا۔ چنانچہ فاطمہ بنت شبیہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے حالات سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات میں انصار کی لڑکیاں گیت گا لیتی تھیں بلکہ کبھی کبھی شادی بیاہ اور خوشی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اشعار گائے جاتے تھے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فریعہ بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے جو حدیث روایت کی ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی اجازت دی تھی۔ مدینہ میں ایک عورت تھیں جن کا نام ارنب رضی اللہ عنہا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو انصار کی بعض شادیوں میں گیت گانے کو بھیجا تھا۔ ارنب رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اصابہ میں آیا ہے۔ (اسد الغابہ جلد۔۸' ص۔۴)

ازواج مطہرات میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا لحن کے ساتھ قرآن پڑھتی تھیں اور خاص آنحضرت ﷺ کے طرز پر پڑھ سکتی تھیں۔ (مسند جلد۔۶' ص۔۳۰۰' ۳۰۴)

ان صنعتوں کے علاوہ بعض صحابیات اور کام بھی جانتی تھیں۔ مثلاً حضرت سودہ رضی اللہ عنہا طائف کی کھالیں درست کرتی اور ان کو دباغت دیتی تھیں۔ (اسد الغابہ جلد۔۵' ص۔۴۴۰)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی دستکار تھیں۔ (ایضاً ص۔۴۶۵)

اس تمام تفصیل کے بعد اب ہم کو اس کتاب کے متعلق عرض کرنا ہے۔

انتخاب و ترتیب: یہ کتاب صحابیات کے حالات میں ہے اور سیر الصحابہ کی آخری جلد ہے۔ صحابیات کے حالات میں اگرچہ بعض مخصوص کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً ابن اثیر المتوفی صفر سنہ۔۶۳۰ھ نے تاریخ النساء کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ناپید ہے۔ (اسد الغابہ جلد۔۵' ص۔۴۷۲) اس کے علاوہ اسماء الرجال کی تمام کتابوں میں ان کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا۔ چنانچہ ابن مندہ (المتوفی سنہ۔۳۹۵ھ) ابو نعیم (المتوفی سنہ۔۴۰۳ھ) قاضی ابن عبدالبر (المتوفی سنہ۔۴۶۳ھ) اور ابوموسیٰ اصفہانی (المتوفی سنہ۔۵۸۱) نے اپنی کتابوں میں ان کے حالات لکھے ہیں۔

قاضی ابن عبدالبر کی کتاب کا نام استیعاب ہے۔ اس میں ۳۹۸ صحابیات کے حالات ہیں' جن میں مکررات ہیں۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ استیعاب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قاضی صاحب نے اپنے خیال میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا استقصاء کر لیا تھا۔ حالانکہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر صرف صحابیات کو لیا جائے تب بھی یہ خیال غلط ٹھہرتا ہے۔ طبقات الصحابہ میں جو محمد بن سعد زہری کاتب واقدی کی تصنیف ہے اور تیسری صدی کے اوائل میں لکھی گئی ہے' ۶۲۷ عورتوں کے حالات ہیں۔ جن میں ۹۳ غیر صحابیات ہیں۔ ابن سعد نے اپنی کتاب کی آٹھویں جلد مستقل عورتوں کے حالات میں لکھی ہے۔

قاضی صاحب کے بعد علامہ اثیر جزری المتوفی سنہ۔۶۳۰ھ نے اسد الغابہ کے نام سے ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ضخیم کتاب لکھی جس میں عورتوں کے حالات کا ایک حصہ مخصوص کیا۔ اس میں ۱۴۲۲ صحابیات کے نام ہیں۔ جن میں مکررات کے علاوہ ۷۶ مجہول عورتیں بھی ہیں۔

نویں صدی میں حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھ نے اسماء الرجال پر دو نہایت ضخیم کتابیں لکھیں۔ تہذیب التہذیب اور اصابہ فی تمیز الصحابہ تہذیب کے بارہویں جلد کا ایک حصہ عورت کے حالات میں ہے۔ جس میں ۳۲۲ عورتوں کے تذکرے ہیں۔ ان میں مکرر نام بھی آگئے ہیں اور تابعیات کے حالات بھی۔ البتہ اصابہ کی آٹھویں جلد خاص صحابیات کے حالات میں ہے۔ جس میں ۱۵۴۵ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں مکررات بھی ہیں اور کنیتیں بھی۔ اصابہ میں صحابیات کی سب سے بڑی تعداد مذکور ہے۔ (یہ تعداد تخمینی ہے)

تاہم ان تمام کتابوں میں چند خصائص مشترک ہیں۔ (۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسماء الرجال کے مصنفین کا مقصد محض ناموں کا استقصاء ہوتا ہے۔ ان کو اپنے مقصد کے لحاظ سے اس سے بحث نہیں ہوتی کہ جو واقعات ہاتھ آئے' ان سے کوئی مفید تاریخی نتیجہ نکل سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ بحث ان کے فن سے خارج ہے۔ (۲) کثرت سے ان کو ایسے نام لکھنے پڑتے ہیں جن کے حالات دوسرے طریقوں سے بالکل معلوم نہیں ہوتے۔ یہ وہ نام ہیں جو برسبیل تذکرہ کسی حدیث میں آگئے ہیں۔ (۳) بعض جگہ صرف کنیت یا لقب لکھ دیتے ہیں کہ اس سے زیادہ ان کا کوئی حال ان کو معلوم نہ ہو سکا۔ (۴) کہیں بالکل مبہم تذکرہ کرتے ہیں۔ مثلاً امراۃ (ایک عورت) اور اس کے بعد کوئی واقعہ لکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ کا علم ہی نہیں ہوتا۔ (۵) عموماً جن عورتوں کے حالات پہلے لکھے جاتے ہیں' کنیتوں اور القاب میں دوبارہ ان کا تذکرہ کرتے ہیں' جس سے تکرار پیدا ہوتا ہے۔

ان کے علاوہ ایک اور مشکل یہ ہے کہ ان تمام کتابوں میں کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہیں ہے۔ تہذیب میں تو تابعیات تک کے حالات ہیں۔ البتہ طبقات ابن سعد اس نکتہ چینی میں شامل نہیں ہے۔ وہ ترتیب کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ پہلے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں' پھوپھیوں' ان کی لڑکیوں اور ازواج مطہرات کے تراجم ہیں پھر قریش اور عام مہاجرات کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد انصاریات کے حالات ہیں' جن میں ہر خاندان کا ذکر جدا جدا ہے۔ آخر میں ان عورتوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے بجائے ازواج مطہرات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ سے روایت کی ہے اور یہ حصہ صحابیات سے بالکل الگ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ صحابیات کے استقصاء اور ان کی سیرتوں کی ترتیب کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا لیکن موجودہ زمانہ میں فن سیرت نگاری نے جو ترقی کی ہے' اس کے لحاظ سے یہ تمام کتابیں ناکافی تھیں۔ نیز مسلمانوں کا موجودہ تنزل ان کی کتابوں کو نئے آب و رنگ سے پیش کرنے کا داعی تھا۔ اس بناء پر ہم نے کتب اسماء الرجال کے ساتھ صحاح ستہ اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ کا مطالعہ کر کے مفید معلومات کا اضافہ کیا اور بالکل جدید انداز سے صحابیات کی سیرتیں مرتب کیں۔

اسماء الرجال کی کتابوں میں مناقب پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ ہم نے ان کے بجائے مذہبی' سیاسی' علمی اور اخلاقی کارناموں پر زیادہ توجہ کی اور ان کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا۔ کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جو ایک مردہ قوم کے قالب میں جان ڈال سکتی ہیں۔ یہ وہ خیال تھا جس نے خود بخود صحابیات کی تعداد کو گھٹا دیا جس سے ہمارا دائرہ انتخاب بھی بہت کچھ محدود ہو گیا۔

اس کتاب میں ۴۵ صحابیات کی سوانح عمریاں ہیں جو شرائط مذکورہ کے ساتھ لکھی گئی ہیں اور اس بناء پر یہ کتاب فن اسماء الرجال میں داخل ہونے کی بجائے صحابیات کی تاریخ بن گئی ہے۔ جس میں ان کے محاسن کمال کا ایک ایک خط و خال نظر آتا ہے۔

واقعات کے انتخاب میں خاص احتیاط مدنظر رکھی گئی ہے اور ان کو روایت و درایت کی کسوٹی پر جانچ لیا گیا ہے۔ اسی بناء پر بہت سے واقعات جو عام کتابوں مین متداول ہیں' اس کتاب میں نہیں ملیں گے۔

اس میں ناظرین کو صحابیات کے حالات میں بعض ایسی روایتیں ملیں گی جو مسائل فقہیہ کے معارض ہیں۔ اس لیے یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ یہ کتاب تذکرہ و تراجم کی ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس پاکیزہ جماعت کی زندگی کا نقشہ ہمارے سامنے آجائے۔ مسائل فقہیہ کی تشریح اور روایات مختلفہ کی تطبیق و ترجیح اس کا موضوع نہیں ہے۔ اس لیے اختلافی مسائل فقہیہ میں اس کتاب کو اپنے عمل کے لیے سند بنانا صحیح نہ ہو گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناظرین کی سہولت کے لیے اس قسم کی مندرجہ روایات پر نوٹ دے دیئے گئے ہیں۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ممکن بلکہ غالب گمان ہے کہ مجھ سے تحریر میں کچھ فروگذاشتیں ہو گئی ہوں لیکن انسان اس سے زیادہ اور کیا کر سکتا ہے۔

وقد قال اللہ تعالیٰ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

سعید انصاری

دار المصنفین اعظم گڑھ

۵/ محرم و صفر سنہ ۱۳۴۱ھ

O—OOO—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

دارالمصنفین نے سیر الصحابہ کا جو سلسلہ لکھا اور شائع کیا تھا' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں میں اس کو مقبولیت بخشی اور بہت سے سعادت مندوں کو اس سے علمی و عملی فائدے پہنچائے۔ اس سے امید ہے کہ اس سلسلہ کے لکھنے والوں کو انشاء اللہ تعالیٰ اجر آخرت بھی ملے گا۔

اس سلسلہ کو دارالمصنفین کے حسب ذیل رفقاء نے لکھ کر پورا کیا ہے:

(۱) مولانا عبدالسلام صاحب ندوی۔

(۲) مولانا حاجی معین الدین صاحب ندوی مرحوم سابق صدر مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ۔

(۳) مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی۔

(۴) مولانا سعید انصاری صاحب۔

یہ سیر الصحابیات آخر الذکر رفیق کے قلم سے نکلی ہے اور پہلی دفعہ آج سے ۲۳ برس پہلے سنہ ۱۳۴۱ھ میں چھپی تھی اور اب وہ دوبارہ شائع کی جا رہی ہے۔ اس دوسرے ایڈیشن پر ہمارے ایک اور رفیق مولانا محمد اویس صاحب نگرامی ندوی نے نظر ثانی کی ہے۔ حوالوں کی تصحیح' بعض غلطیوں کی اصلاح اور بعض مطالب میں مناسب ترمیم بھی انہوں نے کی ہے' جس کے لیے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب اس کے بعد اپنی افادیت میں پہلے سے بہتر اور انشاء اللہ مؤلف اور مصحح دونوں کے لیے خیر جاری ثابت ہو گی۔

مسلمان عورتیں زمانہ کے نئے حالات سے بدل رہی ہیں۔ ان کے سامنے سعادت مند خواتین کا کوئی اسوہ موجود نہیں۔ اس لیے ان کا راہ سے ہٹنا دور از عقل نہیں۔ لیکن اگر ہماری بہنیں اور بیٹیاں اس کتاب کو اپنی زندگی کا نمونہ بنائیں تو انہیں معلوم ہو گا کہ دین داری'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

رحمدلی، رب ترسی، پاکیزگی، عفت اور اصلاح و تقویٰ کے ساتھ وہ دنیا کو کیونکر نباہ سکتی ہیں اور دنیا اور آخرت دونوں کی نیکیوں کو اپنے آنچل میں کیسے سمیٹ سکتی ہیں۔

والسلام

سید سلیمان ندوی

ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ

۱۴/ شعبان سنہ۔۱۳۴۳ھ

O—OOO—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: خدیجہ نام' ام ہند کنیت' طاہرہ لقب- سلسلہ نسب یہ ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی- قصی پر پہنچ کر ان کا خاندان رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے مل جاتا ہے- والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا اور لوی بن غالب کے دوسرے بیٹے عامر کی اولاد تھیں-

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد اپنے قبیلہ میں نہایت معزز شخص تھے' مکہ آکر اقامت کی- عبدالدار بن قصیٰ جو ان کے ابن عم تھے' حلیف بنے- اور یہیں فاطمہ بنت زائدہ سے شادی کی- جن کے بطن سے عام الفیل سے ۱۵ سال قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں- (طبقات ابن سعد جلد-۸' ص-۸' ۱۰) سن شعور کو پہنچیں تو اپنے پاکیزہ اخلاق کی بناء پر طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں- (اصابہ جلد-۸' ص-۶۰)

نکاح: باپ نے ان صفات کا لحاظ رکھ کر شادی کے لیے ورقہ بن نوفل کو منتخب کیا جو برادر زادہ اور تورات و انجیل کے بہت بڑے عالم تھے- لیکن پھر کسی وجہ سے یہ نسبت نہ ہو سکی اور ابو ہالہ بن بناش تمیمی سے نکاح ہو گیا- (استیعاب جلد-۲' ص-۷۸۳)

ابو ہالہ کے بعد عتیق بن عابد مخزومی کے عقد نکاح میں آئیں-

اسی زمانہ میں حرب الفجار چھڑی جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے باپ لڑائی کے لیے نکلے اور مارے گئے- (طبقات جلد-۸' ص-۹) یہ عام الفیل سے ۲۰ سال بعد کا واقعہ ہے- (ایضاً جلد-۱' ق-۱' ص-۸۱)

تجارت: باپ اور شوہر کے مرنے سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سخت دقت واقع ہوئی- ذریعہ معاش تجارت تھی' جس کا کوئی نگران نہ تھا- تاہم اپنے اعزہ کو معاوضہ دے کر مال تجارت بھیجتی تھیں- ایک مرتبہ مال کی روانگی کا وقت آیا تو ابوطالب نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ تم کو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جا کر ملنا چاہیے- ان کا مال شام جائے گا' بہتر ہوتا کہ تم بھی ساتھ جاتے- میرے پاس روپیہ نہیں ورنہ میں خود تمہارے لیے سرمایہ مہیا کر دیتا-

رسول اللہ ﷺ کی شہرت "امین" کے لقب سے تمام مکہ میں تھی اور آپ کے حسن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاملت، راست بازی، صدق و دیانت اور پاکیزہ اخلاق کا عام چرچا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس گفتگو کی خبر ملی تو فوراً پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں، آپ کو اس کا مضاعف (دوگنا) دوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا اور مال تجارت لے کر میسرہ (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام) کے ہمراہ بصرہ تشریف لے گئے۔ اس سال کا نفع سالہائے گذشتہ کے نفع سے مضاعف تھا۔ (طبقات جلد ۱، ق ۱ ص ۸۰)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آنا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دولت و ثروت اور شریفانہ اخلاق نے تمام قریش کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا اور ہر شخص ان سے نکاح کا خواہاں تھا۔ لیکن کارکنان قضا و قدر کی نگاہ انتخاب کسی اور پر پڑ چکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال تجارت لے کر شام سے واپس آئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کا پیغام بھیجا۔ نفیسہ بنت مینہ (یعلی بن امیہ کی ہمشیرہ) اس خدمت پر مقرر ہوئی۔ آپ نے منظور فرمایا اور شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ (طبقات جلد ۱، ق ۱، ص ۸۴) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد اگرچہ وفات پا چکے تھے، تاہم ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے۔ عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھیں۔ اسی بناء پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے چچا کے ہوتے خود براہ راست تمام مراتب طے کئے۔

تاریخ معین پر ابوطالب اور تمام رؤسائے خاندان، جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے خاندان کے چند بزرگوں کو جمع کیا تھا۔ ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ عمرو بن اسد کے مشورہ سے ۵۰۰ طلائی درہم مہر قرار پایا اور خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حرم نبوت ہو کر ام المومنین کے شرف سے ممتاز ہوئیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس کی تھی۔ یہ بعثت سے پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے۔

قبول اسلام: پندرہ برس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوئے اور فرائض نبوت کو ادا کرنا چاہا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ پیغام سنایا۔ وہ سننے سے پہلے مومن تھیں۔ کیونکہ ان سے زیادہ آپ کے صدق و دعویٰ کا کوئی شخص فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ صحیح بخاری باب بدء الوحی میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اور وہ یہ ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عن عائشة انها قالت اول مابدی به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رویا الاجاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی خدیجۃ فیتزود لمثلھا حتی جاء الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرء فقلت ما انا بقاری قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرا فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقراء فقلت ما انا بقاری قال فاخذنی فغطنی الثالثۃ ثم ارسلنی فقال اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرء وربک الاکرم فرجع بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرجف فؤادہ فدخل علی خدیجۃ بنت خویلد فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذھب عنہ الروع فقال لخدیجۃ واخبرھا الخبر لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجۃ کلا واللہ ما

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی۔ آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے' سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد آپ خلوت گزیں ہو گئے۔ چنانچہ کھانے پینے کا سامان لے کر غار حرا تشریف لے جاتے اور وہاں تحنث یعنی عبادت کرتے تھے۔ جب سامان ہو جاتا تو پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہوتے۔ یہاں تک کہ ایک دن فرشتہ غیب نظر آیا کہ آپ سے کہہ رہا ہے پڑھ۔ آپ نے فرمایا میں پڑھا لکھا نہیں۔ اس نے زور سے دبایا پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ تو میں نے پھر کہا کہ میں پڑھا لکھا نہیں پھر اس نے دوبارہ زور سے دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ پھر میں نے کہا میں پڑھا لکھا نہیں۔ اس طرح تیسری دفعہ دبا کر کہا پڑھ اس اللہ کے نام سے جس نے کائنات کو پیدا کیا' جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا' پڑھ۔ تیرا رب کریم ہے۔ آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے تو جلال الٰہی سے لبریز تھے۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھ کو کپڑا اوڑھاؤ۔ لوگوں نے کپڑا اوڑھایا تو ہیبت کم ہوئی پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا مجھ کو ڈر ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ متردد نہ ہوں اللہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا کیونکہ آپ صلہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق فانطلقت به خديجة حتى اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبدالعزى ابن عم خديجة وكان امرء تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العبراني فيكتب من الانجيل بالعبرانية ماشاء الله ان يكتب وكان شيخا كبيرا قد عمى فقالت له خديجة ياابن عم اسمع من ابن اخيك فقال له ورقة ياابن اخى ماذا ترى فاخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم خبر ما راى فقال له ورقة هذا الناموس الذى نزل الله على موسى ياليتنى فيها جذعا ياليتنى اكون حيا اذ يخرجك قومك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم او مخرجى هم قال نعم لم يات رجل قد بمثل ماجئت به الاعودى وان يدركنى يومك انصرك نصرا مؤزرا ثم لم ينشب ورقة ان توفى وفترا الوحى- (صحيح بخاری جلد۱، ص-۲، ۳)

رحمی کرتے ہیں، بے کسوں اور فقیروں کے معاون رہتے ہیں، مہمان نوازی اور مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں پھر وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو مذہبا نصرانی تھے، عبرانی زبان جانتے تھے اور عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے۔ اب وہ بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپنے بھتیجے (یعنی آنحضرت ﷺ) کی باتیں سنو۔ بولے ابن الاخ (بھائی کے بیٹے) تو نے کیا دیکھا؟ آنحضرت ﷺ نے واقعہ کی کیفیت بیان کی تو کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر اترا تھا۔ کاش مجھ میں اس وقت قوت ہوتی اور زندہ رہتا، جب آپ کی قوم آپ کو شہر بدر کرے گی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا ہاں جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے، جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اس کی ہو جاتی ہے اور اگر اس وقت تک میں زندہ رہا تو تمہاری وزنی مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہو گیا اور وحی کچھ دنوں کے لیے رک گئی۔

اس وقت تک نماز پنجگانہ فرض نہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نوافل پڑھا کرتے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ نوافل میں شرکت کرتی تھیں۔ ابن سعد کہتے ہیں:

مکث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخدیجۃ یصلیان سرا ماشاء اللہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک عرصہ تک خفیہ طور پر نماز پڑھتے رہے۔" (طبقات جلد۔۸، ص۔۱۰)

عفیف کندی سامان خریدنے کے لیے مکہ آئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں فروکش ہوئے۔ صبح کے وقت ایک دن کعبہ کی طرف نظر تھی۔ دیکھا کہ ایک نوجوان آیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر قبلہ رخ کھڑا ہو گیا پھر ایک لڑکا اس کے داہنی طرف آکر کھڑا ہوا پھر ایک عورت دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ نماز پڑھ کر یہ لوگ چلے گئے تو عفیف نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کوئی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں۔ پھر کہا جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے' یہ دوسرا بھتیجا علی ہے اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی (خدیجہ رضی اللہ عنہا) ہے۔ میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اس کا مذہب پروردگار عالم کا مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے' اس کے حکم سے کرتا ہے۔ دنیا میں جہاں تک مجھ کو علم ہے' اس خیال کے صرف یہی تین شخص ہیں۔ (طبقات جلد۔۸، ص۔۱۰، ۱۱)

عقیلی اس روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک اس کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ روایت کے لحاظ سے اس میں کوئی خرابی نہیں۔ روایت کی حیثیت سے اس کے ثبوت کے متعدد طریق میں محدث ابن سعد نے اس کو نقل کیا ہے۔ بغوی' ابو یعلی اور نسائی نے اس کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے۔ حاکم' ابن خیثمہ اور صاحب غیلانیات نے اسے مقبول مانا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے صرف نبوت کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ آغاز اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی معین و مددگار ثابت ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چند سال تک کفار مکہ اذیت دیتے ہوئے ہچکچاتے تھے' اس میں بڑی حد تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اثر کام کر رہا تھا۔ اوپر گزر چکا ہے کہ آغاز نبوت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "مجھ کو ڈر ہے" تو انہوں نے کہا کہ آپ متردد نہ ہوں' اللہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ دعوت اسلام کے سلسلے میں جب مشرکین نے آپ کو طرح طرح کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اذیتیں پہنچائیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی اور تشفی دی۔ استیعاب میں ہے:

فکان لا یسمع من المشرکین شیئا یکرہ من رد علیہ وتکذیب لہ الافرج اللّٰہ عنہ بما تشبتۃ وتصدقہ وتخفف عنہ وتھون علیہ ما یلقی من قومہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی تردید یا تکذیب سے جو کچھ صدمہ پہنچتا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر دور ہو جاتا تھا کیونکہ وہ آپ کی باتوں کی تصدیق کرتی تھیں اور مشرکین کے معاملہ کو آپ کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتی تھیں۔ (طبقات جلد-۲' ص-۴۰)

سنہ-۷ نبوی میں جب قریش نے اسلام کے تباہ کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو ایک گھاٹی میں محصور کیا جائے۔ چنانچہ ابوطالب مجبور ہو کر تمام خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالب میں پناہ گزین ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ آئیں۔ سیرت ابن ہشام میں ہے:

وھی عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومعہ فی الشعب۔ "اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابوطالب میں تھیں۔" (سیرت ابن ہشام جلد-۱' ص-۱۹۲)

تین سال تک بنوہاشم نے اس حصار میں زندگی بسر کی۔ یہ زمانہ ایسا سخت گزرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ تاہم اس زمانہ میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اثر سے کبھی کبھی کھانا پہنچ جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حکیم بن خزام جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا تھا' تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجے۔ راہ میں ابوجہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا۔ اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آگیا۔ وہ اگرچہ کافر تھا لیکن اس کو رحم آیا' ابوجہل سے کہا ایک شخص اپنی پھوپھی کو کھانے کے لیے کچھ بھیجتا ہے تو کیوں روکتا ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد-۱' ص-۱۹۲)

وفات: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد ۲۵ برس تک زندہ رہیں اور ۱۱ رمضان سنہ-۱۰ نبوی (ہجرت سے تین سال قبل) انتقال کیا۔ (بخاری جلد-۱' ص-۵۵۱) اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال چھ ماہ کی تھی۔ چونکہ نماز جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی' اس لیے ان کی لاش اسی طرح دفن کر دی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اور اپنی سب سے بڑی غمگسار کو داعی اجل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے سپرد کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر حجون میں ہے۔ اور زیارت گاہ خلائق ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸' ص ۱۱)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تاریخ اسلام میں ایک جدید دور شروع ہوا۔ یہی زمانہ ہے جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے اور خود آنحضرت ﷺ اس سال کو عام الحزن (سال غم) فرمایا کرتے تھے کیونکہ ان کے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کسی شخص کا پاس نہیں رہ گیا تھا اور اب وہ نہایت بے رحمی اور بے باکی سے آنحضرت ﷺ کو ستاتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ اہل مکہ سے ناامید ہو کر طائف تشریف لے گئے تھے۔

اولاد: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بہت سی اولاد ہوئی۔ ابوہالہ سے جو ان کے پہلے شوہر تھے' دو لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام ہالہ اور ہند تھے۔ دوسرے شوہر یعنی عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی' اس کا نام بھی ہند تھا۔ آنحضرت ﷺ سے چھ اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے جو بچپن میں انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیاں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸' ص ۱۱)

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ ان ہی کے نام پر آپ کو ابوالقاسم کنیت سے کہا کرتے تھے۔ صغر سنی میں مکہ میں انتقال کیا۔ اس وقت پیروں چلنے لگے تھے۔ (۲) حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ (۳) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بہت کم عمر پائی۔ چونکہ زمانہ نبوت میں پیدا ہوئے تھے' اس لیے طیب اور طاہر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (۴) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (۵) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (۶) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا - ان سب میں ایک ایک سال کا چھوٹا بڑا پا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی اولاد کو بہت چاہتی تھیں اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا یعنی صاحب ثروت تھیں' اس لیے عقبہ کی لونڈی سلمہ کو بچوں کی پرورش پر مقرر کیا تھا۔ وہ ان کو کھلاتی اور دودھ پلاتی تھیں۔ ازواج مطہرات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بعض خاص خصوصیتیں حاصل ہیں۔ وہ آنحضرت ﷺ کی پہلی بیوی ہیں' وہ جب عقد نکاح میں آئیں تو ان کی عمر چالیس برس کی تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد انہی سے پیدا ہوئی۔ فضائل و مناقب ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی عظمت و فضیلت کا اندازہ اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب فرض نبوت ادا کرنا چاہا تو فضائے عالم سے ایک آواز بھی آپ کی تائید میں نہ اٹھی- کوہ حرا' وادی عرفات' جبل فاران غرض تمام جزیرۃ العرب آپ کی آواز پر ایک پیکر تصویر بنا ہوا تھا لیکن اس عالمگیر خاموشی میں صرف ایک آواز تھی جو فضائے مکہ میں تموج پیدا کر رہی تھی- یہ آواز حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے قلب مبارک سے بلند ہوئی تھی جو اس ظلمت کدہ کفر و ضلالت میں انوار الٰہی کا دوسرا تجلی گاہ تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ مقدس خاتون ہیں جنہوں نے نبوت سے پہلے بت پرستی ترک کر دی تھی- چنانچہ مسند ابن حنبل میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا واللہ! میں کبھی لات و عزیٰ کی پرستش نہ کروں گا- انہوں نے جواب دیا کہ لات کو جانے دیجئے' عزیٰ کو جانے دیجئے یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجئے- (مسند جلد-۴' ص-۲۲۲)

آنحضرت ﷺ نے جب نبوت کی صدا بلند کی تو سب سے پہلے ان ہی نے اس پر لبیک کہا- آنحضرت ﷺ اور اسلام کو ان کی ذات سے جو تقویت تھی' وہ سیرت نبوی کے ایک ایک صفحہ سے نمایاں ہے- ابن ہشام میں ہے:

وکانت له وزیر صدق علی الاسلام- "وہ اسلام کے متعلق آنحضرت ﷺ کی سچی مشیر کار تھیں-"

آنحضرت ﷺ سے ان کو جو محبت تھی' وہ اس سے ظاہر ہے کہ باوجود اس تمول اور اس دولت و ثروت کے جو ان کو حاصل تھی' آنحضرت ﷺ کی خدمت خود کرتی تھیں- چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا برتن میں کچھ لا رہی ہیں' آپ ان کو اللہ کا اور میرا سلام پہنچا دیجئے- (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۵۳۹)

آنحضرت ﷺ کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی- لیکن وہ مکہ میں غلام کی حیثیت سے رہتے تھے- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو آزاد کیا اور اب وہ کسی دنیاوی رئیس کے خادم ہونے کی بجائے شہنشاہ رسالت ﷺ کے غلام تھے-

آنحضرت ﷺ کو بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بے انتہا محبت تھی- آپ نے ان کی زندگی تک دوسری شادی نہیں کی- ان کی وفات کے بعد آپ کا معمول تھا کہ جب گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ان کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجواتے تھے-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ گو میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا لیکن مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا تھا' کسی اور پر نہیں آتا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اس پر آپ کو رنجیدہ کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔ (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۳۳۳)

ایک دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی بہن ہالہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ سے ملنے آئیں اور استیذان کے قاعدے سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ان کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملتی تھی' آپ کے کانوں میں آواز پڑی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آگئیں اور آپ جھجک اٹھے اور فرمایا کہ ہالہ ہوں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔ ان کو نہایت رشک ہوا' بولیں کہ آپ کیا ایک بڑھیا کو یاد کیا کرتے ہیں جو مر چکیں اور اللہ نے ان سے اچھی بیویاں آپ کو دیں۔ صحیح بخاری میں یہ روایت یہیں تک ہے لیکن استیعاب میں ہے کہ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "ہرگز نہیں جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تصدیق کی' جب لوگ کافر تھے وہ اسلام لائیں' جب میرا کوئی معین نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی اور میری اولاد ان ہی سے ہوئی۔" (سیرۃ النبی جلد دوم طبع دوم ص-۴۰۴)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے:

خیر نسائها مریم بنت عمران وخیر نسائها خدیجة بنت خویلد۔ "عالم میں افضل ترین عورت مریم علیہ السلام اور خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔"

ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' خدیجہ رضی اللہ عنہا آئیں تو فرمایا:

بشرها ببیت فی الجنة من قصب لا صخب فیه ولا نصب۔ (بخاری باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجة وفضلها)	ان کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتی کا ہو گا اور جس میں شوروغل اور محنت و مشقت نہ ہو گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۲) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: سودہ نام تھا' قبیلہ عامر بن لوی سے تھیں جو قریش کا ایک نامور قبیلہ تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے: سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر ابن لوی۔ ماں کا نام شموس تھا' یہ مدینہ کے خاندان بنو نجار سے تھیں۔ ان کا پورا نام و نسب یہ ہے: شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن فراش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔

نکاح: پہلی شادی سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو ان کے والد کے ابن عم تھے۔

قبول اسلام: ابتدائے نبوت میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ ان کے ساتھ ان کے شوہر بھی اسلام لائے۔ اس بناء پر ان کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حبشہ کی پہلی ہجرت کے وقت تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر مکہ ہی میں مقیم رہے لیکن جب مشرکین کے ظلم و ستم کی کوئی انتہاء نہ رہی اور مہاجرین کی ایک بڑی جماعت ہجرت کے لیے آمادہ ہوئی تو اس میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر بھی شامل ہو گئے۔ کئی برس حبشہ میں رہ کر مکہ واپس آئیں اور سکران رضی اللہ عنہ نے کچھ دن کے بعد وفات پائی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حرم نبوت بنیں۔ ازواج مطہرات میں یہ فضیلت صرف حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد سب سے پہلے وہی آنحضرت ﷺ کے عقد نکاح میں آئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے آنحضرت ﷺ نہایت پریشان و غمگین تھے۔ یہ حالت دیکھ کر خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا (عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی) نے عرض کی کہ آپ کو ایک مونس و رفیق کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ گھر بار اور بچوں کی پرورش کا انتظام سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تھا۔ آپ کے ایما سے وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد کے پاس گئیں اور جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا۔ انعم صباحا پھر نکاح کا پیغام سنایا۔ انہوں نے کہا ہاں محمد ﷺ شریف کفو ہیں لیکن سودہ رضی اللہ عنہا سے بھی تو دریافت کرو۔ غرض سب مراتب طے ہو گئے تو آنحضرت ﷺ خود تشریف لے گئے اور سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے نکاح پڑھایا۔ چار سو درہم مہر قرار پایا۔ نکاح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے بعد عبداللہ بن زمعہ (حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) جو اس وقت کافر تھے' آئے اور ان کو یہ حال معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈال لی کہ کیا غضب ہو گیا۔ چنانچہ اسلام لانے کے بعد اپنی اس حماقت و نادانی پر ہمیشہ ان کو افسوس آتا تھا۔ (زرقانی جلد-۳' ص-۲۶۱)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رمضان سنہ-۱۰ نبوی میں ہوا اور چونکہ ان کے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا زمانہ قریب قریب ہے' اس لیے مورخین میں اختلاف ہے کہ کس کو تقدم حاصل ہے۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سودہ رضی اللہ عنہا کو تقدم ہے اور عبداللہ بن محمد بن عقیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مقدم سمجھتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد-۸' ص-۳۶ تا ۳۹' وزرقانی جلد-۳' ص-۲۶۰)

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پہلے شوہر کی زندگی میں ایک خواب دیکھا تھا۔ ان سے بیان کیا تو بولے کہ شاید میری موت کا زمانہ قریب ہے اور تمہارا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہو گا۔ چنانچہ یہ خواب حرف بہ حرف پورا ہوا۔ (زرقانی جلد-۳' ص-۲۶۰' وطبقات ابن سعد جلد-۸' ص-۳۸' ۳۹)

عام حالات: نبوت کے تیرہویں سال جب آپ نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی تو حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کو لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ آئیں۔

سنہ-۱۰ھ میں جب آنحضرت ﷺ نے حج کیا تو حضرت سودہ بھی ساتھ تھیں۔ چونکہ وہ بلند و بالا اور فربہ اندام تھیں اور اس وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی تھیں' اس لیے آنحضرت ﷺ نے اجازت دی کہ اور لوگوں کے مزدلفہ سے روانہ ہونے سے قبل ان کو چلا جانا چاہیے کیونکہ ان کو ہجوم میں چلنے سے تکلیف ہو گی۔ (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۲۲۸)

وفات: ایک دفعہ ازواج مطہرات آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ہم میں سب سے پہلے کون مرے گا؟ فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہے۔ لوگ اس سے ظاہری معنی سمجھے' ہاتھ ناپے گئے تو سب سے بڑا ہاتھ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ (طبقات جلد-۸' ص-۳۷) لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی بڑائی سے آپ کا مقصود سخاوت اور فیاضی تھی۔ بہرحال واقدی نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا سال وفات سنہ-۵۴ھ بتایا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(طبقات ابن سعد جلد-۸' ص-۳۷' ۳۹) لیکن ثقات کی روایت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ خلافت میں انتقال کیا- (اسد الغابہ واستیعاب وخلاصہ تہذیب حالات سودہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنہ-۲۳ھ میں وفات پائی' اس لیے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا سال سنہ-۲۲ھ ہو گا- تاریخ خمیس میں یہی روایت ہے اور سب سے زیادہ صحیح ہے- (زرقانی جلد-۳' ص-۲۹۲) اور اس کو امام بخاری' ذہبی' جزری' ابن عبدالبر اور خزرجی نے اختیار کیا ہے-

اولاد: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اولاد نہیں ہوئی- پہلے شوہر (حضرت سکران رضی اللہ عنہ) نے ایک لڑکا یادگار چھوڑا تھا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا- انہوں نے جنگ جلولاء (فارس) میں شہادت حاصل کی- (زرقانی جلد-۲' ص-۲۹۲)

حلیہ: ازواج مطہرات میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی بلند و بالا نہ تھا- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ جس نے ان کو دیکھ لیا اس سے وہ چھپ نہیں سکتی تھیں- (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۷۰۷) اور زرقانی (جلد-۳' ص-۲۵۹) میں ہے کہ ان کا قد لمبا تھا-

فضل و کمال: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے صرف پانچ احادیث مروی ہیں- جن میں سے بخاری میں صرف ایک ہے- صحابہ میں حضرت ابن عباس' ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ نے ان سے روایت کی ہے-

اخلاق: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما من الناس امرأة احب الي ان اكون في مسلاخها من سودة- سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی- (طبقات جلد-۸' ص-۳۸)

اطاعت اور فرمانبرداری میں وہ تمام ازواج مطہرات سے ممتاز تھیں- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا (زرقانی جلد-۳' ص-۲۹۱) چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لیے نہ نکلیں- فرماتی تھیں کہ میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب اللہ کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی- (طبقات جلد-۸' ص-۳۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سخاوت اور فیاضی بھی ان کا ایک نمایاں وصف تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ وہ اس وصف میں بھی سب سے ممتاز تھیں- ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی- لانے والے سے پوچھا اس میں کیا ہے؟ بولا درہم' بولیں کھجور کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں- یہ کہہ کر اسی وقت سب کو تقسیم کر دیا- (اصابہ جلد-۸' ص-۱۱۸) وہ طائف کی کھالیں بناتی تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی' اس کو نہایت آزادی کے ساتھ نیک کاموں میں صرف کرتی تھیں- (اصابہ جلد-۸' ص-۶۵ حالات خلیسہ)

ایثار میں بھی وہ ممتاز حیثیت رکھتی تھیں- وہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے پیچھے نکاح میں آئی تھیں- لیکن چونکہ ان کا سن بہت زیادہ تھا' اس لیے جب بوڑھی ہو گئیں تو ان کو سوء ظن ہوا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں اور شرف صحبت سے محروم ہو جائیں- اس بناء پر انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور انہوں نے خوشی سے قبول کر لی- (صحیح بخاری و مسلم کتاب النکاح جواز ہبة نوبتها الضرتها)

مزاج تیز تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی بے حد معترف تھیں- لیکن کہتی ہیں کہ وہ بہت جلد غصہ سے بھڑک اٹھتی تھیں- ایک مرتبہ قضائے حاجت کے لیے صحرا کو جا رہی تھیں- راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مل گئے' چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا قد نمایاں تھا انہوں نے پہچان لیا- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ازواج مطہرات کا باہر نکلنا ناگوار تھا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پردہ کی تحریک کر چکے تھے- اس لیے بولے سودہ! تم کو ہم نے پہچان لیا- حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو سخت ناگوار ہوا- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی- اسی واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی- (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۲۶)

بایں ہمہ ظرافت اس قدر تھی کہ کبھی کبھی اس انداز سے چلتی تھیں کہ آپ ہنس پڑتے تھے- ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ کل رات کو میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی- آپ نے (اس قدر دیر تک) رکوع کیا کہ مجھ کو نکسیر پھوٹنے کا شبہ ہو گیا' اس لیے میں دیر تک ناک پکڑے رہی- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جملہ کو سن کر مسکرا اٹھے- (ابن سعد جلد-۸' ص-۳۷)

دجال سے بہت ڈرتی تھیں- ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے پاس آ رہی تھیں- دونوں نے مذاق کے لہجے میں کہا تم نے کچھ سنا؟ بولیں کیا؟ کہا دجال نے خروج کیا- حضرت سودہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر گھبرا گئیں- ایک خیمہ قریب تھا جس میں کچھ آدمی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آگ سلگا رہے تھے' فوراً اس کے اندر داخل ہو گئیں۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہنستی ہوئی آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچیں اور آپ کو اس مذاق کی خبر کی۔ آپ تشریف لائے اور خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ابھی دجال نہیں نکلا ہے۔ یہ سن کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا باہر آئیں تو مکڑی کا جالا بدن میں لگا ہوا تھا' اس کو باہر آکر صاف کیا۔

(اصابہ جلد-۸' ص-۶۵)

میرے نزدیک یہ روایت مشکوک اور سنداً ضعیف ہے۔ (مصنف کتاب)

○—☆☆☆—○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: عائشہ نام' صدیقہ اور حمیرا لقب' ام عبداللہ کنیت' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں' ماں کا نام زینب تھا' ام رومان کنیت تھی اور قبیلہ غنم بن مالک سے تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بعثت کے چار برس بعد شوال کے مہینے میں پیدا ہوئیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کاشانہ وہ برج سعادت تھا جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے پرتو فگن ہوئیں۔ اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا' ان کو مسلمان پایا۔ (بخاری جلد ا' ص-۵۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا۔ وائل کی کنیت ابوالقیعس تھی۔ وائل کے بھائی افلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے وہ ان کے سامنے آتی تھیں۔ (بخاری جلد ا' ص-۳۲۰) رضاعی بھائی بھی کبھی کبھی ملنے آیا کرتا تھا۔ (ایضاً ص-۳۶۱)

نکاح: تمام ازواج مطہرات میں یہ شرف صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنواری بیوی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب ہوئی تھیں۔ لیکن جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر ام رومان سے کہا اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا' چونکہ یہ ایک قسم کی وعدہ خلافی تھی تو بولے کہ جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں۔ لیکن مطعم نے خود اس بناء پر انکار کر دیا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر میں گئیں تو گھر میں اسلام کا قدم آجائے گا۔ بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خولہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کر دیا۔ پانچ سو درہم مہر مقرر پایا۔ یہ سنہ-۱۰ نبوی کا واقعہ ہے۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں۔

یہ نکاح اسلام کی سادگی کی حقیقی تصویر تھا۔ عطیہ رضی اللہ عنہا اس کا واقعہ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔ ان کی انا آئی اور ان کو لے گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر نکاح پڑھا دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود کہتی ہیں کہ جب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہ ہوئی۔ جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی تب میں سمجھی کہ میرا نکاح ہو گیا۔ اس کے بعد میری والدہ نے مجھے سمجھا بھی دیا۔ (طبقات ابن سعد جلد-۸' ص-۴۰)

نکاح کے بعد مکہ میں آنحضرت ﷺ کا قیام تین سال تک رہا۔ سنہ-۱۳ نبوی میں آپ نے ہجرت کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے اور اہل و عیال کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ آئے تھے۔ جب مدینہ میں اطمینان ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو بھیجا کہ ام رمان' اسماء اور عائشہ رضی اللہ عنہن کو لے آئیں۔ مدینہ میں آکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سخت بخار میں مبتلا ہوئیں۔ اشتداد مرض سے سر کے بال جھڑ گئے۔ (صحیح بخاری باب الہجرۃ) صحت ہوئی تو ام رومان رضی اللہ عنہا کو رسم عروسی ادا کرنے کا خیال آیا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹ سال کی تھی۔ سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ام رومان نے آواز دی۔ ان کو اس واقعہ کی خبر تک نہ تھی' ماں کے پاس آئیں۔ انہوں نے منہ دھویا' بال درست کئے' گھر میں لے گئیں۔ انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں' یہ گھر میں داخل ہوئیں تو سب نے مبارک باد دی۔ تھوڑی دیر کے بعد خود آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ (صحیح بخاری تزویج عائشہ و سیرۃ النبی جلد-۲) شوال میں نکاح ہوا تھا اور شوال ہی میں یہ رسم ادا کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے عرب کے بعض بے ہودہ خیالات میں اصلاح ہوئی۔ (۱) عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے۔ اسی بناء پر جب خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے حیرت سے کہا کہ کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ ﷺ کی بھتیجی ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا انت اخ فی الاسلام "تم تو صرف مذہبی بھائی ہو۔" (۲) اہل عرب شوال میں شادی نہیں کرتے تھے۔ زمانہ قدیم میں اس مہینہ میں طاعون آیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں۔

عام حالات: غزوات میں سے صرف غزوہ احد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت کا پتہ چلتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "میں نے عائشہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ (بخاری جلد-۲' ص-۵۸۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غزوہ مصطلق جو کہ سنہ ۵ھ کا واقعہ ہے' اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں۔ واپسی میں ان کا ہار کہیں گر گیا' پورے قافلہ کو اترنا پڑا۔ نماز کا وقت آیا تو پانی نہ ملا' تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پریشان تھے۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی اور تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ اس اجازت سے تمام لوگ خوش ہوئے۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے آل ابوبکر! تم لوگوں کے لیے سرمایہ برکت ہو۔

اسی لڑائی میں واقعہ افک پیش آیا یعنی منافقین نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی۔ احادیث اور سیر کی کتابوں میں اس واقعہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن جس واقعہ کی نسبت قرآن مجید میں صاف مذکور ہے کہ سننے کے ساتھ لوگوں نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ بالکل افترا ہے۔ اس کو تفصیل کے ساتھ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ سنہ ۹ھ میں تحریم اور ایلاء و تخییر کا واقعہ پیش آیا اور واقعہ تحریم کی تفصیل حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں آئے گی۔ البتہ واقعہ ایلا کی تفصیل اس مقام پر کی جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ دو دو مہینے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ آئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے۔ ازواج مطہرات شرف صحبت کی برکت سے تمام ابنائے جنس سے ممتاز ہو گئی تھیں' تاہم بشریت بالکل معدوم نہیں ہو سکتی تھی۔ خصوصاً وہ دیکھتی تھیں کہ فتوحات اسلام کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور غنیمت کا سرمایہ اس قدر پہنچ گیا ہے کہ اس کا ادنیٰ حصہ بھی ان کی راحت و آرام کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ان واقعات کا اقتضا تھا کہ ان کے صبر و قناعت کا جام لبریز ہو جاتا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ بیچ میں آپ ہیں' ادھر ادھر بیویاں بیٹھی ہیں اور توسیع نفقہ کا تقاضہ ہے۔ دونوں اپنی صاحبزادیوں کی تنبیہہ پر آمادہ ہو گئے لیکن انہوں نے عرض کی کہ ہم آئندہ آنحضرت ﷺ کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دیں گی۔

دیگر ازواج اپنے مطالبہ پر قائم رہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سکون خاطر میں یہ چیز اس قدر خلل انداز ہوئی کہ آپ نے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے۔ اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں آپ گھوڑے سے گر پڑے اور ساق مبارک پر زخم آیا۔ آپ نے بالاخانے پر تنہا نشینی اختیار کی۔ واقعات کے قرینہ سے لوگوں نے خیال کیا کہ آپ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تمام ازواج کو طلاق دے دی۔ لیکن جب حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ازواج کو طلاق دے دی تو آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اللہ اکبر پکار اٹھے۔

جب ایلاء کی مدت یعنی ایک مہینہ گزر چکا تو آپ ﷺ بالاخانہ سے اترے آئے۔ سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ وہ ایک ایک دن گنتی تھیں، بولیں یارسول اللہ ﷺ آپ نے ایک مہینہ کے لیے عہد فرمایا تھا۔ ابھی تو انتیس دن ہوئے ہیں؟ ارشاد ہوا مہینہ کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے۔

اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی۔ اس آیت کی رو سے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرما دیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں، دنیا اور آخرت۔ اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور رسول اور ابدی راحت کی طلب گار ہو تو اللہ نے نیکو کاروں کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان تمام معاملات میں پیش پیش تھیں، آپ نے ان کو ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا۔ انہوں نے کہا میں سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور رسول کو لیتی ہوں۔ باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔ (صحیح بخاری جلد۔۲، ص۔۷۹۲، و صحیح مسلم باب الایلاء)

ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے وفات پائی۔ تیرہ (۱۳) دن علیل رہے، جن میں ۸ دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں اقامت فرمائی۔ خلق عمیم کی بناء پر ازواج مطہرات سے صاف طور پر اجازت نہیں طلب کی بلکہ پوچھا کہ کل میں کس کے گھر رہوں گا؟ دوسرا دن (دو شنبہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرمانے کا تھا، ازواج مطہرات نے مرضی اقدس سمجھ کر عرض کی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ ضعف اس قدر زیادہ ہو گیا تھا کہ چلا نہیں جاتا تھا۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما دونوں بازو تھام کر بمشکل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں لائے۔ وفات سے پانچ روز پہلے (جمعرات کو) آپ ﷺ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں۔ دریافت فرمایا کہ عائشہ وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ کیا محمد ﷺ اللہ سے بدگمان ہو کر ملے گا۔ جاؤ ان کو اللہ کی راہ میں خیرات کر دو۔ (مسند ابن حنبل جلد۔۶، ص۔۴۹)

جس دن وفات ہوئی (یعنی دو شنبہ کے روز) بظاہر طبیعت کو سکون تھا لیکن دن جیسے جیسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چڑھتا جاتا تھا' آپ پر غشی طاری ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ جب تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ موت کو قبول کریں یا حیات دنیا کو ترجیح دیں۔ اس حالت میں اکثر آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے رہے مع الذین انعم اللہ علیھم اور کبھی یہ فرماتے اللّٰھم فی الرفیق الاعلٰی وہ سمجھ گئیں کہ اب صرف رفاقت الٰہی مطلوب ہے۔ وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں آئے۔ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹے تھے۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی اور خدمت اقدس میں پیش کی۔ آپ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فخریہ کہا کرتی تھیں کہ "تمام بیویوں میں مجھی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخر وقت میں بھی میرا جوٹھا آپ نے منہ میں لگایا۔"

اب وفات کا وقت قریب آ رہا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو سنبھالے بیٹھی تھیں کہ دفعتاً بدن کا بوجھ معلوم ہوا۔ دیکھا تو آنکھیں پھٹ کر چھت سے لگ گئیں تھیں اور روح پاک عالم قدس میں پرواز کر گئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آہستہ سے سر اقدس تکیہ پر رکھ دیا اور رونے لگیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ابواب مناقب کا سب سے زریں باب یہ ہے کہ ان کے حجرہ کو آنحضرت ﷺ کا مدفن بننا نصیب ہوا اور نعش مبارک اسی حجرہ کے ایک گوشہ میں سپرد خاک کی گئی۔ چونکہ ازواج مطہرات کے لیے اللہ نے دوسری شادی ممنوع قرار دی تھی' اس لیے آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ۴۸ سال بیوگی کی حالت میں بسر کیے۔ اس زمانہ میں ان کی زندگی کا مقصد واحد قرآن و حدیث کی تعلیم تھا جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے دو برس بعد سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ سایہ شفقت بھی باقی نہ رہا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس قدر دل جوئی کی وہ خود اس کو اس طرح بیان فرماتی ہیں۔ "ابن خطاب نے آنحضرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کیے۔" (مستدرک حاکم جلد-۴' ص-۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام ازواج مطہرات کے لیے دس دس ہزار سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وظیفہ بارہ ہزار تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ (مستدرک حاکم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ میں مقیم تھیں۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے مدینہ سے جا کر ان کو واقعات سے آگاہ کیا تو دعوت اصلاح کے لیے بصرہ گئیں اور وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ پیش آئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ جمل اونٹ کو کہتے ہیں' چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار تھیں اور اس نے اس معرکہ میں بڑی اہمیت حاصل کی تھی اس لیے یہ جنگ بھی اسی کی نسبت سے مشہور ہو گئی۔ یہ جنگ اگرچہ بالکل اتفاقی طور پر پیش آگئی تھی تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا ہمیشہ افسوس رہا۔

بخاری میں ہے کہ وفات کے وقت انہوں نے وصیت کی کہ مجھے روضہ نبوی میں آپ کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ بقیع میں اور ازواج کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ میں نے آپ کے بعد ایک جرم کیا ہے۔ (کتاب الجنائز ومستدرک حاکم جلد-۴' ص-۸)

ابن سعد میں ہے کہ وہ جب یہ آیت پڑھتی تھیں وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ "اے نبی کی بیویو! اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو۔" تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ص-۵۹ جز ثانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھارہ برس زندہ رہیں اور یہ تمام زمانہ سکون اور خاموشی میں گذرا۔

وفات: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اخیر زمانہ خلافت تھا کہ رمضان سنہ ۵۸ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی۔ اس وقت سرسٹھ (۶۷) برس کا سن تھا اور وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کے وقت مدفون ہوئیں۔ قاسم بن محمد' عبداللہ بن عبدالرحمٰن' عبداللہ بن ابی عتیق' عروہ بن زبیر اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔ اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے۔ اس لیے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اولاد: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ابن الاعرابی نے لکھا ہے کہ ایک ناتمام بچہ ساقط ہوا تھا' اس کا نام عبداللہ تھا اور اسی کے نام پر انہوں نے کنیت رکھی تھی لیکن یہ قطعاً غلط ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام عبداللہ ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے تعلق سے تھی جن کو انہوں نے متبنٰی بنایا تھا۔

حلیہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوش رو اور صاحب جمال تھیں' رنگ سرخ و سفید تھا۔

فضل و کمال: علمی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف عورتوں پر' نہ صرف دوسری امہات المومنین پر' نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر بلکہ باستثنائے تمام صحابہ پر فوقیت حاصل تھی۔ جامع ترمذی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسالنا عائشۃ الا وجدنا عندنا منہ۔	محمد ﷺ کے اصحاب نے کہا ہمیں کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ملی ہوں۔

امام زہری جو سرخیل تابعین تھے' فرماتے ہیں:

کانت عائشۃ اعلم الناس یسئلھا الاکابر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے اکابر صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔" (طبقات ابن سعد جزو۔۲' ق۔۲' ص۔۲۶)

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

مارأت احدا اعلم بالقرآن ولا بفریضۃ ولا بحلال ولا بفقہ ولا بشعر ولا بطب ولا بحدیث العرب ولا نسب من عائشۃ۔ "قرآن فرائض حلال و حرام' فقہ' شاعری' طب' عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔"

امام زہری کی ایک شہادت ہے:

لو جمع علم الناس کلھم ثم علم ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانت عائشۃ وسعھم علما۔ "اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر ہو گا۔" (طبقات ابن سعد جزو۔۲' قسم۔۲' ص۔۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہے اور اس حیثیت سے وہ اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قدر بلند ہیں کہ بے تکلف ان کا نام حضرت عمرؓ حضرت علیؓ عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ وہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں فتویٰ دیتی تھیں اور اکابر صحابہ پر انہوں نے جو دقیق اعتراضات کئے ہیں ان کو علامہ سیوطی نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ اس رسالہ کا نام "عین الاصابة فی ما استدرکته عائشة علی الصحابة" ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکثرین صحابہ میں داخل ہیں۔ ان سے ۲۲۱۰ احادیث مروی ہیں۔ جن میں ۱۷۴ حدیثوں پر شیخین نے اتفاق کیا ہے۔ امام بخاری نے منفرد ان سے ۵۴ احادیث روایت کی ہیں۔ ۶۸ احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ احکام شرعیہ میں سے ایک چوتھائی ان سے منقول ہے۔

علم کلام کے متعدد مسائل ان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں۔ چنانچہ رویئت باری، علم غیب، عصمت انبیاء، معراج، ترتیب خلافت اور سماع موتی وغیرہ کے متعلق انہوں نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں، انصاف یہ ہے کہ ان میں دقت نظر کا پلہ بھاری نظر آتا ہے۔

علم اسرار الدین کے متعلق بھی ان سے بہت سے مسائل مروی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی ترتیب نزول، مدینہ میں کامیابی اسلام کے اسباب، غسل، جمعہ، نماز قصر کی علت، صوم عاشورہ کا سبب، حج کی حقیقت اور ہجرت کے معنی کی انہوں نے خاص تشریحیں کی ہیں۔

طب کے متعلق وہی عام معلومات تھیں جو گھر کی عورتوں کو عام طور پر ہوتی ہیں۔ البتہ تاریخ عرب میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ عرب جاہلیت کے حالات، ان کے رسم و رواج، ان کے انساب اور ان کی طرز معاشرت کے متعلق انہوں نے بعض ایسی باتیں بیان کی ہیں جو دوسری جگہ نہیں مل سکتیں۔ اسلامی تاریخ کے متعلق بھی بعض اہم واقعات ان سے منقول ہیں۔ مثلاً آغاز وحی کی کیفیت، ہجرت کے واقعات، واقعہ افک، نزول قرآن اور اس کی ترتیب، نماز کی صورتیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کے حالات، غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق، قریظہ کے واقعات، غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف کی کیفیت، فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت، حجۃ الوداع کے ضروری حالات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات، خلافت صدیقی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات کا دعویٰ میراث، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ملال خاطر اور پھر بیعت کے تمام مفصل حالات ان ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوئے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں۔ ترمذی میں موسیٰ بن طلحہ کا یہ قول نقل کیا ہے: ما رایت افصح من عائشۃ۔ "میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔" (مستدرک حاکم جلد۔۴، ص۔۱۱)

اگرچہ احادیث میں روایت بالمعنی کا عام طور پر رواج ہے اور روایت باللفظ کم اور نہایت کم ہوتی ہے۔ تاہم جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصلی الفاظ محفوظ رہ گئے ہیں، پوری حدیث میں جان پڑ گئی ہے۔ مثلاً آغاز وحی کے سلسلہ میں فرماتی ہیں:

فما رای رویا الاجاء ت مثل فلق الصبح۔ "آپ جو خواب دیکھتے تھے سپیدہ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔"

آپ پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی تو جبین مبارک پر عرق آجاتا تھا۔ اس کو اس طرح ادا کرتی ہیں: مثل الجمان یعنی "پیشانی پر موتی ڈھلکتے ہیں۔"

واقعہ افک میں انہیں راتوں کو نیند نہیں آتی تھی۔ اس کو اس طرح بیان فرماتی ہیں: ما اکتحل بنوم یعنی "میں نے سرمہ خواب نہیں لگایا۔"

صحیح بخاری میں ان کے ذریعہ سے ام زرع کا جو قصہ مذکور ہے وہ جان ادب ہے اور اہل ادب نے اس کی مفصل شرحیں اور حاشیے لکھے۔

خطابت کے لحاظ سے بھی حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سوا تمام صحابہ میں ممتاز تھیں۔ جنگ جمل میں انہوں نے جو تقریریں کی ہیں، وہ جوش اور زور کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ایک تقریر میں فرماتی ہیں:

> "لوگو! خاموش، خاموش، تم پر میرا مادری حق ہے۔ مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے۔ سوا اس شخص کے جو اللہ کا فرمانبردار نہیں ہے۔ مجھ کو کوئی الزام نہیں دے سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے میرے سینہ پر سر رکھے ہوئے وفات پائی ہے۔ میں آپ کی محبوب ترین بیوی ہوں۔ اللہ نے مجھ کو دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا اور میری ذات سے مومن و منافق میں تمیز ہوئی اور میرے ہی سبب سے تم پر اللہ نے تیمم کا حکم نازل فرمایا۔ پھر میرا باپ دنیا میں تیسرا مسلمان ہے اور غار حرا میں دو کا دوسرا تھا اور پہلا شخص تھا جو صدیق کے لقب سے مخاطب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے اس سے خوش ہو کر اور اس کو طوق خلافت پہنا کر وفات پائی۔ اس کے بعد جب مذہب اسلام کی رسی ہلنے ڈلنے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اس کے دونوں سرے تھام لیے جس نے نفاق کی باگ روک دی جس نے ارتداد کا سرچشمہ خشک کر دیا۔ جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کی۔ تم لوگ اس وقت آنکھیں بند کئے عذر و فتنے کے منتظر تھے اور شوروغوغا پر گوش برآواز تھے۔ اس نے شگاف کو برابر کیا' بیکار کو درست کیا' گرتوں کو سنبھالا' دلوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا۔ جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے' ان کو تھان تک پہنچا دیا۔ جو پیاسے تھے' ان کو گھاٹ پر لے آیا اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے' انہیں دوبارہ پلایا۔ جب وہ نفاق کا سر کچل چکا اور اہل شرک کے لیے آتش جنگ مشتعل کر چکا اور تمہارے سامان کی گٹھڑی کو ڈوری سے باندھ چکا تو اللہ نے اسے اٹھا لیا۔

ہاں میں سوال کا نشانہ بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لے کر نکلی؟ میرا مقصد اس سے گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے جس کو میں پامال کرنا چاہتی ہوں۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں' سچائی اور انصاف کے ساتھ تنبیہہ اور اتمام حجت کے لیے۔" (عقد الفرید باب الخطیب وذکر واقعہ جمل ص-۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گو شعر نہیں کہتی تھیں' تاہم شاعرانہ مزاج اس قدر عمدہ پایا تھا کہ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ جو عرب کے مسلم الثبوت شاعر تھے' ان کی خدمت میں اشعار سنانے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ امام بخاری نے ادب المفرد میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کعب بن مالک کا پورا قصیدہ یاد تھا۔ اس قصیدہ میں کم و بیش چالیس شعر تھے۔ کعب کے علاوہ ان کو دیگر جاہلی اور اسلامی شعراء کے اشعار بھی بکثرت یاد تھے جن کو وہ مناسب موقعوں پر پڑھا کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ احادیث کی کتابوں میں منقول ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ صرف ان علوم کی ماہر تھیں بلکہ دوسروں کو بھی ماہر بنا دیتی تھیں۔ چنانچہ ان کے دامن تربیت میں جو لوگ پرورش پا کر نکلے' اگرچہ ان کی تعداد دو سو کے قریب ہے لیکن ان میں جن کو زیادہ قرب و اختصاص حاصل تھا وہ یہ ہیں: عروہ بن زبیر' قاسم بن محمد' ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن' مسروق' عمرہ' صفیہ بنت شیبہ' عائشہ بنت طلحہ' معاذہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عدویہ۔

اخلاق و عادات: اخلاقی حیثیت سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بلند مرتبہ رکھتی تھیں۔ وہ نہایت قانع تھیں' غیبت سے احتراز کرتی تھیں۔ احسان کم قبول کرتیں۔ اگرچہ خود ستائی ناپسند تھی تاہم نہایت خوددار تھیں۔ شجاعت اور دلیری بھی ان کا خاص جوہر تھا۔

ان کا سب سے نمایاں وصف جود و سخا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیئے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔ اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا' لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لیے کچھ نہیں ہے۔ فرمایا پہلے سے کیوں نہ یاد دلایا۔ (مستدرک حاکم جلد۔۴' ص۔۱۳)

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو ان کے متبنیٰ فرزند تھے' ان کی فیاضی دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئیں اور قسم کھائی کہ ان سے بات نہ کریں گی۔ چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ مدت تک معتوب رہے اور بڑی دقت سے ان کا غصہ فرو ہوا۔ (صحیح بخاری باب مناقب قریش)

نہایت خاشع متضرع اور عبادت گزار تھیں۔ چاشت کی نماز برابر پڑھتیں۔ فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ آئے اور مجھ کو منع کرے تب بھی میں باز نہ آؤں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرتی تھیں اور اس کی اس قدر پابند تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب کبھی یہ نماز قضا ہو جاتی تو نماز فجر سے پہلے اٹھ کر پڑھ لیتی تھیں۔ رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔ ذکوان ان کا غلام امامت کرتا اور وہ مقتدی ہوتیں۔

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں۔ حج کی بھی شدت سے پابند تھیں اور ہر سال اس فرض کو ادا کرتی تھیں۔ غلاموں پر شفقت کرتیں اور ان کو خرید کر آزاد کرتی تھیں۔ ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ٦٧ ہے۔ (شرح بلوغ المرام کتاب العتق)

○—☆☆☆—○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: حفصہ نام' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں- سلسلہ نسب یہ ہے: (حفصہ بنت عمر ابن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن لوی بن فہر بن مالک) والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا جو مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں- حضرت حفصہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حقیقی بھائی بہن ہیں- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں- اس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے-

نکاح: پہلا نکاح خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو خاندان بنو سہم سے تھے-

قبول اسلام: ماں باپ اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں-

ہجرت اور نکاح ثانی: شوہر کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی- غزوہ بدر میں خنیس رضی اللہ عنہ نے زخم کھائے اور واپس آکر ان ہی زخموں کی وجہ سے شہادت پائی- عدت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی فکر ہوئی- اسی زمانہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا- اس بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خواہش کی- انہوں نے کہا میں اس پر غور کروں گا- چند دنوں کے بعد ملاقات ہوئی تو صاف انکار کیا- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مایوس ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا- انہوں نے خاموشی اختیار کی- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی بے التفاتی سے رنج ہوا- اس کے بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کی- نکاح ہو گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا کہ جب تم نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خواہش کی اور میں خاموش رہا تو تم کو ناگوار گزرا لیکن میں نے اسی بناء پر کچھ جواب نہیں دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا اور میں ان کا راز فاش کرنا نہیں چاہتا تھا- اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے نکاح کا قصد نہ ہوتا تو میں اس کے لیے آمادہ تھا- (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۵۱۷' واصابہ جلد-۸' ص-۵۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وفات: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شعبان سنہ ۴۵ھ میں مدینہ میں انتقال کیا۔ یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مروان نے جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا' نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کاندھا دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنازہ کو قبر تک لے گئے۔ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکوں عاصم' سالم' عبداللہ' حمزہ نے قبر میں اتارا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت ہے کہ جمادی الاول سنہ ۴۱ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کا سن ۵۹ سال کا تھا۔ لیکن اگر سنہ وفات سنہ ۴۸ھ قرار دیا جائے تو ان کی عمر ۶۳ سال کی ہو گی۔ ایک روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سنہ ۲۷ھ میں انتقال کیا۔ یہ روایت اس بناء پر پیدا ہو گئی کہ وہب نے ابن مالک سے روایت کی ہے کہ جس سال افریقہ فتح ہوا' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اسی سال وفات پائی اور افریقہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سنہ ۲۷ھ میں فتح ہوا۔ لیکن یہ سخت غلطی ہے۔ افریقہ دو مرتبہ فتح ہوا۔ اس دوسری فتح کا فخر معاویہ بن خدیج کو حاصل ہے۔ جنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں حملہ کیا تھا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر وصیت کی اور غابہ میں جو جائیداد تھی' جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی نگرانی میں دے گئے تھے' اس کو صدقہ کے لیے وقف کر دیا۔ (زرقانی جلد۔۳' ص۔۲۷۱)

اولاد: کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

فضل و کمال: البتہ معنوی یادگاریں بہت سی ہیں اور وہ یہ ہیں: عبداللہ بن عمر' حمزہ (ابن عبداللہ) صفیہ بنت ابوعبید (زوجہ عبداللہ) حارثہ بن وہب' مطلب بن ابی وادعہ' ام مبشر انصاریہ' عبداللہ بن صفوان بن امیہ' عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام۔ (زرقانی جلد۔۳' ص۔۲۷۱)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ۶۰ احادیث منقول ہیں جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنی تھیں۔ (زرقانی جلد۔۳' ص۔۲۷۱)

تفقہ فی الدین کے لیے یہ واقعہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اصحاب بدر و حدیبیہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اعتراض کیا کہ اللہ تو فرماتا ہے: وان منکم الا واردھا یعنی "تم میں ہر شخص وارد جہنم ہو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گا۔" آپ نے فرمایا ہاں لیکن یہ بھی تو ہے۔ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا یعنی "پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں زانوں پر گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔" (مسند ابن حنبل جلد-۶' ص-۲۸۵)

اسی شوق کا اثر تھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کی تعلیم کی فکر رہتی تھی۔ حضرت شفاء کو چیونٹی کے کاٹے کا منتر آتا تھا۔ ایک دن وہ گھر میں آئیں تو آنحضرت ﷺ نے کہا کہ تم حفصہ رضی اللہ عنہا کو منتر سکھلا دو۔ (مسند ابن حنبل جلد-۶' ص-۲۸۱)

اخلاق: ابن سعد میں ان کے اخلاق کے متعلق ہے: انھا صوامة وقوامة یعنی "وہ صائم النھار اور قائم اللیل ہیں۔"

دوسری روایت میں ہے: ماتت حفصة حتی ما تفطر یعنی "حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا انتقال کے وقت تک صائم رہیں۔" (اصابہ جلد-۸' ص-۵۲)

اختلاف سے سخت نفرت کرتی تھیں۔ جنگ صفین کے بعد جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کو فتنہ سمجھ کر خانہ نشین رہنا چاہتے تھے لیکن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ گو اس شرکت میں تمہارا کوئی فائدہ نہیں' تاہم تمہیں شریک رہنا چاہیے۔ کیونکہ لوگوں کو تمہاری رائے کا انتظار ہو گا اور ممکن ہے کہ تمہاری عزلت گزینی ان میں اختلاف پیدا کر دے۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۵۸۹)

دجال سے بہت ڈرتی تھیں۔ مدینہ میں ابن صیاد نامی ایک شخص تھا۔ دجال کے متعلق آنحضرت ﷺ نے جو علامتیں بتائیں تھیں' اس میں بہت سی موجود تھیں۔ ایک دن راہ میں ابن صیاد کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے اس کو بہت سخت سست کہا۔ اس پر وہ اس قدر پھولا کہ راستہ بند ہو گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مارنا شروع کیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو بولیں تم کو اس سے کیا غرض؟ تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے خروج کا محرک اس کا غصہ ہو گا۔ (مسند جلد-۶' ص-۲۸۳' و مسلم کتاب الفتن ذکر ابن صیاد)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں ذرا تیزی تھی۔ آنحضرت ﷺ سے کبھی کبھی دوبدو گفتگو کرتیں اور برابر کا جواب دیتی تھیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "ہم لوگ جاہلیت میں عورتوں کو ذرا برابر بھی وقعت نہ دیتے تھے۔ اسلام نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کو درجہ دیا اور قرآن میں ان کے متعلق آیتیں اتریں تو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔" ایک دن میری بیوی نے کسی معاملہ میں مجھ کو رائے دی۔ میں نے کہا "تم کو رائے و مشورہ سے کیا واسطہ" بولیں "ابن خطاب! تم کو ذرا سی بات بھی برداشت نہیں حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہے' یہاں تک کہ آپ دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں۔" میں اٹھا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ میں نے کہا "بیٹی میں نے سنا ہے تم رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہو۔" بولیں "ہاں ہم ایسا کرتے ہیں۔" میں نے کہا خبردار! میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں۔ تم اس عورت (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کی ریس نہ کرو جس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے۔ (بخاری جلد-۲' کتاب التفسیر وفتح الباری جلد-۸' ص-۵۰۴)

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ تم یہودی کی بیٹی ہو۔ آپ نے فرمایا حفصہ! اللہ سے ڈرو۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: تم نبی کی بیٹی ہو' تمہارا چچا پیغمبر ہے اور پیغمبر کے نکاح میں ہو۔ حفصہ تم پر کس بات میں فخر کر سکتی ہے۔ (ترمذی باب فضل ازواج النبی)

ایک بار حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں۔ ہم آپ کی بیوی بھی ہیں اور چچازاد بہن بھی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ناگوار گزرا' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تم مجھ سے زیادہ کیونکر معزز ہو سکتی ہو؟ میرے شوہر محمد (ﷺ)' میرے باپ ہارون اور میرے چچا موسیٰ (علیہما السلام) ہیں۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹیاں تھیں جو تقریب نبوی میں دوش بدوش تھے۔ اس بناء پر حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما بھی دیگر ازواج کے مقابلہ میں باہم ایک تھیں۔ چنانچہ واقعہ تحریم جو سنہ ۹ھ میں پیش آیا' اسی قسم کے اتفاق کا نتیجہ تھا۔ ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے شہد آگیا تھا۔ انہوں نے آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ کو شہد بہت مرغوب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھا' آپ نے نوش فرمایا- اس میں وقت مقررہ سے دیر ہو گئی- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک ہوا- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا رسول اللہ ﷺ جب ہمارے اور تمہارے گھر میں آئیں تو کہنا چاہیے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے- (مغافیر کے پھولوں سے شہد کی مکھیاں رس چوستی ہیں- مغافیر کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہ تھی- مغافیر کے پھولوں میں اگر کسی قسم کی کرختگی ہو تو تعجب کی بات نہیں) آنحضرت ﷺ نے قسم کھالی کہ میں شہد نہ کھاؤں گا- (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۷۲۹) اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اتری:

یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک-	اے نبی! اپنی بیویوں کی خوشی کے لیے تم اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام کیوں کرتے ہو؟

کبھی کبھی (حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما میں) باہم رشک و رقابت کا اظہار بھی ہو جایا کرتا تھا- ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں تھیں- رسول اللہ ﷺ راتوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر چلتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے- ایک دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آج رات کو تم میرے اونٹ پر اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہوں تاکہ مختلف مناظر دیکھنے میں آئیں- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں- آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس آئے جس پر حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں- جب منزل پر پہنچے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو نہیں پایا تو اپنے پاؤں کو اذخر (ایک گھاس) کے درمیان لٹکا کر کہنے لگیں الٰہی کسی بچھو یا سانپ کو متعین کر جو مجھے ڈس جائے- (صحیح بخاری و سیرۃ النبی جلد دوم)

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۵) حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

نام و نسب: زینب نام تھا' سلسلہ نسب یہ ہے: زینب بنت خزیمہ بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ- چونکہ فقراء و مساکین کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں' اس لیے ام المساکین کی کنیت کے ساتھ مشہور ہو گئیں-

نکاح: آنحضرت ﷺ سے پہلے عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں- عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں شہادت پائی اور آنحضرت ﷺ نے اسی سال ان سے نکاح کر لیا-

وفات: نکاح کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس صرف دو تین مہینے رہنے پائی تھیں کہ ان کا انتقال ہو گیا- آنحضرت ﷺ کی زندگی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد صرف یہی ایک بیوی تھیں جنہوں نے وفات پائی- آنحضرت ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں- وفات کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال کی تھی- (اصابہ جلد-۸' ص-۹۴' ۹۵ وسیرۃ النبی جلد دوم)

○—☆☆☆—○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: ہند نام ام سلمہ کنیت' قریش کے خاندان مخزوم سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ والدہ بنو فراس سے تھیں اور ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل الطعان ابن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ ابو امیہ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد مکہ کے مشہور مخیر اور فیاض تھے۔ سفر میں جاتے تو تمام قافلہ والوں کی کفالت خود کرتے تھے۔ اسی لیے زاد الراکب کے لقب سے مشہور تھے۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۲۴۰) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان ہی کے آغوش تربیت میں نہایت نازونعمت سے پرورش پائی۔

نکاح: عبداللہ بن عبدالاسد سے نکاح ہوا۔ وہ زیادہ تر ابو سلمہ کے نام سے مشہور ہیں اور وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔

قبول اسلام: آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں۔

ہجرت حبشہ: اور ان ہی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں کچھ زمانہ تک قیام کر کے مکہ واپس آئیں اور یہاں سے مدینہ ہجرت کی۔ اجرت میں ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اہل سیر کے نزدیک وہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں۔

ہجرت مدینہ: ہجرت کا واقعہ نہایت عبرت انگیز ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ ہجرت کرنا چاہتی تھیں۔ (ان کا بچہ سلمہ بھی ساتھ تھا) لیکن (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے) قبیلہ نے مزاحمت کی تھی' اس لیے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ان کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے اور یہ اپنے گھر واپس آگئیں تھیں۔ (ادھر سلمہ رضی اللہ عنہ کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے چھین لے گئے) اس لیے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اور بھی تکلیف تھی۔ چنانچہ روزانہ گھبرا کر گھر سے نکل جاتیں اور ابطح میں بیٹھ کر رویا کرتیں تھیں۔ سات آٹھ دن تک یہ حالت رہی اور خاندان کے لوگوں کو احساس تک نہ ہوا۔

ایک دن ابطح سے ان کے خاندان کا ایک شخص نکلا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو روتے ہوئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیکھا تو اس کا دل بھر آیا۔ گھر آکر لوگوں سے کہا کہ اس غریب پر ظلم کیوں کرتے ہو؟ اس کو جانے دو اور اس کا بچہ اس کے حوالے کر دو۔ روانگی کی اجازت ملی تو بچے کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہو گئیں اور مدینہ کا راستہ لیا۔ چونکہ وہ بالکل تنہا تھیں یعنی کوئی مرد ساتھ نہ تھا' تنعیم میں عثمان بن طلحہ (کلید بردار کعبہ) کی نظر پڑی' بولا کدھر کا قصد ہے؟ کہا مدینے کا۔ پوچھا کوئی ساتھ بھی ہے؟ جواب میں بولیں اللہ اور یہ بچہ۔ عثمان نے کہا یہ نہیں ہو سکتا' تم تنہا کبھی نہیں جا سکتیں۔ یہ کہہ کر اونٹ کی مہار پکڑی اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ رستہ میں جب کہیں ٹھہرتا تو اونٹ کو بٹھا کر کسی درخت کے نیچے چلا جاتا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اتر پڑتیں۔ روانگی کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھ کر ہٹ جاتا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہتا کہ سوار ہو جاؤ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا شریف آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ غرض مختلف منزلوں پر قیام کرتا ہوا مدینہ لایا۔ قبا کی آبادی پر نظر پڑی تو بولا اب تم اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ' وہ یہیں مقیم ہیں۔ یہ ادھر روانہ ہوئیں اور عثمان نے مکہ کا راستہ لیا۔ (زرقانی جلد-۳' ص-۲۷۲' ۲۷۳)

قبا پہنچیں تو لوگ ان کا حال پوچھتے تھے اور جب یہ اپنے باپ کا نام بتاتیں تو ان کو یقین نہیں آتا تھا۔ (یہ حیرت ان کے تنہا سفر کرنے پر تھی۔ شرفاء کی عورتیں اس طرح باہر نکلنے کی جرات نہیں کرتی تھیں) اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا مجبوراً خاموش ہوتی تھیں۔ لیکن جب کچھ لوگ حج کے ارادہ سے مکہ روانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے گھر رقعہ بھجوایا تو اس وقت لوگوں کو یقین ہوا کہ وہ واقعی ابو امیہ کی بیٹی ہیں۔ ابو امیہ چونکہ قریش کے نہایت مشہور اور معزز شخص تھے' اس لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ (مسند ابن حنبل جلد-۶' ص-۳۰۷)

وفات ابو سلمہ رضی اللہ عنہ' نکاح ثانی اور خانگی حالات: کچھ زمانہ تک شوہر کا ساتھ رہا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بڑے شہ سوار تھے' بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں چند زخم کھائے جن کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکے۔ جمادی الثانی سنہ-۴ھ میں ان کا زخم پھٹا اور اسی صدمہ سے وفات پائی۔ (زرقانی جلد-۳' ص-۲۷۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچیں اور وفات کی خبر سنائی اور آنحضرت ﷺ خود ان کے مکان پر تشریف لائے' گھر میں کہرام مچا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں ہائے غربت میں یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیسی موت ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صبر کرو' ان کی مغفرت کی دعا مانگو اور یہ کہو کہ الٰہی ان سے بہتر ان کا جانشین عطا کر۔ اس کے بعد ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر تشریف لائے اور جنازہ کی نماز نہایت اہتمام سے پڑھی گئی۔ آنحضرت ﷺ نے نو (۹) تکبیریں کہیں۔ لوگوں نے نماز کے بعد پوچھا یارسول اللہ! (ﷺ) آپ کو سہو تو نہیں ہوا؟ فرمایا یہ ہزار تکبیروں کے مستحق تھے۔ وفات کے وقت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے خود دست مبارک سے آنکھیں بند کیں اور ان کی مغفرت کی دعا مانگی۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد عدت گزر گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا پیغام لے کر پہنچے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے چند عذر ہیں۔ (۱) میں سخت غیور عورت ہوں (۲) صاحب عیال ہوں (۳) میرا سن زیادہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سب زحمتوں کو گوارا فرمایا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اب عذر کیا ہو سکتا تھا؟ اپنے لڑکے سے (جن کا نام عمر تھا) کہا اٹھو اور رسول اللہ ﷺ سے میرا نکاح کرو۔ (سنن نسائی ص-۵۱)

شوال سنہ-۴ھ کی اخیر تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی موت سے جو شدید صدمہ ہوا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کو ابدی مسرت سے تبدیل کر دیا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے:

فلما فی ابوسلمة ذکرت الذی کان حدثنی فقلت فلما اردت ان اقول اللّٰھم عضنی خیر امنه قلت فی نفسی اعاض خیرا من ابی سلمة ثم قلتھا فعاضنی اللّٰه محمد صلی اللّٰه علیه وسلم۔	جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو میں نے وہ حدیث یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے اور میں نے دعا شروع کی تو جب میں یہ کہنا چاہتی کہ الٰہی مجھے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر جانشین دے تو دل کہتا کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون مل سکتا ہے؟ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کیا تو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے جانشین آنحضرت ﷺ ہوئے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کو دو چکیاں' گھڑا اور چمڑے کا تکیہ جس میں خرمے کی چھال بھری تھی' عنایت فرمایا۔ یہی سامان اور بیویوں کو بھی عنایت ہوا تھا۔ (مسند جلد-۶' ص-۹۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہت حیادار تھیں' ابتداء جب آنحضرت ﷺ مکان پر تشریف لاتے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرط غیرت سے لڑکی (زینب) کو گود میں بٹھا لیتیں۔ آپ یہ دیکھ کر واپس جاتے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی تھے' معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور لڑکی کو چھین کر لے گئے۔ (مسند جلد ۶' ص ۹۵)

لیکن بعد میں یہ بات کم ہوتی گئی اور جس طرح دوسری بیویاں رہتی تھیں' وہ بھی رہنے لگیں۔ نکاح سے قبل آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑا رشک ہوا۔ ابن سعد میں ان سے جو روایت منقول ہے' اس میں یہ فقرہ بھی ہے: حزنت حزنا شدیدا یعنی "مجھ کو سخت غم ہوا۔" (طبقات ابن سعد جلد ۸' ص ۲۴۱)

آنحضرت ﷺ کو ان سے بے حد محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک موقعہ پر جب تمام ازواج مطہرات کو (سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے) حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا تھا تو انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کو اپنا سفیر بنا کر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے۔ ایک میں حضرت عائشہ' حفصہ' صفیہ اور سودہ رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔ دوسرے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور باقی ازواج تھیں۔ چونکہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ محبوب رکھتے تھے' اس لیے لوگ ان ہی کی باری میں ہدیے بھیجتے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جماعت نے ان سے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح ہم بھی سب کی بھلائی کے خواہاں ہیں۔ اس بناء پر رسول اللہ ﷺ جس کے مکان میں بھی ہوں' لوگوں کو ہدیہ بھیجنا چاہیے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ شکایت کی تو آپ ﷺ نے دو مرتبہ اعراض فرمایا' تیسری مرتبہ کہا ام سلمہ! عائشہ کے معاملہ میں مجھے اذیت نہ پہنچاؤ۔ کیونکہ ان کے سوا تم میں کوئی بیوی ایسی نہیں ہے جس کے لحاف میں میرے پاس وحی آئی ہو۔ (صحیح بخاری جلد ۱' ص ۵۳۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اتوب الی اللہ عزوجل من اذاک یارسول اللہ یعنی "میں آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے سے اللہ سے توبہ کرتی ہوں۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنحضرت ﷺ شب باش ہوتے تو ان کا بچھونا حضور ﷺ کی جائے نماز کے سامنے بچھتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نماز پڑھا کرتے اور یہ سامنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوتی تھیں۔ (مسند جلد۔۶' ص۔۳۲۲)

آنحضرت ﷺ کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے مشہور غلام ہیں' دراصل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ ان کو آزاد کیا تو یہ شرط کی کہ جب تک آنحضرت ﷺ زندہ رہیں تم پر ان کی خدمت لازمی ہو گی۔ (مسند جلد۔۶' ص۔۳۱۶)

عام حالات: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشہور واقعات زندگی یہ ہیں: غزوہ خندق میں اگرچہ وہ شریک نہ تھیں' تاہم اس قدر قریب تھیں کہ آنحضرت ﷺ کی گفتگو اچھی طرح سنتی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ مجھے وہ وقت خوب یاد ہے کہ جب سینہ مبارک غبار سے اٹا ہوا تھا اور آپ لوگوں کو اینٹیں اٹھا اٹھا کر دیتے اور اشعار پڑھ رہے تھے کہ دفعتاً عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی۔ فرمایا (افسوس) "ابن سمیہ تجھ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔" (مسند جلد۔۶' ص۔۲۸۹)

محاصرہ بنو قریظہ سنہ۔۵ھ میں یہود سے گفتگو کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ اثنائے مشورہ میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتلایا کہ تم لوگ قتل کئے جاؤ گے لیکن بعد میں اس کو افشائے راز سمجھ کر اس قدر نادم ہوئے کہ مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا۔ چند دنوں تک یہی حالت رہی پھر توبہ قبول ہوئی۔ آنحضرت ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے کہ صبح کو مسکراتے ہوئے اٹھے تو بولیں اللہ آپ کو ہمیشہ ہنسائے' اس وقت ہنسنے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہو گئی۔ عرض کی تو کیا میں ان کو یہ مژدہ سنا دوں؟ فرمایا ہاں اگر چاہو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئیں اور پکار کر کہا "ابولبابہ مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہو گئی۔" اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام مدینہ امنڈ آیا۔ (زرقانی جلد۔۲' ص۔۳۰' ۵۳ وابن سعد جلد۔۲' ق۔۱' ص۔۵۴)

اسی سنہ میں آیت حجاب نازل ہوئی۔ اس سے پیشتر ازواج مطہرات بعض دور کے اعزہ و اقارب کے سامنے آیا کرتی تھیں۔ اب خاص خاص اعزہ کے علاوہ سب سے پردہ کرنے کا حکم ہوا۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ قبیلہ قریش کے ایک معزز صحابی اور دربار نبوی کے موذن تھے اور چونکہ نابینا تھے' اس لیے ازواج مطہرات کے حجروں میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن آئے تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "ان سے پردہ کرو۔ بولیں وہ تو نابینا ہیں۔ فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو، تم تو انہیں دیکھتی ہو۔" (مسند جلد-۶ ص-۲۹۶)

صلح حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں۔ صلح کے بعد آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں لیکن لوگ اس قدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا یہاں تک کہ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی ایک شخص بھی آمادہ نہ ہوا۔ (چونکہ معاہدہ کی تمام شرطیں بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں، اس لیے تمام لوگ رنجیدہ اور غصہ سے بے تاب تھے) آنحضرت ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیں۔ آپ نے باہر آکر قربانی کی اور بال منڈوائے۔ اب جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارا۔ ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا تھا اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ (صحیح بخاری جلد-۲، ص-۳۸۰)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ خیال علم النفس کے ایک بڑے مسئلہ کو واضح کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی میں ان کو کس درجہ کمال حاصل تھا۔ امام الحرمین فرمایا کرتے تھے کہ صنف نازک کی پوری تاریخ اصابت رائے کی ایسی عظیم الشان مثال نہیں پیش کر سکتی۔ (زرقانی جلد-۳، ص-۲۷۲) غزوہ خیبر میں شریک تھیں۔ مرحب کے دانتوں پر جب تلوار پڑی تو کرکراہٹ کی آواز ان کے کانوں میں آئی تھی۔ (استیعاب جلد-۲، ص-۸۰۳)

سنہ ۹ھ میں ایلاء کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہہ کی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی آئے۔ وہ ان کی عزیزہ تھیں، ان سے بھی گفتگو کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

عجبًا لک یاابن الخطاب خلت	عمر! تم ہر معاملہ میں دخل دینے لگے، یہاں تک
فی کل شئی حتی تبتغی ان	کہ اب رسول اللہ ﷺ اور ان کی ازواج کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تدخل بین رسول اللہ صلی اللہ معاملات میں بھی دخل دیتے ہو۔ (صحیح بخاری علیہ وسلم وازواجہ۔ جلد-۲' ص-۷۳۰)

چونکہ جواب نہایت خشک تھا' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ چپ ہو گئے اور اٹھ کر چلے آئے۔ رات کو یہ خبر مشہور ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دے دی۔ صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا تو آپ مسکرائے۔

حجتہ الوداع سنہ-۱۰ھ میں اگرچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا علیل تھیں تاہم ساتھ آئیں۔ بنہان (غلام) اونٹ کی مہار تھامے تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام مکاتب کے پاس اس قدر مال موجود ہو کہ وہ اس کو ادا کر کے آزاد ہو سکتا ہو تو اس سے پردہ ضروری ہو جاتا ہے۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۰۸' ۲۸۹) طواف کے متعلق فرمایا کہ جب نماز فجر قائم ہو' تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۲۱۹' ۲۲۰)

سنہ-۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے' مرض نے طول کھینچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اکثر آپ کو دیکھنے کے لیے جایا کرتی تھیں۔ ایک دن طبیعت زیادہ علیل ہوئی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا چیخ اٹھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ (طبقات جلد-۲' ق-۲' ص-۱۳)

ایک دن مرض میں شدت ہوئی تو ازواج نے دوا پلانی چاہی۔ چونکہ گوارا نہ تھی' آپ نے انکار فرمایا لیکن جب غشی طاری ہو گئی تو حضرت ام سلمہ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما نے دوا پلا دی۔ (بعض روایتوں میں ہے کہ ان دونوں نے اس کا مشورہ دیا تھا) (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۶۳۱' وطبقات جلد-۲' ق-۲' ص-۳۲)

اسی زمانہ میں ایک روز حضرت ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے جو حبشہ ہو آئی تھیں' وہاں کے عیسائی معبدوں اور ان کے مجسموں اور تصویروں کا تذکرہ کیا۔ (جو غالباً رومن کیتھولک گرجے ہوں گے) آپ نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا ہے تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ عزوجل کی نگاہ میں یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وفات سے پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کان میں باتیں کی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی وقت بے تابانہ پوچھنے لگیں لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے توقف کیا اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پوچھا۔ (طبقات جلد-۲' ق-۲' ص-۴۰)

سنہ ۶۱ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں۔ نہایت پریشان ہیں' سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے۔ پوچھا یارسول اللہ (ﷺ) کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا "حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل سے واپس آرہا ہوں۔" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیدار ہوئیں تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (صحیح ترمذی ص-۲۲۴) اسی حالت میں زبان سے نکلا' اہل عراق نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا' اللہ ان کو قتل کرے اور انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو ذلیل کیا' اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے۔ (مسند جلد-۶' ص-۲۹۸)

سنہ-۶۳ھ میں واقعہ حرہ کے بعد شاہی لشکر مکہ گیا' جہاں ابن زبیر رضی اللہ عنہ پناہ گزیں تھا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں ایسے لشکر کا تذکرہ فرمایا تھا' بعض کو شبہ ہوا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ بولیں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص مکہ میں پناہ لے گا اس کے مقابلہ میں جو لشکر آئے گا بیابان میں وہیں دھنس جائے گا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جو لوگ جبراً شریک کئے گئے ہوں گے وہ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق اٹھیں گے۔ حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ واقعہ مدینہ کے میدان میں پیش آئے گا۔ (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۴۹۳' ۴۹۴)

وفات : جس سال یعنی سنہ-۶۳ھ میں حرہ کا واقعہ پیش آیا' اسی سال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ اس وقت ۸۴ برس کی عمر تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔ (زرقانی جلد-۳' ص-۲۷۶) اس زمانہ میں ولید بن عتبہ (ابو سفیان کا پوتا) مدینہ کا گورنر تھا۔ چونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ وہ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائے' اس لیے وہ جنگل کی طرف نکل گیا اور اپنے بجائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ (طبری کبیر جلد-۳' ص-۲۴۴۳)

اولاد : حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر سے جو اولاد ہوئی اس کے نام یہ ہیں: (۱) سلمہ رضی اللہ عنہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

املہ سے کیا تھا۔ (۲) دوسرے لڑکے عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ آنحضرت ﷺ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح انہی نے کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فارس اور بحرین کے حاکم تھے۔

(۳) درہ' ان کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو کہ ازواج مطہرات میں داخل تھیں' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا ہم نے سنا ہے کہ آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر میں نے اس کو پرورش نہ بھی کیا ہوتا تو بھی وہ میرے لیے کسی طرح حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۷۶۴)

(۴) زینب کا پہلے نام برہ تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے زینب رکھا۔ (زرقانی جلد-۳' ص-۲۷۳)

حلیہ : اصابہ میں ہے: کانت ام سلمة موصوفة بالجمال البارع یعنی "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت حسین تھیں۔"

ابن سعد (جلد-۸' ص-٦٦) نے روایت کی ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حسن کا حال معلوم ہوا تو سخت پریشان ہوئیں مگر یہ واقدی کی روایت ہے جو چنداں قابل اعتبار نہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بال نہایت گھنے تھے۔ (مسند جلد-٦' ص-۲۸۹)

فضل و کمال : علمی حیثیت سے اگرچہ تمام ازواج بلند مرتبہ تھیں۔ تاہم حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا ان میں کوئی جواب نہ تھا۔ چنانچہ محمود بن لبید کہتے ہیں:

كان ازواج النبی صلی الله علیه وسلم یحفظن من حدیث النبی صلی الله علیه وسلم کثیراً ولا مثلاً لعائشة وام سلمة۔	آنحضرت ﷺ کی ازواج احادیث کا مخزن تھیں۔ تاہم عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا ان میں کوئی حریف مقابل نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد جلد-۲' ق-۲' ص-۳۶)

مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور اعلانیہ کہتا تھا:

کیف نسائل احدا وفینا ازواج النبی صلی الله علیه وسلم۔ "آنحضرت ﷺ کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔" (مسند جلد-٦' ص-۳۱۷)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما دریائے علم ہونے کے باوجود ان کے دریائے فیض سے مستغنی نہ تھے۔ تابعین کرام کا ایک بڑا گروہ ان کے آستانہ فضل پر سربر تھا۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۴۳)

قرآن اچھا پڑھتیں اور آنحضرت ﷺ کے طرز پر پڑھ سکتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا آنحضرت ﷺ کیونکر قرأت کرتے تھے؟ بولیں ایک ایک آیت الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔ اس کے بعد خود پڑھ کر بتلایا۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۰۱' ۳۰۲)

حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ ان سے ۳۷۸ روایتیں مروی ہیں۔ اس بناء پر وہ محدثین صحابہ رضی اللہ عنہم کے تیسرے طبقہ میں شامل ہیں۔

حدیث سننے کا بڑا شوق تھا۔ ایک دن بال گوندوا رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ زبان مبارک سے یاایھا الناس! (اے لوگو) کا لفظ نکلا تو فوراً بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سنا۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۰۱)

مجتہد تھیں۔ صاحب اصابہ نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے: صاحب العقل البالغ والرائی الصائب یعنی "وہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں۔" (اصابہ جلد-۸' ص-۲۴۱)

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ ان کے فتاویٰ اگر جمع کیے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ (اعلام الموقعین جلد-۱' ص-۱۳) ان کے فتاویٰ کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً متفق علیہ ہیں اور یہ ان کی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کا کرشمہ ہے۔ ان کی نکتہ سنجی پر ذیل کے واقعات شاہد ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ مروان نے پوچھا آپ یہ نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ بولے آنحضرت ﷺ بھی پڑھتے تھے۔ چونکہ انہوں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ میں سنی تھی۔ مروان نے ان کے پاس تصدیق کے لیے آدمی بھیجا۔ انہوں نے کہا مجھ کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث پہنچی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی گیا اور یہ قول نقل کیا تو بولیں:

یغفر اللہ العائشة لقد وضعت امری علی غیر موضعه۔ "اللہ تعالیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مغفرت کرے۔ انہوں نے بات نہیں سمجھی۔" (مسند احمد جلد-۶' ص-۲۹۹' یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی ہے۔ جلد-۲' ص-۲۲۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

او لم اخبرھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد نھی عنھما۔ "کیا میں نے ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔" (مسند احمد جلد ۶، ص۔ ۳۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رمضان میں جنابت کا غسل فوراً صبح اٹھ کر کرنا چاہیے ورنہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک شخص نے جا کر حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ دونوں نے کہا کہ خود آنحضرت ﷺ جنابت کی حالت میں روزہ سے ہوتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو رنگ فق ہو گیا۔ اس خیال سے رجوع کیا اور کہا کہ میں کیا کروں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کو زیادہ علم ہے۔ (مسند احمد جلد۔ ۶، ص۔ ۳۰۶، ۳۰۷) اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا۔ (ایضاً ص۔ ۳۰۶)

ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کی اندرونی زندگی کے متعلق کچھ ارشاد کیجئے؟ فرمایا آپ ﷺ کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا، فرمایا تم نے بہت اچھا کیا۔ (مسند جلد۔ ۶، ص۔ ۳۰۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جواب صاف دیتی تھیں اور کوشش کرتی تھیں کہ سائل کو تشفی ہو جائے۔ ایک دفعہ کسی شخص کو مسئلہ بتایا۔ وہ ان کے پاس سے اٹھ کر دوسری ازواج کے پاس گیا، سب نے ایک ہی جواب دیا۔ واپس آکر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر سنائی تو بولیں نعم واشفیک، ٹھہرو میں تمہاری تشفی کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے۔ (مسند احمد جلد۔ ۶، ص۔ ۳۰۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حدیث و فقہ کے علاوہ اسرار کا بھی علم تھا اور یہ وہ فن تھا جس کے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ عالم خصوصی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو بولیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بعض صحابی ایسے ہیں جن کو نہ میں اپنے انتقال کے بعد دیکھوں گا، نہ وہ مجھ کو دیکھیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ گھبرا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور کہا اللہ کی قسم! سچ سچ کہنا کیا میں انہی میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوں؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا نہیں لیکن تمہارے علاوہ میں کسی کو مستثنٰی نہیں کروں گی۔ (مسند احمد جلد-۶' ص-۲۹۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا' ان کی ایک بڑی جماعت ہے۔ ہم صرف چند ناموں پر اکتفا کرتے ہیں: عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ' اسامہ بن زید' ہند بنت الحارث الفراسیتہ' صفیہ بنت شیبہ' عمرؓ' زینب (اولاد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) مصعب بن عبداللہ (برادر زادہ) بنہان (غلام مکاتب) عبداللہ بن رافع' نافع' شعبہ پسر شعبہ' ابوکثیر' خیرہ والدہ حسن بصری' سلیمان بن یسار' ابوعثمان النہدی' حمید' ابوسلمہ' سعید بن مسیب' ابووائل' صفیہ بنت محصن شعبی' عبدالرحمٰن ابن حارث بن ہشام' عکرمہ' ابوبکر بن عبدالرحمٰن' عثمان بن عبداللہ' ابن موہب' عروہ بن زبیر' کریب مولی ابن عباس' قبیصہ بن ذویب' نافع مولا ابن عمرؓ' یعلی بن مملک۔ (مسند احمد جلد-۶' ص-۳۰۷)

اخلاق و عادات: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراض کیا تو اس کو توڑ ڈالا۔ (مسند احمد جلد-۶' ص-۳۱۵) ہر مہینہ میں تین دن (سوموار' جمعرات اور جمعہ) روزہ رکھتی تھیں۔ (مسند احمد جلد-۶' ص-۲۸۹) ثواب کی متلاشی رہتیں۔ ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھی اور وہ نہایت عمدگی سے ان کی پرورش کرتی تھیں۔ اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ کو اس کا کچھ ثواب بھی ملے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۱۹۸)

اچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں۔ آیت تطہیر انہی کے گھر نازل ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر کمبل اڑھلیا اور کہا الٰہی! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو پاک کر۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ دعا سنی تو بولیں یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں؟ ارشاد ہوا تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو۔ (صحیح ترمذی ص-۵۴۰)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں۔ نماز کے اوقات میں بعض امراء نے تغیرو تبدل کیا یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو تنبیہہ کی اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر جلد پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو۔ (مسند جلد-۶'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ص-۲۸۹)

ایک دن ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی- چونکہ سجدہ گاہ غبار آلود تھی' وہ سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑتے تھے- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روکا کہ یہ فعل آنحضرت ﷺ کی روش کے خلاف ہے- آنحضرت ﷺ کے ایک غلام نے ایک دفعہ ایسا کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ترب وجھک یعنی تیرا چہرہ اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو- (مسند جلد-۶' ص-۳۰۱)

فیاض تھیں اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں- ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آکر کہا اماں میرے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے- فرمایا بیٹا اس کو خرچ کرو' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے صحابہ ایسے ہیں جو مجھ کو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھیں گے- (مسند جلد-۶' ص-۲۹۰)

ایک مرتبہ چند فقراء جن میں عورتیں بھی تھیں' ان کے گھر آئے اور نہایت الحاح سے سوال کیا- ام الحسن بیٹھی تھیں' انہوں نے ڈانٹا لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم کو اس کا حکم نہیں ہے- اس کے بعد لونڈی سے کہا کہ ان کو کچھ دے کر رخصت کرو- کچھ نہ ہو تو ایک ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پر رکھ دو- (استیعاب جلد-۲' ص-۸۰۳)

آنحضرت ﷺ سے ان کو جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ آپ کے موئے مبارک تبرکاً رکھ چھوڑے تھے- جن کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں- (مسند احمد جلد-۶' ص-۲۹۰)

آنحضرت ﷺ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ انہوں نے کہا یارسول اللہ! اس کا کیا سبب ہے کہ ہمارا قرآن میں ذکر نہیں تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی: ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات- (مسند احمد جلد-۶' ص-۳۰۱)

مناقب: ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں- حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور باتیں کرتے رہے- ان کے جانے کے بعد آپ نے پوچھا ان کو جانتی ہو؟ بولیں دحیہ تھے- لیکن جب آپ نے اس واقعہ کو لوگوں سے بیان کیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے- (غالباً یہ نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہے) (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۲۴۱ مطبوعہ مصر)

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۷) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام و نسب: زینب نام' ام الحکیم کنیت' قبیلہ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن سعد بن خزیمہ۔ والدہ کا نام امیمہ تھا جو عبدالمطلب جد رسول اللہ ﷺ کی دختر تھیں۔ اس بناء پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

قبول اسلام: نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام لائیں۔ اسد الغابہ (جلد-۵' ص-۴۶۳) میں ہے: کانت قدیمة الاسلام یعنی "قدیم اسلام تھیں۔"

نکاح: آنحضرت ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ حضرت زید بن حارثہ آپ کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ تھے۔ اسلام نے دنیا میں مساوات کی جو تعلیم رائج کی ہے اور پست و بلند کو جس طرح ایک جگہ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے' اگرچہ تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں لیکن یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس سے عملی تعلیم کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ قریش اور خصوصاً خاندان ہاشم کو تولیت کعبہ کی وجہ سے عرب میں جو درجہ حاصل تھا' اس کے لحاظ سے شاہان یمن بھی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اسلام نے محض تقویٰ کو بزرگی کا معیار قرار دیا اور فخر و ادعاء کو جاہلیت کا شعار ٹھہرایا ہے۔ اس بناء پر اگرچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بظاہر غلام تھے' تاہم چونکہ وہ مسلمان اور مرد صالح تھے' اس لیے آنحضرت ﷺ کو ان کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عقد کر دینے میں کوئی تکلف نہیں ہوئی۔ تعلیم مساوات کے علاوہ اس نکاح کا ایک مقصد اور بھی تھا جو اسد الغابہ (جلد-۵' ص-۴۶۳) میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے: تزوجها ليعلمها كتاب الله وسنة رسوله یعنی آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح زید رضی اللہ عنہ سے اس لیے کیا تھا کہ ان کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیں۔

تقریباً ایک سال تک دونوں کا ساتھ رہا لیکن پھر تعلقات قائم نہ رہ سکے اور شکر رنجی بڑھتی گئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں شکایت کی اور طلاق دے دینا چاہا۔ (صحیح ترمذی ص-۵۳۶)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جاء زید بن حارثہ فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان زینب اشتد علی لسانھا وانا ارید ان اطلقھا۔

زید رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ زینب (رضی اللہ عنہا) مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں اور میں ان کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ (فتح الباری جلد۔۸' ص۔۴۰۳۔ تفسیر سورہ احزاب)

لیکن آنحضرت ﷺ بار بار ان کو سمجھاتے تھے کہ طلاق نہ دیں۔ قرآن مجید میں ہے:

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ۔ (الاحزاب۔۵)

اور جب کہ تم اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا' یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں لئے رہو اور اللہ سے خوف کرو۔

لیکن یہ کسی طرح صحبت برآ نہ ہو سکے اور آخر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور آپ ہی کی تربیت میں پلی تھیں۔ آپ کے فرمانے سے انہوں نے یہ رشتہ منظور کر لیا تھا جو ان کے نزدیک ان کے خلاف شان تھا۔ (چونکہ زید رضی اللہ عنہ غلام رہ چکے تھے' اس لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ نسبت گوارا نہ تھی) بہرحال وہ مطلقہ ہو گئیں تو آپ نے ان کی دلجوئی کے لیے خود ان سے نکاح کر لینا چاہا لیکن عرب میں اس وقت تک متبنیٰ اصلی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا' اس لیے عام لوگوں کے خیال سے آپ تامل فرماتے تھے لیکن چونکہ یہ محض جاہلیت کی رسم تھی اور اس کا مٹانا مقصود تھا' اس لیے یہ آیت نازل ہوئی:

وتخفی فی نفسک مااللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ۔ (احزاب۔۵)

اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو اللہ ظاہر کر دینے والا ہے اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنا اللہ سے چاہیے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم زینب رضی اللہ عنہا کے پاس میرا پیغام لے کر جاؤ۔ زید رضی اللہ عنہ ان کے گھر آئے تو وہ آٹا گوندھنے میں مصروف تھیں۔ چاہا کہ ان کی طرف دیکھیں لیکن پھر کچھ سوچ کر منہ پھیر لیا اور کہا زینب (رضی اللہ عنہا) رسول اکرم ﷺ کا پیغام لایا ہوں۔ جواب ملا میں بغیر استخارہ کیے کوئی رائے قائم نہیں کرتی۔ یہ کہا اور مصلے پر کھڑی ہو گئیں اور ادھر رسول اللہ ﷺ پر وحی آئی: "فلما قضی زید منھا وطرا زوجنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہا" اور نکاح ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے اور بلا اجازت اندر چلے گئے۔

دن چڑھے دعوت ولیمہ ہوئی جو اسلام کی سادگی کی اصلی تصویر تھی۔ اس میں روٹی اور سالن کا انتظام تھا۔ انصار میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جو آنحضرت ﷺ کی خالہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں' انہوں نے ملیدہ بھیجا تھا۔ غرض سب چیزیں جمع ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے بلانے کے لیے بھیجا۔ ۳۰۰ آدمی شریک دعوت ہوئے۔ کھانے کے وقت آنحضرت ﷺ نے دس دس آدمیوں کی ٹولیاں کر دی تھیں۔ باری باری آتے اور کھانا کھا کر واپس جاتے تھے۔

اسی دعوت میں آیت حجاب اتری۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ چند آدمی مدعو تھے' کھانا کھا کر باتیں کرنے لگے اور اس قدر دیر لگائی کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ فرط مروت سے خاموش تھے۔ بار بار اندر جاتے اور باہر آتے تھے۔ اسی مکان میں زینب رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی تھیں اور ان کا منہ دیوار کی طرف تھا۔

آنحضرت ﷺ کی آمدورفت کو دیکھ کر بعضوں کو خیال ہوا اور اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی جبکہ آپ دوسری ازواج کے مکان میں تھے۔ آپ باہر تشریف لائے تو وحی کی زبان اس طرح گویا ہوئی:

یاایها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی طعام غیر نظرین انه ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذالکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واذا سالتموهن متاعا فسئلوهن من وراء حجاب۔ (احزاب۔۷)	اے ایمان والو! نبی کے گھروں پر مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے۔ ایسے طور پر کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔ اس بات سے نبی کو ناگواری پیدا ہوتی ہے۔ سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا ہے اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر مانگو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آپ نے دروازہ پر پردہ لٹکا دیا اور لوگوں کو گھر کے اندر جانے کی ممانعت ہو گئی- یہ ذوالقعدہ سنہ ۵ھ کا واقعہ ہے-

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کی چند خصوصیتیں ہیں جو اوروں میں نہیں پائی جاتیں- ان کے نکاح سے جاہلیت کی ایک رسم مٹ گئی کہ متبنی اصلی بیٹے کا حکم رکھتا ہے- مساوات اسلامی کا وہ عظیم الشان منظر نظر آیا کہ آزاد و غلام کی تمیز اٹھ گئی- پردہ کا حکم ہوا- نکاح کے لیے وحی الٰہی آئی- ولیمہ میں تکلف ہوا- اسی بناء پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا باقی ازواج کے مقابلہ میں فخر کیا کرتی تھیں- (ترمذی ص-۵۳۱' واسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۶۳)

ازواج مطہرات میں جو بیویاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھیں' ان میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا خصوصیت کے ساتھ ممتاز تھیں- خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

هي التي كانت تساميني منهن في المنزلة عند رسول الله صلى الله عليه وسلم- ازواج میں سے وہی رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں عزت و مرتبہ میں میرا مقابلہ کرتی تھیں- (صحیح مسلم باب فضل عائشہ)

آنحضرت ﷺ کو بھی ان کی خاطرداری منظور رہتی تھی- یہی وجہ تھی کہ جب چند ازواج نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو سفیر بنا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور وہ ناکام واپس آئیں تو سب نے اس خدمت (سفارت) کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا کیونکہ وہ اس خدمت کے لیے زیادہ موزوں تھیں- انہوں نے بڑی دلیری سے پیغام ادا کیا اور بڑے زور کے ساتھ یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس رتبہ کی مستحق نہیں ہیں- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چپ سن رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کی طرف دیکھتی جاتی تھیں- حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب تقریر کر چکیں تو مرضی پا کر کھڑی ہوئیں اور اس زور شور کے ساتھ تقریر کی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا لاجواب ہو کر رہ گئیں- آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیوں نہ ہو ابوبکر(رضی اللہ عنہ) کی بیٹی ہے- (صحیح مسلم فضل عائشہ)

وفات: آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا تھا اسرعكن لحاقابي اطولكن يدا یعنی "تم میں مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہو گا"

یہ استعارتاً فیاضی کی طرف اشارہ تھا لیکن ازواج مطہرات اس کو حقیقت سمجھیں- چنانچہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باہم اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی فیاضی کی بناء پر اس پیشین گوئی کا مصداق ثابت ہوئیں۔ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے انتقال کیا۔ کفن کا خود سامان کر لیا تھا اور وصیت کی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کفن دیں تو ان میں سے ایک کو صدقہ کر دینا۔ چنانچہ وصیت پوری کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ازواج مطہرات سے دریافت کیا کہ کون قبر میں داخل ہو گا؟ انہوں نے کہا وہ شخص جو ان کے گھر میں داخل ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اسامہ بن زید' محمد بن عبداللہ بن جحش' عبداللہ بن ابی احمد بن جحش رضی اللہ عنہا نے ان کو قبر میں اتارا اور بقیع میں سپرد خاک کیا۔ (صحیح بخاری جلد ۱' ص ۱۹۱' صحیح مسلم جلد ۲' ص ۳۴۱' واسد الغابہ جلد ۵' ص ۴۶۵)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سنہ ۲۰ھ میں انتقال کیا اور ۵۳ برس کی عمر پائی۔ واقدی نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جس وقت نکاح ہوا' اس وقت ۳۵ سال کی تھیں لیکن یہ عام روایت کے خلاف ہے۔ عام روایت کے مطابق ان کا سن ۳۸ سال کا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے مال متروکہ میں صرف ایک مکان یادگار چھوڑا تھا جس کو ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ حکومت میں پچاس ہزار درہم پر خرید کیا اور مسجد نبوی ﷺ میں شامل کر دیا گیا۔ (طبری جلد ۳' ص ۲۴۴۹)

حلیہ : حضرت زینب رضی اللہ عنہا کوتاہ قامت لیکن خوبصورت اور موزوں اندام تھیں۔ (زرقانی جلد ۳' ص ۲۸۳)

فضل و کمال : روایتیں کم بیان کرتی تھیں۔ کتب حدیث میں ان سے صرف گیارہ روایتیں منقول ہیں۔ راویوں میں حضرت ام حبیبہ' زینب بنت ابی سلمہ' محمد بن عبداللہ بن جحش (برادر زادہ) کلثوم بنت طلق اور مذکور (غلام) داخل ہیں۔

اخلاق : حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كانت زينب صالحة صوامة قوامة یعنی "حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) نیک خو روزہ دار اور نماز گزار تھیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لم ارا امرأة قط خيرا فى الدين من زينب واتقى الله واصدق حديثا و اوصل للرحم واعظم صدقة واشد ابتذالا لنفسها فى العمل الذى تصدق به وتقرب به الى الله ما عدا سورة من حدة كانت فيها تسرع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منہا الفیئۃ۔

(ترجمہ) "میں نے کوئی عورت زینب (رضی اللہ عنہا) سے زیادہ دیندار' زیادہ پرہیزگار' زیادہ راست گفتار' زیادہ فیاض' مخیر اور اللہ کی رضاجوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔ فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔" (مسلم جلد۔۲' ص۔۳۳۵ فضل عائشہ)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا زہد و تورع میں یہ حال تھا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا گیا اور اس اتہام میں خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن حمنہ رضی اللہ عنہا شریک تھیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اخلاقی حالت دریافت کی تو انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا: ما علمت الا خیراً یعنی "مجھ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھلائی کے سوا کوئی چیز کا علم نہیں۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے اس صدق و قرار حق کا اعتراف کرنا پڑا۔

عبادت میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ مہاجرین پر کچھ مال تقسیم کر رہے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس معاملہ میں کچھ بول اٹھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے درگزر کرو یہ اواہ (یعنی خاشع و متضرع) ہیں۔ (اصابہ جلد۔۸' ص۔۹۳)

نہایت قانع اور فیاض طبع تھیں۔ خود اپنے دست و بازو سے معاش پیدا کرتی تھیں اور اس کو اللہ کی راہ میں لٹا دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقراء اور مساکین میں سخت کھلبلی پیدا ہو گئی اور وہ گھبرا گئے۔ (اصابہ جلد۔۸' ص۔۹۳ بحوالہ ابن سعد)

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا سالانہ نفقہ بھیجا۔ انہوں نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ میرے خاندانی رشتہ داروں اور یتیموں کو تقسیم کر دو۔ برزہ نے کہا آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے؟ انہوں نے کہا کپڑے کے نیچے جو کچھ ہو' وہ تمہارا ہے۔ دیکھا تو پچاسی درہم نکلے۔ جب تمام مال تقسیم ہو چکا تو دعا کی کہ الٰہی اس سال کے بعد میں عمر (رضی اللہ عنہ) کے عطیہ سے فائدہ نہ اٹھاؤں۔ دعا قبول ہوئی اور اسی سال انتقال ہو گیا۔ (ابن سعد جلد۔۸' ص۔۷۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۸) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: جویریہ نام' قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جزیمہ (مصطلق) بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو مزیقیاء۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار خاندان بنو مصطلق کے سردار تھے۔

(طبقات جلد-۲' ق-۱' ص-۴۵)

نکاح: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں مسافع بن صفوان (ذی شفر) سے ہوا تھا۔

غزوۂ مریسیع اور نکاح ثانی: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ اور شوہر مسافع دونوں دشمن اسلام تھے۔ چنانچہ حارث نے قریش کے اشارہ سے یا خود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تو مزید تحقیقات کے لیے بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ انہوں نے واپس آکر خبر کی تصدیق کی۔ آپ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا۔ ۲ شعبان سنہ ۵ھ کو فوجیں مدینہ سے روانہ ہوئیں اور مریسیع میں جو مدینہ منورہ سے ۹ منزل ہے' پہنچ کر قیام کیا۔ لیکن حارث کو یہ خبریں پہلے سے پہنچ چکی تھیں۔ اس لیے اس کی جمعیت منتشر ہو گئی اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا لیکن مریسیع میں جو لوگ آباد تھے' انہوں نے صف آرائی کی تھوڑی دیر تک جم کر تیر برساتے رہے۔ مسلمانوں نے دفعتاً ایک ساتھ حملہ کیا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ گیارہ آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار ہو گئے جن کی تعداد تقریباً چھ سو (۶۰۰) تھی۔ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔

لڑائی میں جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ابن اسحق کی روایت ہے جو بعض حدیث کی کتابوں میں بھی ہے کہ تمام اسیران جنگ لونڈی غلام بنا کر تقسیم کر دیئے گئے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے ثابت رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مکاتبت کر لو یعنی مجھ سے کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دو۔ ثابت رضی اللہ عنہ نے منظور کیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ... کے پاس روپیہ نہ تھا چاہا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ لوگوں سے روپیہ مانگ کر یہ رقم ادا کریں' آنحضرت ﷺ کے پاس بھی آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں۔

ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی روایت کی ہے جو یقیناً ان کی ذاتی رائے ہے کہ چونکہ جویریہ رضی اللہ عنہا نہایت شیریں ادا تھیں۔ میں نے ان کو آنحضرت ﷺ کے پاس جاتے دیکھا تو سمجھا کہ آنحضرت ﷺ پر بھی ان کے حسن و جمال کا وہی اثر ہو گا جو مجھ پر ہوا۔ غرض وہ آنحضرت ﷺ کے پاس گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں؟ انہوں نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے میں روپیہ ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ آپ نے تنہا وہ رقم ادا کر دی اور ان سے شادی کر لی۔ لیکن دوسری روایت میں اس سے زیادہ واضح بیان مذکور ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ (حارث) رئیس عرب تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جب گرفتار ہوئیں تو حارث آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی۔ میری شان اس سے بالاتر ہے۔ میں اپنے قبیلہ کا سردار اور رئیس عرب ہوں۔ آپ اس کو آزاد کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ خود جویریہ رضی اللہ عنہا کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارث نے جا کر جویریہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے تیری مرضی پر رکھا ہے' دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔

ابن سعد نے طبقات میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد نے ان کا زر فدیہ ادا کیا اور جب وہ آزاد ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ (ابن سعد جلد ۸' ص ۸۳)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ نے نکاح کیا تو تمام اسیران جنگ جو اہل فوج کے حصہ میں آگئے تھے' دفعتاً رہا کر دیئے گئے۔ فوج نے کہا کہ جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے شادی کر لی' وہ غلام نہیں ہو سکتا۔ (ابوداؤد کتاب العتاق جلد ۲' ص ۱۰۵' وطبقات جلد ۲' ق ۱' ص ۴۴' وصحیح مسلم جلد ۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کو جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا۔ ان کے سبب سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیئے گئے۔ (اسد الغابہ جلد۵' ص۴۲۰) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا' آنحضرت ﷺ نے بدل کر جویریہ رضی اللہ عنہا رکھا کیونکہ اس میں بدفالی تھی۔ (صحیح مسلم جلد۲' ص۲۳۶)

وفات: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ربیع الاول سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ برس کی تھی۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حلیہ: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا خوبصورت اور موزوں اندام تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: كانت امرأة حلوة ملاحة لا يراها احدا لا اخذت بنفسه۔ (اسد الغابہ جلد۵' ص۴۲۰)

فضل و کمال: آنحضرت ﷺ سے چند احادیث روایت کیں۔ ان سے حسب ذیل بزرگوں نے حدیث سنی ہے۔ ابن عباس' جابر' ابن عمر' عبید بن السباق' طفیل' ابو ایوب مراغی' کلثوم' ابن مصطلق' عبداللہ بن شداد بن الہاد' کریب۔

اخلاق: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک دن صبح کو مسجد میں دعا کر رہی تھیں' آنحضرت ﷺ گزرے اور دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ دوپہر کے قریب آئے تب بھی ان کو اسی حالت میں پایا۔ (صحیح ترمذی ص۵۹۰)

جمعہ کے دن آنحضرت ﷺ ان کے گھر تشریف لائے تو روزہ سے تھیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کل روزہ سے تھیں؟ بولیں نہیں فرمایا تو کل رکھو گی؟ جواب ملا نہیں۔ ارشاد ہوا تو پھر تم کو افطار کر لینا چاہیے۔ (صحیح بخاری جلد۱' ص۲۶۷)

دوسری روایتوں میں ہے کہ حضور ﷺ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔ ان تین دنوں میں ایک دن جمعہ کا ضرور ہوتا تھا۔ اس لیے تنہا جمعہ کے دن ایک روزہ رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ائمہ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے بھی جواز کی روایت ہے۔ بعض شافعیہ نے اس سے روکا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری جلد۴' ص۲۴۴) امام یوسف کے نزدیک احتیاط اس میں ہے کہ جمعہ کے روزہ کے ساتھ ایک روزہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اور ملا لیا جایا کرے۔ - (بذل المجہود جلد-۳' ص-۲۹۹) یہ بحث صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے متعلق ہے اور دنوں سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کو ان سے محبت تھی اور ان کے گھر آتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آکر پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملا میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے' اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ فرمایا اسے اٹھا لاؤ کیونکہ صدقہ جس کو دیا گیا تھا' اس کو پہنچ چکا۔ (صحیح مسلم جلد-۱' ص-۴۰۰)

○—☆☆☆—○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۹) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: رملہ نام' ام حبیبہ کنیت۔ سلسلہ نسب یہ ہے: رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔ والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ (اصابہ جلد ۸' ص۔۸۴)

نکاح: عبیداللہ بن جحش سے نکاح ہوا۔ وہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔ (اصابہ جلد ۸' ص۔۸۴)

قبول اسلام: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ہی کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور حبشہ کو ہجرت کی۔ حبشہ میں جا کر عبیداللہ نے عیسائی مذہب اختیار کیا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی کہا لیکن وہ اسلام پر قائم رہیں۔ اب وہ وقت آگیا کہ ان کو اسلام اور ہجرت کی فضیلت کے ساتھ ام المومنین بننے کا شرف بھی حاصل ہو۔ عبیداللہ نے عیسائی ہو کر بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنا شروع کی۔ شراب نوشی کی عادت ہو گئی' آخر ان کا انتقال ہو گیا۔ (زرقانی جلد ۳' ص ۲۷۰ بحوالہ ابن سعد)

نکاح ثانی: عدت کے دن ختم ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی خدمت میں بغرض نکاح بھیجا۔ جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ سے پیغام دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لیے لکھا ہے۔ انہوں نے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا اور اس مژدہ کے صلہ میں ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں دیں۔ جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کر کے خود نکاح پڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ نکاح کے بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں اور مدینہ کی بندرگاہ میں اتریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں تشریف رکھتے تھے۔ یہ سنہ ۶ھ یا سنہ ۷ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۶' ۳۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سال کی تھی۔ (مسند جلد ۶، ص ۴۲۷، و تاریخ طبری واقعات سنہ ۶ھ)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ ہم نے جو روایت لی ہے وہ مسند کی ہے اور مشہور روایتوں کے مطابق البتہ مہر کی تعداد میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے۔ عام روایت یہ ہے اور مستند میں بھی ہے کہ ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر چار چار سو درہم تھا۔ اس بناء پر چار سو دینار راوی کا سہو ہے۔ اس موقع پر ہم کو صحیح مسلم کی ایک روایت کی تنقید کرنا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ لوگ ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) کو نظر اٹھا کے دیکھنا اور ان کے پاس بیٹھنا ناپسند کرتے تھے۔ اس بناء پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کی درخواست کی جن میں ایک یہ بھی تھی کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔ (صحیح مسلم جلد ۲، ص ۳۶۱)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے وقت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں داخل نہیں ہوئی تھیں لیکن یہ راوی کا وہم ہے۔ چنانچہ ابن سعد، ابن حزم، ابن جوزی، ابن اثیر، بیہقی اور عبدالعظیم منذری نے اس کے خلاف روایتیں کی ہیں اور ابن سعد کے علاوہ سب نے اس روایت کی تردید کی ہے۔

وفات: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں سنہ ۴۴ھ میں انتقال کیا اور مدینہ میں دفن ہوئیں۔ اس وقت ۷۳ سال کی عمر تھی۔ قبر کے متعلق اس قدر معلوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھی۔ حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا کہ یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے۔ چنانچہ اس کو میں نے اسی جگہ رکھ دیا۔ (استیعاب جلد ۲، ص ۷۵۰)

وفات کے قریب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ سوکنوں میں باہم جو کچھ ہوتا ہے، وہ ہم لوگوں میں بھی کبھی ہو جایا کرتا تھا۔ اس لیے مجھ کو معاف کر دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی تو بولیں کہ تم نے مجھ کو خوش کیا اللہ تم کو خوش کرے۔ (استیعاب جلد ۲، ص ۷۵۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اولاد: پہلے شوہر سے دو بچے پیدا ہوئے' عبداللہ اور حبیبہ۔ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آغوش نبوت میں تربیت پائی اور داؤد بن عروہ بن مسعود کو منسوب ہوئیں جو قبیلہ ثقیف کے رئیس اعظم تھے۔

حلیہ: خوبصورت تھیں۔ صحیح مسلم میں خود ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زبانی منقول ہے: عندی احسن العرب واجمله ام حبیبه یعنی "میرے ہاں عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت موجود ہے۔" (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۳۶۱)

فضل و کمال: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی کتابوں میں ۶۵ روایتیں منقول ہیں۔ راویوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ بعض کے نام یہ ہیں: حبیبہ (دختر) معاویہ اور عتبہ پسران ابوسفیان' عبداللہ بن عتبہ' ابوسفیان بن سعید ثقفی (خواہر زادہ) سالم بن سوار (مولی ابوالجراح' صفیہ بنت شیبہ' زینب بنت ابوسلمہ' عروہ بن زبیر' ابوصالح السمان' شہر ابن حوشب۔

(اصابہ جلد-۸' ص-۸۵ بحوالہ ابن سعد جزء نساء ص-۷۷)

اخلاق: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے جوش ایمان کا یہ منظر قابل دید ہے کہ فتح مکہ سے قبل جب ان کے باپ (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) کفر کی حالت میں آنحضرت ﷺ کے پاس مدینہ آئے اور ان کے گھر گئے تو آنحضرت ﷺ کے بچھونے پر بیٹھنا چاہتے تھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر بچھونا الٹ دیا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ سخت برہم ہوئے کہ بچھونا اس قدر عزیز ہے۔ بولیں یہ آنحضرت ﷺ کا فرش ہے اور آپ مشرک ہیں اور اس بناء پر ناپاک ہیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۸۵ بحوالہ ابن سعد)

حدیث پر بہت شدت سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔ ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید بن المغیرہ آئے اور انہوں نے ستو کھا کر کلی کی تو بولیں تم کو وضو کرنا چاہیے کیونکہ جس چیز کو آگ پکائے اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے۔ (مسند جلد-۲' ص-۳۲۶)

(یہ حکم منسوخ ہے یعنی پہلے تھا پھر آنحضرت ﷺ نے اس کو باقی نہیں رکھا۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگ پر پکی ہوئی چیزیں کھاتے تھے۔ اور اگر پہلے سے وضو ہوتا تو دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے بلکہ پہلے ہی وضو سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اس قسم کی ایک حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں آ چکی ہے)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ابوسفیان ؓ کا انتقال ہوا تو خوشبو لگا کر رخساروں پر ملی اور کہا کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے کہ کسی پر تین دن سے زیادہ غم نہ کیا جائے۔ البتہ شوہر کے لیے چار مہینے دس دن سوگ کرنا چاہیے۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۸۰۳)

آنحضرت ﷺ سے ایک مرتبہ سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت روزانہ نفل پڑھے گا' اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ فرماتی ہیں اس کے بعد میں فما برحت اصلیھن ان کو ہمیشہ پڑھتی ہوں۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے شاگرد اور بھائی عتبہ اور شاگرد عمرو ابن اویس اور عمر کے شاگرد نعمان بن سلام سب اپنے اپنے زمانہ میں برابر یہ نمازیں پڑھتے تھے۔
(مسند جلد-۶' ص-۳۲۷)

فطرتاً نیک مزاج تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے کہا میری بہن سے آپ ﷺ نکاح کر لیجئے۔ فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے؟ بولیں ہاں میں ہی آپ ﷺ کی تنہا بیوی نہیں ہوں' اس لیے میں یہ پسند کرتی ہوں کہ آپ کے نکاح کی سعادت میں میرے ساتھ میری بہن بھی شریک ہو۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۷۶۴ باب وامھاتک اللاتی ارضعنکم ویحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب)

○—☆☆☆—○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: میمونہ نام، قبیلہ قریش سے تھیں۔ نسب یہ ہے: میمونہ بنت حارث بن حزن ابن بجیر بن ہزم بن رویبۃ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصیفۃ بن قیس بن غیلان بن مضر۔ والدہ قبیلہ حمیر سے تھیں۔ ان کا نام و نسب یہ ہے: ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطۃ بن جرش۔

نکاح: پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے نکاح ہوا لیکن کسی وجہ سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ (زرقانی جلد-۳، ص-۲۸۸) پھر ابو رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ ابو رہم نے سنہ-۷ھ میں وفات پائی تو لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے انتساب کی کوشش کی۔

آنحضرت ﷺ ذوالقعدہ سنہ-۷ھ میں عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے تھے۔ اسی احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ (بخاری جلد-۲، ص-۶۱۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نکاح کے متولی ہوئے تھے۔ (نسائی ص-۵۱۳) آنحضرت ﷺ عمرہ سے فارغ ہو کر جب مدینہ واپس ہوئے تو سرف میں قیام فرمایا جو مدینہ کے راستہ پر مکہ سے دس میل پر ہے۔ (تہذیب جلد-۱۲، ص-۴۵۳) ابو رافع رضی اللہ عنہ (آنحضرت ﷺ کے غلام) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر سرف پہنچے اور یہیں رسم عروسی ادا ہوئی۔ (ابن سعد جلد-۲، ق-۲، ص-۸۹) یہ آنحضرت ﷺ کا آخری نکاح تھا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سب سے آخری بیوی تھیں۔ (ذیل المذیل طبری جلد-۱۳، ص-۲۴۵۳)

وفات: یہ عجیب اتفاق ہے کہ مقام سرف میں ان کا نکاح ہوا تھا اور سرف ہی میں انہوں نے انتقال بھی کیا۔ (صحیح بخاری جلد-۲، ص-۶۱۱، ومسند ابن حنبل جلد-۶، ص-۳۳۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اتارا۔ صحاح میں ہے کہ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا "یہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ با ادب آہستہ چلو۔" (صحیح بخاری جلد-۲، ص-۷۵۸) سال وفات کے متعلق اگرچہ اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ انہوں نے سنہ-۵۱ھ میں وفات پائی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فضل و کمال: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۴۶ حدیثیں مروی ہیں جن میں بعض سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پراگندہ ہوئے تو کہا بیٹا اس کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا ام عمار میرے کنگھا کرتی تھیں (اور آج کل ان کے ایام کا زمانہ ہے) بولیں کیا خوب! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت میں ہوتے تھے۔ اسی طرح ہم چٹائی اٹھا کر مسجد میں رکھ آتے تھے۔ بیٹا کہیں یہ ہاتھ میں بھی ہوتا ہے۔ (مسند جلد ۶، ص ۳۳۱)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے جن بزرگوں نے روایت کی ہے، ان کے نام یہ ہیں: حضرت ابن عباس، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عبدالرحمٰن بن سائب، یزید بن اصم۔ (یہ سب ان کے بھانجے تھے) عبیداللہ الخولانی (ربیب تھے) ندبہ (کنیز تھیں) عطاء بن یسار، سلیمان بن یسار (غلام تھے) ابراہیم بن عبداللہ بن معبد بن عباس کریب (ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام) عبیدہ بن سباق، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عالیہ بنت سبیع۔

اخلاق: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: انها كانت اتقانا الله و اوصلنا للرحم یعنی "میمونہ رضی اللہ عنہا اللہ سے بہت ڈرتی اور صلہ رحمی کرتی تھیں۔ (اصابہ جلد ۸، ص ۱۹۲ بحوالہ ابن سعد)

احکام نبوی کی تعمیل ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔ ایک دفعہ ان کی کنیز بدیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے گھر گئی تو دیکھا کہ میاں بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہیں۔ خیال ہوا کہ شائد کچھ رنجش ہو گئی ہے۔ لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ (بیوی کے ایام کے زمانہ میں) اپنا بستر ان سے الگ کر لیتے ہیں۔ آکر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا تو فرمایا ان سے جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے اس قدر کیوں اعراض ہے؟ آپ برابر ہم لوگوں کے بچھونوں پر آرام فرماتے تھے۔ (مسند جلد ۶، ص ۳۳۲)

ایک عورت بیمار پڑی تو اس نے منت مانی تھی کہ شفاء ہونے پر بیت المقدس جا کر نماز پڑھے گی۔ اللہ کی شان وہ اچھی ہو گئی اور سفر کی تیاریاں شروع کیں۔ جب رخصت ہونے کے لیے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو بولیں تم یہیں رہو اور مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو کیونکہ یہاں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے ثواب سے ہزار گنہ زیادہ ہے۔ (مسند جلد ۶، ص ۳۳۳)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو غلام آزاد کرنے کا شوق تھا۔ ایک لونڈی کو آزاد کیا تو آنحضرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تم کو اس کا اجر دے۔" (مسند جلد ۶' ص ۳۳۲)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کبھی کبھی قرض لیتی تھیں۔ ایک بار زیادہ رقم قرض لی تو کسی نے کہا کہ آپ اس کو کس طرح ادا کریں گی؟ فرمایا آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ خود اس کا قرض ادا کر دیتا ہے۔ (مسند جلد ۶' ص ۳۳۲)

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۱۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: اصلی نام زینب تھا لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر میں خاص آنحضرت ﷺ کے حصہ میں آئی تھیں اور عرب میں غنیمت کے ایسے حصہ کو جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا' صفیہ کہتے تھے۔ اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ یہ زرقانی کی روایت ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے سعادت حاصل ہے۔ باپ کا نام حیی بن اخطب تھا۔ جو قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں شمار ہوتا تھا۔ ماں جس کا نام ضرد تھا' سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھیں اور یہ دونوں خاندان (قریظہ اور نضیر) بنو اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے' جنہوں نے زمانہ دراز سے عرب کے شمالی حصوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

نکاح: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی۔ اسلام نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں جو ابو رافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا۔ کنانہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے باپ اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئیں۔ جب خیبر کے تمام قیدی جمع کئے گئے تو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے انتخاب کرنے کی اجازت دی۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو منتخب کیا لیکن ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ آپ نے رئیسہ بنو نضیر و قریظہ کو دحیہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ وہ تو صرف آپ کے لیے سزاوار ہے۔ مقصود یہ تھا کہ رئیسہ عرب کے ساتھ عام عورتوں کا سا برتاؤ مناسب نہیں۔ چنانچہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے دوسری لونڈی عنایت فرمائی اور صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب مایذکر فی الفخذ' و صحیح مسلم جلد ۱' ص ۵۴۴) خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا میں رسم عروسی ادا کی (اصابہ جلد ۸' ص ۱۲۶) اور جو کچھ سامان لوگوں کے پاس تھا اس کو جمع کر کے دعوت ولیمہ فرمائی۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو آپ نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا۔ یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گویا اس بات کا اعلان تھا کہ وہ ازواج مطہرات میں داخل ہو گئیں۔ (طبقات جلد ۸' جزء نساء ص ۸۶)

عام حالات: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے مشہور واقعات میں حج کا سفر ہے جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام محاصرہ سنہ ۳۵ھ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بے حد مدد کی تھی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ضروریات زندگی مسدود کر دی گئیں اور ان کے مکان پر پہرہ بٹھا دیا گیا تو وہ خود خچر پر سوار ہو کر ان کے مکان کی طرف چلیں۔ غلام ساتھ تھا' اشتر کی نظر پڑی تو انہوں نے آکر خچر کو مارنا شروع کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھ کو ذلیل ہونے کی ضرورت نہیں' میں واپس جاتی ہوں تم خچر کو چھوڑ دو۔ گھر واپس آئیں تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کیا۔ وہ ان کے مکان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا اور پانی لے جاتے تھے۔ (اصابہ جلد ۱' ص ۲۷ بحوالہ ابن سعد)

وفات: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے رمضان سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر ساٹھ (۶۰) سال کی تھی۔ ایک لاکھ ترکہ چھوڑا اور ایک ثلث کے لیے اپنے یہودی بھانجے کے لیے وصیت کر گئیں۔ (زرقانی جلد ۳' ص ۲۹۶)

حلیہ: کوتاہ قامت اور حسین تھیں۔ (صحیح مسلم جلد ۱' ص ۵۴۸)

فضل و کمال: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے چند احادیث مروی ہیں جن کو حضرت زین العابدین' اسحاق بن عبداللہ بن حارث' مسلم بن صفوان کنانہ اور یزید بن معتب وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

دیگر ازواج کی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے زمانہ میں علم کا مرکز تھیں۔ چنانچہ حضرت صہیرہ بنت جیفر حج کر کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدینہ آئیں تو کوفہ کی بہت سی عورتیں مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ صہیرہ کا بھی یہی مقصد تھا' اس لیے انہوں نے کوفہ کی عورتوں سے سوال کرائے۔ ایک فتویٰ نبیذ کے متعلق تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو بولیں اہل عراق اس مسئلہ کا اکثر پوچھتے ہیں۔ (مسند جلد ۶' ص ۳۷۷)

اخلاق: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا میں بہت سے محاسن اخلاق جمع تھے۔ اسد الغابہ میں ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کانت عاقلة من عقلاء النساء یعنی "وہ عقلمند عورتوں میں سے نہایت عاقلہ تھیں۔" (اسد الغابہ جلد-۵، ص-۴۹۰)

زرقانی میں ہے: کانت صفیة عاقلةً حلیمة فاضلة یعنی صفیہ رضی اللہ عنہا عاقل، فاضل اور حلیم تھیں۔" (زرقانی جلد-۳، ص-۲۹۶-۷)

حلم و تحمل ان کے باب فضائل کا نہایت جلی عنوان ہے۔ غزوہ خیبر میں جب وہ اپنی بہن کے ساتھ گرفتار ہو کر آ رہی تھیں تو ان کی بہن یہودیوں کی لاشوں کو دیکھ دیکھ کر چیخ اٹھتی تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے محبوب شوہر کی لاش سے قریب ہو کر گزریں لیکن اب بھی اسی طرح پیکر متانت تھیں اور ان کی جبین تحمل پر کسی قسم کی شکن نہیں آئی۔

ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کو یہودیہ کہا۔ ان کو معلوم ہوا تو رونے لگیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک کنیز تھی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر ان کی شکایت کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ ایک دن کہا کہ ان میں یہودیت کا اثر آج تک باقی ہے۔ وہ یوم السبت کو اچھا سمجھتی ہیں اور یہودیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کے لیے ایک شخص کو بھیجا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یوم السبت کو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ہم کو جمعہ کا دن عنایت فرمایا ہے۔ البتہ میں یہود کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہوں، وہ میرے خویش و اقارب ہیں۔ اس کے بعد لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے میری شکایت کی تھی؟ وہ بولی ہاں، مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں اور اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ (اصابہ جلد-۸، ص-۱۲۷، وزرقانی جلد-۳، ص-۲۹۶)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی۔ چنانچہ جب آپ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولیں کاش آپ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی۔ ازواج نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہیں۔ (یعنی اس میں تصنع کا شبہ نہیں ہے) (زرقانی جلد-۳، ص-۲۹۶ بحوالہ ابن سعد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبت تھی اور ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ سفر میں تھے، ازواج مطہرات بھی تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ سوء اتفاق سے بیمار ہو گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ضرورت سے زیادہ تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ایک اونٹ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دو۔ انہوں نے کہا کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں؟ اس پر آنحضرت ﷺ ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینے تک ان کے پاس نہ گئے۔ (اصابہ جلد۔۸‘ ص۔۲۷ بحوالہ ابن سعد‘ وزرقانی جلد۔۳‘ ص۔۲۹۶)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے قدوقامت کی نسبت چند جملے کہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے یہ ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر میں چھوڑ دی جائے تو اس میں مل جائے۔ (یعنی سمندر کو بھی گدلا کر سکتی ہے) (ابوداؤد جلد۔۲‘ ص۔۱۹۳)

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے‘ دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج میں افضل ہیں۔ ہم آپ ﷺ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچازاد بہن بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہارون علیہ السلام میرے باپ‘ موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور محمد (ﷺ) میرے شوہر ہیں۔ اس لیے تم لوگ کیونکر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو؟ (صحیح ترمذی ص۔۳۸ ؛ فضل ازواج النبی)

سفر حج میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ ادھر سے گزرے تو دیکھا کہ زاروقطار رو رہی ہیں۔ آپ نے رداء اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے۔ آ ﷺ آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں۔ (زرقانی جلد۔۳‘ ص۔۲۹۶)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سیر چشم اور فیاض واقع ہوئی تھیں۔ چنانچہ جب وہ ام المومنین بن کر مدینہ میں آئیں تو حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اپنے سونے کی بجلیاں تقسیم کیں۔ (زرقانی جلد۔۳‘ ص۔۲۹۶)

کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کے پاس تحفتاً بھیجا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنحضرت ﷺ کے پاس انہوں نے پیالہ میں جو کھانا بھیجا تھا‘ اس کا ذکر بخاری اور نسائی وغیرہ میں آیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۱۲) حضرت زینب رضی اللہ عنہا

نام و نسب: آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت سے دس برس پہلے پیدا ہوئیں جبکہ آنحضرت ﷺ کی عمر تیس (۳۰) سال کی تھی۔

نکاح: ابوالعاص بن ربیع لقیط سے نکاح ہوا جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی تھے۔

عام حالات: نبوت کے تیرہویں سال جب آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اہل و عیال مکہ میں رہ گئے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اپنے سسرال میں تھیں۔ غزوہ بدر میں ابوالعاص کفار کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔ عبداللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کو گرفتار کیا اور اس شرط پر رہا کئے گئے کہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھیج دیں گے۔ (طبقات جلد ۸' ص ۲۰)

ابوالعاص نے مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا کیونکہ کفار کے تعرض کا خوف تھا۔ کنانہ نے ہتھیار ساتھ لے لیے تھے۔ مقام ذی طویٰ میں پہنچے تو قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا۔ ہبار بن اسود نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ سے زمین پر گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں' حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہو گا۔ لوگ ہٹ گئے تو ابوسفیان سرداران قریش ان کے پاس آیا اور کہا کہ تیر روک لو ہم کو کچھ گفتگو کرنی ہے۔ انہوں نے تیر ترکش میں ڈال دیئے۔ ابوسفیان نے کہا محمد (ﷺ) کے ہاتھ سے جو ہم کو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں۔ اب اگر تم اعلانیہ ان کی لڑکی کو ہمارے قبضہ سے نکال لے گئے تو لوگ کہیں گے کہ ہماری کمزوری ہے۔ ہم کو زینب رضی اللہ عنہا کے روکنے کی ضرورت نہیں۔ جب شوروہنگامہ کم ہو جائے' اس وقت چھپے چوری لے جانا۔ کنانہ نے یہ رائے تسلیم کی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ واپس آئے۔ چند روز کے بعد ان کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے پہلے سے بھیج دیا تھا' وہ بطن یاجج میں تھے۔ کنانہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے حوالے کیا' وہ ان کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لے کر روانہ ہو گئے۔ (زرقانی جلد-۳' ص-۲۲۳)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ میں آئیں اور اپنے شوہر ابوالعاص کو حالت شرک میں چھوڑا۔ جمادی الاول سنہ-۶ھ میں ابوالعاص قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ستر (۷۰) سواروں کے ساتھ بھیجا۔ مقام عیص میں قافلہ ملا' کچھ لوگ گرفتار کئے گئے اور مال و اسباب لوٹ میں آیا۔ ان ہی میں ابوالعاص بھی تھے۔ ابوالعاص آئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دی اور ان کی سفارش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال بھی واپس کرا دیا۔ ابوالعاص نے مکہ جا کر لوگوں کی امانتیں حوالہ کیں اور اسلام لائے۔ اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ میں آئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو حالت شرک میں چھوڑا تھا' اس لیے دونوں میں باہم تفریق ہو گئی تھی۔ وہ مدینہ آئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوبارہ ان کے نکاح میں آئیں۔

ترمذی وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی جدید نکاح نہیں ہوا لیکن دوسری روایت میں تجدید نکاح کی تصریح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو اگرچہ اسناد کے لحاظ سے دوسری روایت پر ترجیح ہے لیکن فقہاء نے دوسری صورت پر عمل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ نکاح جدید کے مہر اور شرائط وغیرہ میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا ہو گا۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو نکاح اول سے تعبیر کیا ورنہ بعد تفریق نکاح ثانی ضروری ہے۔

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شریفانہ تعلقات کی تعریف کی ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد-۸' ص-۲۱)

وفات: نکاح جدید کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت کم زندہ رہیں اور سنہ-۸ھ میں انہوں نے انتقال کیا۔ حضرت ام ایمن' حضرت سودہ' حضرت ام سلمہ اور ام عطیہ رضی اللہ عنہن نے غسل دیا' جس کا طریقہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی' خود قبر میں اترے اور اپنے نور دیدہ کو خاک کے سپرد کیا۔ اس وقت چہرہ مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ (طبقات جلد-۸' ص-۲۴' و صحیح بخاری جلد-۱' ص-۱۶۷' و صحیح مسلم جلد-۱' ص-۳۴۶' واسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۶۸)

اولاد: حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دو اولادیں چھوڑیں علی اور امامہ۔ علی رضی اللہ عنہ کی نسبت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ایک روایت ہے کہ بچپن میں وفات پائی لیکن عام روایت یہ ہے کہ سن رشد کو پہنچے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یرموک کے معرکہ میں شہادت پائی۔ فتح مکہ میں یہی آنحضرت ﷺ کے ردیف تھے۔ امامہ رضی اللہ عنہا عرصہ تک زندہ رہیں' ان کا حال آگے آئے گا۔

اخلاق و عادات: آنحضرت ﷺ اور اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو ریشمی چادر اوڑھے دیکھا تھا جس پر زرد دھاریاں پڑی ہوئی تھیں۔ (طبقات جلد-۸' ص-۲۲)

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱۴) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: مشہور روایت کے مطابق یہ رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادی ہیں جو سنہ ۳۳ قبل نبوت میں پیدا ہوئیں۔

نکاح: پہلے ابولہب کے بیٹے (عتبہ) سے شادی ہوئی۔ یہ قبل نبوت کا واقعہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی تیسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوئی تھی۔

قبول اسلام: جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ نے دعوت اسلام کا اظہار فرمایا تو ابولہب نے بیٹوں کو جمع کر کے کہا اگر تم محمد ﷺ کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

عام حالات: نبوت کے پانچویں سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حبش کی طرف ہجرت کی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ گئیں۔ جب واپس آئیں تو مکہ کی سرزمین پہلے سے زیادہ خونخوار تھی۔ چنانچہ دوبارہ ہجرت کی مدت تک آنحضرت ﷺ کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ ایک عورت نے آکر خبر دی کہ میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دعا دی اور فرمایا کہ ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بیوی کو لے کر ہجرت کی ہے۔ (اسد الغابہ جلد ۵، ص ۴۵۷)

اس مرتبہ حبشہ میں ؛ ۱ ۶ ماہ تک مقیم رہیں۔ جب یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں تو چند بزرگ جن میں حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں مکہ آئے اور آنحضرت ﷺ کی اجازت سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ جہاں انہوں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے بھائی اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر میں قیام کیا۔

وفات: سنہ ۲ھ میں غزوۂ بدر کا سال تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے دانے نکلے اور نہایت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سخت تکلیف ہوئی۔ آنحضرت ﷺ اس زمانے میں بدر کی تیاریاں کر رہے تھے۔ غزوہ کو روانہ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا۔ (بخاری جلد ۱' ص ۴۴۲) عین اسی دن جس دن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں آکر فتح کا مژدہ سنایا' حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ غزوہ کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے لیکن جب واپس آئے اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت رنجیدہ ہو کر قبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عثمان بن مظعون (رضی اللہ عنہ) پہلے جا چکے' اب تم بھی ان کے پاس چلی جاؤ۔ اس فقرہ نے عورتوں میں کہرام برپا کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوڑا لے کر مارنے کے لیے اٹھے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا رونے میں کچھ حرج نہیں لیکن نوحہ اور بین شیطانی حرکت ہے' اس سے قطعاً بچنا چاہیے۔ سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں۔ وہ قبر کے پاس بیٹھ کر روتی جاتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کپڑے سے ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

اولاد: حبشہ کے زمانہ قیام میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا' جس کا نام عبداللہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ اسی کے نام پر تھی۔ چھ سال تک زندہ رہا۔ ایک مرتبہ ایک مرغ نے اس کے چہرہ پر چونچ ماری اور جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ یہ جمادی الاول سنہ ۴ھ کا واقع ہے۔ عبداللہ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حلیہ: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا خوبرو اور موزوں اندام تھیں۔ زرقانی میں ہے: كانت بارعة الجمال یعنی "وہ نہایت جمیل تھیں۔" (دیکھو استیعاب جلد ۲' ص ۷۴۷' وطبقات جلد ۸' ص ۲۴' واسد الغابہ جلد ۵' ص ۴۵۶' ۴۵۷' وزرقانی جلد ۳' ص ۲۲۶)

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱۴) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

نام و نسب: یہ تیسری صاحبزادی ہیں اور کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔

نکاح: سنہ ۳ھ میں جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ربیع الاول میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر لیا۔ بخاری میں ہے کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تامل کیا لیکن دوسری روایتوں میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میں تم کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے تم سے بہتر شخص ڈھونڈتا ہوں۔ تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دو اور میں اپنی لڑکی کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا ہوں۔ بہرحال نکاح ہوا اور نکاح کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں۔

وفات: شعبان سنہ ۹ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ کو سخت صدمہ ہوا۔ قبر پر بیٹھے تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابوطلحہ، حضرت علی، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔ (طبقات جلد ۸، ص ۲۵، ۲۶ و صحیح بخاری جلد ۱، ص ۱۷۱)

O═☆☆☆═O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱۵) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: فاطمہ نام، زہرا لقب تھا۔ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سن تھیں۔ سنہ ولادت میں اختلاف ہے۔ ایک روایت ہے کہ سنہ ۱ بعثت میں پیدا ہوئیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد قبل نبوت پیدا ہوئیں۔ آپ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اس بناء پر بعضوں نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ سنہ ۱ بعثت کے آغاز میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی ہوں گی اور چونکہ دونوں کی مدت میں بہت کم فاصلہ ہے، اس لیے یہ اختلاف روایت ہو گیا ہو گا۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ برس پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر جب ہو رہی تھی، پیدا ہوئیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ نبوت میں تقریباً ایک سال پیشتر پیدا ہوئیں۔

نکاح: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب مشہور روایت کے مطابق اٹھارہ سال اور اگر سنہ ۱ بعثت کو ان کا سال ولادت تسلیم کیا جائے تو پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینہ کی ہوئیں تو ذی الحجہ سنہ ۲ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ جو اللہ کا حکم ہو گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جرأت کی، ان کو بھی آپ نے کچھ جواب نہیں دیا بلکہ وہی الفاظ فرمائے لیکن بظاہر یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حال میں روایت کی ہیں لیکن اس کو نظر انداز کر دیا ہے۔

بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب درخواست کی تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں۔ یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟ بولے کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا اور وہ حطمیہ زرہ کیا ہوئی؟ (جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی) عرض کی وہ تو موجود ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کافی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اس کو ۴۸۰ درہم پر فروخت کیا اور قیمت لا کر آنحضرت ﷺ کے سامنے ڈال دی۔ آنحضرت ﷺ نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں۔

زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سرمایہ تھا' وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نذر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہتے تھے۔ شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں۔ حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے متعدد مکانات تھے' جن میں سے وہ کئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان ہی سے کوئی مکان دلوا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کہاں تک اب ان سے کہتے شرم آتی ہے۔ حارثہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو دوڑے آئے کہ حضور میں اور میرے پاس جو کچھ ہے سب آپ کا ہے۔ اللہ کی قسم! میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں' مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے۔ غرض انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس میں چلی گئیں۔

شہنشاہ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی' چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے۔ ایک چھاگل' دو مٹی کے گھڑے' ایک مشک اور دو چکیاں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نئے گھر میں گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن مانگا پھر اندر آئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا' دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں اور ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ (یہ تمام تفصیل صحیح بخاری جلد-۲' ص-۵۷' وطبقات ابن سعد جلد-۸' وزرقانی جلد-۲' واصابہ جلد-۸ سے ماخوذ ہے)

داغ بے پدری: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مشہور روایت کے مطابق ۲۹ سال کی تھی کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں اور اب صرف وہی باقی رہ گئی تھیں۔ اس لیے ان کو صدمہ بھی اوروں سے زیادہ ہوا۔ وفات سے پہلے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا۔ تشریف لائیں تو ان سے کچھ کان میں باتیں کیں' وہ رونے لگیں۔ پھر بلا کر کچھ کان میں کہا تو ہنس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو کہا پہلی دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا۔ جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی تو ہنسنے لگی۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۶۳۸)

وفات سے پہلے جب بار بار آپ پر غشی ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر بولیں وا کرب اباہ' ہائے میرے باپ کی بے چینی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہو گا۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۶۴۱) آپ کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑی۔ أسد الغابہ میں لکھا ہے کہ جب تک زندہ رہیں کبھی تبسم نہیں فرمایا۔ (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۵۲۴) بخاری میں لکھا ہے کہ جب صحابہ نعش مبارک کو دفن کر کے واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم کو رسول اللہ ﷺ پر خاک ڈالتے اچھا معلوم ہوا؟ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۶۴۱)

آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد میراث کا مسئلہ پیش ہوا۔ حضرت عباس' حضرت علی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن یہ تمام بزرگ میراث کے مدعی تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی ایک قائم مقام موجود تھا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کی جائیداد خالصہ جائیداد تھی اور اس میں قانون وراثت جاری نہیں ہو سکتا تھا' اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اعزہ کو اپنے اعزہ سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں لیکن وقت یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء جو متروکہ چھوڑتے ہیں وہ تمام کا تمام صدقہ ہوتا ہے اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اس بناء پر میں اس جائیداد کو کیونکر تقسیم کر سکتا ہوں۔ البتہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اہل بیت جس حد تک اس سے فائدہ اٹھاتے تھے' اب بھی اٹھا سکتے ہیں۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ اس گفتگو کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت قلق ہوا اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس قدر ناراض ہوئیں کہ آخر وقت تک ان سے گفتگو نہیں کی۔ (بخاری شریف جلد-۱' ص-۵۲۶' جلد-۲' ص-۶۰۹) طبقات ابن سعد (جلد-۸' ص-۱۷) میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بعد کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئی تھیں۔

وفات: آنحضرت ﷺ کے انتقال کو چھ ماہ گزرے تھے کہ رمضان سنہ ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی کہ میرے خاندان میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی' پوری ہوئی- یہ منگل کا دن اور رمضان کی تیسری تاریخ تھی- اس وقت ان کی عمر ۲۹ سال تھی- لیکن اگر دوسری روایتوں کا لحاظ کیا جائے تو اس سے مختلف ثابت ہو گا- چنانچہ ایک روایت میں ۲۴ سال' ایک میں ۲۵ سال اور ایک میں ۳۰ سال مذکور ہے- زرقانی نے لکھا ہے کہ پہلی روایت (۲۹ سال) زیادہ صحیح ہے- اگر ۴۱ (محمدی) کو سال ولادت قرار دیا جائے تو اس وقت ان کا یہ سن نہیں ہو سکتا- البتہ اگر ۲۴ سال کی عمر تسلیم کی جائے تو اس سنہ کو سال ولادت قرار دیا جا سکتا ہے- لیکن اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے کہ پانچ برس قبل نبوت پیدا ہوئیں تو اس وقت ان کا سن ۲۹ سال کا ہو سکتا ہے-

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین میں خاص جدت کی گئی- عورتوں کے جنازہ پر جو آج کل پردہ لگانے کا دستور ہے' اس کی ابتداء ان ہی سے ہوئی- اس سے پیشتر عورت اور مرد سب کا جنازہ کھلا ہو جاتا تھا- چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں انتہاء کی حیا و شرم تھی- اس لیے انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کھلے جنازہ میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں- اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا جگر گوشہ رسول! میں نے حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا ہے- آپ کہیں تو اس کو پیش کروں؟ یہ کہہ کر خرمے کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہو گئی- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بے حد مسرور ہوئیں کہ یہ بہترین طریقہ ہے- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جنازہ بھی اسی طریقہ سے اٹھایا گیا- (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۵۲۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے متعلق بھی سخت اختلاف ہے- بعضوں کا خیال ہے کہ وہ بقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس مدفون ہوئیں- ابن زبالہ نے یہی لکھا ہے اور مورخ مسعودی نے بھی اسی قسم کی تصریح کی ہے- مورخ موصوف نے سنہ-۳۳۲ھ میں بقیع کی ایک قبر پر ایک کتبہ دیکھا تھا جس میں لکھا تھا کہ یہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی قبر ہے- (خلاصۃ الوفا ص-۲۱۷) لیکن طبقات کی متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دار عقیل کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئیں- (طبقات جلد-۸' ص-۲۰)

ایک روایت یہ ہے کہ وہ خاص اپنے مکان میں دفن کی گئیں- اس پر ابن شیبہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر پردہ دار جنازہ کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن طبقات کی ایک روایت سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بیمار ہوئی تھیں' وہیں انتقال کیا اور وہیں ان کو غسل دیا گیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جنازہ اٹھا کر باہر لائے اور دفن کیا۔ (طبقات جلد-۸' ص-۱۸) آج حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر متفقہ طور پر دار عقیل ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ محمد لبیب بک تبونی جو سنہ-۱۳۲۷ھ میں خدیو مصر کے سفر حجاز میں ہمرکاب تھے' انہوں نے اپنے سفرنامہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ (الرحلۃ الحجابیہ)

اولاد: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پانچ اولادیں ہوئیں۔ حسن' حسین' محسن' ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہم ۔ محسن رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ حضرت زینب' حضرت حسن' حضرت حسین اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ میں مشہور ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو ان سب سے نہایت محبت تھی اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپ کی نسل باقی رہی۔

حلیہ: حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حلیہ مبارک جناب رسالت مآب ﷺ سے ملتا جلتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو' لب و لہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت ﷺ کا طریقہ تھا (صحیح ترمذی ص-۶۳۶) اور رفتار بھی بالکل آنحضرت ﷺ کی رفتار تھی۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۹۳۰)

فضل و کمال: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کتب حدیث میں اٹھارہ روایتیں منقول ہیں۔ جن کو بڑے سے بڑے جلیل القدر صحابہ نے ان سے روایت کیا ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب' حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت عائشہ' حضرت ام کلثوم' حضرت سلمیٰ' ام رافع اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

تفقہ فی الدین: حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی سفر میں گئے تھے' واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کا گوشت پیش کیا۔ ان کو عذر ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ (مسند جلد-۶' ص-۲۸۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کے ہاں گوشت تناول فرما رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا۔ آنحضرت ﷺ اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ چونکہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے' اس لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دامن پکڑا کہ وضو کر لیجئے۔ ارشاد ہوا بیٹی وضو کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام اچھے کھانے آگ ہی پر تو پکتے ہیں۔ (مسند جلد-۶' ص-۲۸۳)

فضل و کمال: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی محبوب ترین اولاد تھیں۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۱۵۷) آپ نے ارشاد فرمایا ہے: فاطمة بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضبنی یعنی "فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اس کو ناراض کرے گا (وہ) مجھ کو ناراض کرے گا۔" (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۵۳۲)

ابوجہل کی لڑکی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ بارگاہ نبوت میں اطلاع ہوئی تو حضور ﷺ منبر پر چڑھے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

ان بنی هشام بن مغیره استاذنونی فی ان ینکحوا ابنتهم علی بن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتهم فانما هی بضعة منی یریبنی ما رابها ویؤذینی ما اذاها۔

آل ہشام علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے لیکن میں اجازت نہ دوں گا اور کبھی نہ دوں گا۔ البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے۔ جس نے اس کو اذیت دی' مجھ کو اذیت دی۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۷۸۷)

ان فاطمة منی وانا اتخوف ان تفتن فی دینها ثم ذکر صهرا له من بنی عبدشمس فاثنی علیه فی مصاهرته ایاه قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفی لی وانی لست احرم حلالا ولا احل

بلاشبہ فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے خوف ہے کہ وہ اپنے دین میں آزمائی جائے گی۔ اس کے بعد ابو العاص بن ربیع کا ذکر فرمایا جو آپ کے داماد تھے کہ اس نے مجھ سے جو بات کہی اس کو سچ کر کے دکھلا دیا اور جو وعدہ کیا وفا کیا اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے نہیں کھڑا ہوا۔ لیکن اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حراما ولکن واللّٰہ الا تجتمع بنت رسول اللّٰہ وبنت عدو اللّٰہ ابدا۔	کی قسم ایک پیغمبر اور ایک اللہ کے دشمن کی بیٹیاں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ (صحیح بخاری جلد ۱، ص-۴۳۸)

اس کا یہ اثر ہوا کہ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی حیات تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شمار آنحضرت ﷺ نے ان چند مقدس خواتین میں فرمایا ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ قرار پائی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

کفاک من نساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجة بنت خویلد وفاطمه بنت محمد وآسیة امراة فرعون۔	تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم، خدیجہ، فاطمہ اور آسیہ کافی ہیں۔ (ترمذی کتاب المناقب)

زہد و ورع کی یہ کیفیت تھی کہ گو وہ آنحضرت ﷺ کی محبوب ترین اولاد تھیں اور اسلام میں رہبانیت کا قلع قمع بھی کر دیا گیا تھا اور فتوحات کی کثرت مدینہ میں مال و زر کے خزانے لٹا رہی تھیں لیکن جانتے ہو کہ اس میں جگر گوشہ رسول کا کتنا حصہ تھا؟ اس کا جواب سننے سے پہلے آنکھوں کو اشک بار ہو جانا چاہیے۔

سیدۂ عالم کی خانگی زندگی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گھٹے پڑ گئے تھے۔ گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو جاتے تھے۔ چولہے کے پاس بیٹھتے بیٹھتے کپڑے دھوئیں سے سیاہ ہو جاتے تھے۔ لیکن بااینہمہ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایک بار گھر کے کاروبار (کام کاج) کے لیے ایک لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا کہ جان پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔ (ابوداؤد)

ایک دفعہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا کہ انہوں نے ناداری سے اس قدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر برہنہ رہ جاتا ہے۔

شبلی نے کیا خوب کہا ہے ؎

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یوں کی ہے بسر اہل بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دختر خیر الانام تھا

صرف یہی نہیں کہ آنحضرت ﷺ خود ان کی آرائش یا زیب و زینت کی کوئی چیز نہیں دیتے تھے بلکہ اس قسم کی جو چیزیں ان کو دوسرے ذرائع سے ملتی تھیں' ان کو بھی ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو سونے کا ہار دیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کیوں فاطمہ! کیا لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ (ﷺ) کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بطور خیر مقدم کے گھر کے دروازے پر پردے لگائے اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ آپ حسب معمول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے تو اس دنیوی سازوسامان کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی ناپسندیدگی کا حال معلوم ہوا تو پردہ چاک کر دیا اور بچوں کے کنگن نکال ڈالے۔ بچے آپ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے۔ آپ نے فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں' میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ان زخارف سے آلودہ ہوں۔ اس کے بدلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید لاؤ۔ (یہ تمام واقعات ابوداؤد اور نسائی میں مذکور ہیں)

صدق و راستی میں بھی ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مارایت احدا کان صدق بھجحۃ من فاطمۃ الا ان یکون الذی ولدھا صلی اللہ علیہ وسلم۔	میں نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے زیادہ کسی کو صاف گو نہیں دیکھا۔ البتہ ان کے والد (حضرت محمد ﷺ) اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (استیعاب جلد۔۲' ص۔۷۷۲)

آپ گھر میں گئے تھے تو اور حالت تھی' اب آپ اس قدر خوش کیوں ہیں؟ فرمایا میں نے ان دو شخصوں میں مصالحت کرا دی ہے جو مجھ کو محبوب تر ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر کچھ سختی کی' وہ آنحضرت ﷺ کے پاس شکایت لے کر چلیں۔ پیچھے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شکا...
آپ نے فرمایا بیٹی تم کو خود سمجھنا چاہیے کہ کون شوہر اپنی بیوی کے پاس ...

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا اب میں تمہارے خلاف مزاج کوئی بات نہ کروں گا۔

○═══☆☆☆═══○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۱۶) حضرت امامہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: ابوالعاص بن ربیع کی صاحبزادی ہیں جو زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آبائی شجرہ نسب یہ ہے: امامہ بنت ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ ابن عبد شمس بن عبد مناف۔

عام حالات: آنحضرت ﷺ کو امامہ رضی اللہ عنہا سے نہایت محبت تھی۔ آپ ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہیں کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ مسجد میں امامہ رضی اللہ عنہا کو کندھے پر چڑھائے ہوئے تشریف لائے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی۔ جب رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی۔ اللہ اکبر! (صحیح بخاری جلد ۱، ص ۷۴، وزرقانی جلد ۳، ص ۲۵۵)

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے کچھ چیزیں ہدیہ میں بھیجیں۔ جن میں ایک زریں ہار بھی تھا۔ امامہ رضی اللہ عنہا ایک گوشہ میں کھیل رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنی محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواج نے سمجھا کہ یہ شرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہو گا لیکن آپ نے امامہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر وہ ہار خود ان کے گلے میں ڈال دیا۔ بعض روایتوں میں ہار کی بجائے انگوٹھی کا ذکر ہے۔ (زرقانی جلد ۳، ص ۲۲۵ بروایت مسند ابن حنبل) اور اس میں ہدیہ بھیجنے والے کا نام بھی آگیا ہے یعنی نجاشی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸، ص ۲۷)

نکاح: آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت سن شعور کو پہنچ چکی تھیں اس لیے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کو جو عشرہ مبشرہ میں داخل اور آنحضرت ﷺ کے پھوپھیرے بھائی تھے، امامہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ یہ تقریب ان ہی کی مرضی سے انجام پائی اور نکاح بھی خود انہی نے پڑھایا۔ یہ سنہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

سنہ ۴۰ھ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو مغیرہ بن نوفل (عبدالمطلب کے پڑپوتے) کو وصیت کر گئے کہ امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں۔ چنانچہ مغیرہ نے تعمیل کی۔ اس کے قبل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچا تھا اور انہوں نے مروان کو لکھا تھا کہ ایک ہزار دینار (۵

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہزار روپے) اس تقریب میں خرچ کئے جائیں۔ لیکن امامہ رضی اللہ عنہا نے مغیرہ کو اطلاع دی تو انہوں نے فوراً حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اجازت سے نکاح پڑھا لیا۔ (طبقات جلد۔۸، ص۔۲۷، واسد الغابہ جلد۔۵، ص۔۴۰۰، واستیعاب جلد۔۲، ص۔۷۲۸)

وفات: حضرت امامہ رضی اللہ عنہا نے مغیرہ کے ہاں وفات پائی۔ (اصابہ جلد۔۸، ص۔۱۴)

اولاد: مغیرہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ امامہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

○═══ ☆ ☆ ☆ ═══○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱۷) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: صفیہ نام، عبدالمطلب جد رسول اللہ ﷺ کی دختر تھیں۔ ماں کا نام ہالہ بنت وہب تھا جو حضرت آمنہ (آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ) کی ہمشیرہ ہیں۔ اس بناء پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہونے کے ساتھ آپ کی خالہ زاد بہن بھی تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا بھی ہالہ سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے وہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حقیقی بھائی بہن تھے۔

نکاح: ابو سفیان بن حرب کے بھائی حارث سے شادی ہوئی، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد سے نکاح ہوا جس سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

قبول اسلام: چالیس برس کی عمر ہوئی تو آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کی تمام پھوپھیوں میں یہ شرف صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اسد الغابہ (جلد ۵، ص ۴۹۲) میں ہے: والصحیح انہ لم یسلم غیرھا یعنی "صحیح یہ ہے کہ ان کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی کوئی پھوپھی ایمان نہیں لائی۔"

عام حالات: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی۔ غزوہ احد میں جب مسلمانوں نے شکست کھائی تو وہ مدینہ سے نکلیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے عتاب آمیز لہجہ میں کہتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر چل دیئے۔ (طبقات جلد ۸، ص ۲۸) آنحضرت ﷺ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد کیا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا پیغام سنایا۔ بولیں کہ میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں لیکن اللہ کی راہ میں کوئی یہ بڑی قربانی نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اجازت دی۔ لاش پر گئیں، خون کا جوش تھا اور عزیز بھائی کے ٹکڑے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے لیکن انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر چپ ہو گئیں اور مغفرت کی دعا مانگی۔ (اسد الغابہ جلد ۵، ص ۴۹۲، واصابہ جلد ۸، ص ۱۲۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

واقعہ چونکہ نہایت درد انگیز تھا' اس لیے ایک مرثیہ کہا جس کے ایک شعر میں آنحضرت ﷺ کو اس طرح مخاطب کرتی ہیں:

ان یوما اتی علیک لیوم

کورت شمسہ وکان مضیاء

"آج آپ پر وہ دن آیا ہے جس میں آفتاب سیاہ ہو گیا ہے حالانکہ پہلے وہ روشن تھا۔" (اصابہ جلد-۸' ص-۱۲۹)

غزوہ احد کی طرح غزوہ خندق میں بھی انہوں نے نہایت ہمت اور استقلال کا ثبوت دیا۔ انصار کے قلعوں میں فارع سب سے مستحکم قلعہ تھا اور یہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا تھا۔ یہ قلعہ یہود بنو قریظہ کے آبادی سے متصل تھا۔ مستورات اسی میں تھیں اور ان کی حفاظت کے لیے حضرت حسان رضی اللہ عنہ (شاعر اسلام) متعین کر دیئے گئے تھے۔ یہود نے یہ دیکھ کر کہ تمام جمعیت آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہے' قلعہ پر حملہ کر دیا۔ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا اور قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا' حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اتر کر قتل کر دو ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دے گا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا' جس میں ان میں اس قدر جبن پیدا کر دیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس بناء پر اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اس کام کا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا؟

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ لی اور اتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر پھٹ گیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا چلی آئیں اور حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ۔ حسان رضی اللہ عنہ نے کہا جانے دیجئے' مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا اچھا جاؤ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دو تاکہ یہودی مرعوب ہو جائیں لیکن یہ خدمت بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہی کو انجام دینی پڑی۔ یہودیوں کو یقین ہوا کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج متعین ہے۔ اس خیال سے پھر انہوں نے حملہ کی جرات نہ کی۔ (طبقات ابن سعد جلد-۸' ص-۲۷' ۲۸' واسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۹۳)

سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو جو صدمہ ہوا وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے نہایت پردرد مرثیہ لکھا۔ یہ مرثیہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(اصابہ جلد-۸' ص-۱۲۹) میں نقل کیا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

لفقد رسول اللّٰہ اذ حان یوم

فیاعین جودی بالدموع السواجم

"آنحضرت ﷺ کی وفات پر اے آنکھ خوب آنسو بہا"

وفات: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بقول صاحب اصابہ (جلد-۸' ص-۱۲۸) کچھ احادیث بھی روایت کی ہیں لیکن ہماری نظر سے نہیں گزریں اور نہ مسند میں ان کی احادیث کا پتہ چلتا ہے۔

O=== ☆ ☆ ☆ ===O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱۸) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

نام و نسب: برکتہ نام' ام ایمن کنیت' ام الظباء عرف' سلسلہ نسب یہ ہے: برکتہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ' بن عمرو بن نعمان۔ حبشہ کی رہنے والی تھیں اور حضرت عبداللہ (آنحضرت ﷺ کے باپ) کی کنیز تھیں۔ بچپن سے عبداللہ کے ساتھ رہیں اور جب انہوں نے انتقال کیا تو حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں۔ ان کے بعد خود سرور کائنات ﷺ کے حلقہ غلامی میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آنحضرت ﷺ کی ان ہی نے پرورش اور پرداخت کی تھی۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۲۲۲' ۲۲۳)

نکاح: حارث بن خزرج کے خاندان میں عبید بن زید ایک شخص تھے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا ان ہی کے ساتھ عقد ہوا۔ لیکن جب انہوں نے وفات پائی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح پڑھایا جو کہ آپ کو محبوب خاص تھے۔ یہ بعثت کے بعد کا واقعہ ہے۔ (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۵۲۹ میں ایمن کے متعلق مذکور ہے وھو رجل من الانصار یعنی "وہ انصار میں سے آدمی تھے۔")

قبول اسلام: حضرت زید رضی اللہ عنہ چونکہ مسلمان ہو چکے تھے' ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کیا۔

عام حالات: جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو وہ بھی گئیں اور وہاں سے ہجرت کے بعد مدینہ واپس آئیں۔ غزوہ احد میں شرکت کی۔ اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔

سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا سخت مغموم تھیں اور رو رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ کے پاس بہتر چیز موجود ہے۔ جواب ملا یہ خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں۔ رونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زاروقطار رونے لگے۔ (صحیح مسلم جلد۔۲' ص ۳۴۱)

سنہ ۲۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات شہادت پائی۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو بہت روئیں۔ لوگوں نے کہا اب کیوں روتی ہو؟ بولیں اب اس لیے کہ اسلام کمزور پڑ گیا۔

(اصابہ جلد۔۸' ص۔۲۴۳ بحوالہ ابن سعد)

وفات: ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

اولاد: دو اولادیں ہوئیں۔ ایمن اور اسامہ۔ حضرت ایمن رضی اللہ عنہ پہلے شوہر سے تھے۔ وہ صحابی ہیں اور خیبر میں شہادت پائی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب خاص تھے اور ان کے والد کو بھی یہی درجہ حاصل تھا۔ نہایت جلیل القدر صحابی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے انتہا محبت تھی۔

فضل و کمال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند احادیث روایت کی ہیں۔ راویوں میں حضرت انس بن مالک' حنش بن عبداللہ صنعانی اور ابویزید مدنی داخل ہیں۔

اخلاق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نہایت عزت کرتے اور فرماتے تھے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا میری ماں ہیں۔ اکثر ان کے مکان تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ تشریف لائے تو انہوں نے شربت پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کسی وجہ سے) متردد ہوئے۔ اس پر ام ایمن رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں۔ (صحیح مسلم جلد۔۲' ص ۳۴۱) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قسم کا ناز تھا۔ یہ خفگی اسی محبت کی خفگی تھی۔

(نووی شرح مسلم)

انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے نخلستان دیئے تھے۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے انصار کو ان کے نخلستان واپس کرنا شروع کیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کچھ باغ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آپ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ان کے واپس کرنے سے انکار کر دیا اور اس پر مصر رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے دس گنا زیادہ عطا فرمایا۔ (زرقانی جلد۔۳' ص۔۳۲۷)

○—☆☆☆—○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱۹) حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

نام و نسب: فاطمہ نام' اسد بن ہاشم کی بیٹی اور عبدالمطلب جد رسول اللہ ﷺ کی بھتیجی تھیں۔

نکاح: ابوطالب بن عبدالمطلب سے نکاح ہوا' جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

قبول اسلام: آغاز اسلام میں خاندان ہاشم نے آنحضرت ﷺ کا سب سے زیادہ ساتھ دیا تھا اور ان میں اکثر مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان ہی لوگوں میں تھیں اور گو ان کے شوہر ایمان نہیں لائے' تاہم وہ اور ان کی بعض اولاد مشرف بہ اسلام ہوئی۔ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو ان کی بجائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی دست و بازو رہیں۔

ہجرت اور عام حالات: جب مسلمان ہو کر ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ (حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی آتی ہیں۔ میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور وہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی۔ (اسد الغابہ جلد ۵' ص ۵۱۷)

وفات: آنحضرت ﷺ کی زندگی میں وفات پائی۔ بعض کا خیال ہے کہ ہجرت سے قبل فوت ہوئیں لیکن یہ صحیح نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی قمیص اتار کر کفن دیا اور قبر میں اتر کر لیٹ گئے۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ میرے ساتھ کسی نے سلوک نہیں کیا تھا۔ اس بناء پر میں نے ان کو قمیص پہنایا کہ جنت میں ان کو حلہ ملے اور قبر میں لیٹ گیا کہ شدائد قبر میں کمی واقع ہو۔ (اسد الغابہ جلد ۵' ص ۵۱۷)

اولاد: انہوں نے جو اولاد چھوڑی وہ یہ ہے: حضرت علی' حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اخلاق: اصابہ میں ہے:

كانت امراة صالحة وكان النبى صلى الله عليه وسلم يزورها ويقيل فى بيتها۔ (اصابہ جلد۔۸، ص۔۱۶۰)

وہ نہایت صالح عورت تھیں۔ آنحضرت ﷺ ان کی زیارت کو تشریف لاتے اور ان کے گھر میں آرام کرتے تھے۔

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۲۰) حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا

نام و نسب: لبابہ نام، ام الفضل کنیت، کبریٰ لقب۔ سلسلہ نسب یہ ہے: لبابتہ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن الہزام بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا اور قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ لبابہ کی حقیقی اور اخیافی کئی بہنیں تھیں جو خاندان ہاشم اور قریش کے دوسرے معزز گھرانوں میں منسوب تھیں۔ چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو، لبابہ رضی اللہ عنہا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی) کو منسوب تھیں۔ اسی بناء پر ان کی والدہ (ہند بنت عوف) کی نسبت مشہور ہے کہ سسرالی قرابت میں ان کی کوئی نظیر نہیں۔

نکاح: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم تھے۔

قبول اسلام: ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں۔ ابن سعد کا خیال ہے کہ انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ باقی اور عورتیں ان کے بعد ایمان لائیں۔ اس لحاظ سے ان کے ایمان لانے کا زمانہ بہت قدیم ہو جاتا ہے۔

عام حالات: ام الفضل رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج بھی کیا ہے۔ چنانچہ حجتہ الوداع میں جب لوگوں کو عرفہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صائم ہونے کی نسبت شبہ ہوا اور ان کے پاس آکر ذکر کیا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ دودھ بھیجا۔ آپ چونکہ روزے سے نہ تھے، دودھ پی لیا اور لوگوں کو تشفی ہو گئی۔ (صحیح بخاری جلد ۱، ص ۲۶۷)

وفات: ام الفضل رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ زندہ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

اولاد: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اکثر اولاد ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئی اور چونکہ سب بیٹے نہایت قابل تھے، اس لیے بڑی خوش قسمت سمجھی جاتی تھیں۔ فضل، عبداللہ، معبد، عبیداللہ، قثم، عبدالرحمٰن اور ام حبیبہ ان ہی کی یادگار ہیں۔ ان میں حضرت عبداللہ اور عبیداللہ رضی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ عنہما آسمان علم کے مہر و ماہ تھے۔

فضل و کمال: آنحضرت ﷺ سے تیس (۳۰) احادیث روایت کی ہیں۔ راوی حسب ذیل اصحاب ہیں: عبداللہ‘ تمام (پسران عباس) انس بن مالک‘ عبداللہ بن حارث بن نوفل‘ عمیر‘ کریب اور قابوس۔

اخلاق: عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتی تھیں۔ (خلاصہ تہذیب ص-۴۹۵) آنحضرت ﷺ سے محبت کرتی تھیں۔ آپ اکثر ان کے ہاں جاتے اور دوپہر کے وقت آرام فرماتے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲۱) حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا

نام و نسب: نام معلوم نہیں، ام رومان کنیت ہے۔ قبیلہ کنانہ کے خاندان فراس سے تھیں۔ (صحیح بخاری جلد ۱، ص ۸۵) سلسلہ نسب یہ ہے: ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع ابن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

نکاح: عبداللہ بن سنجرہ سے نکاح ہوا اور انہی کے ہمراہ مکہ آکر اقامت کی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حلیف بن گئے تھے۔ اس بناء پر جب انہوں نے انتقال کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود نکاح کر لیا۔

قبول اسلام: کچھ زمانے کے بعد مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہوں نے بھی اس صدا کو لبیک کہا۔

ہجرت: ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مدینہ کو روانہ ہو گئے تھے لیکن ان کا خاندان مکہ میں مقیم تھا۔ مدینہ پہنچے تو وہاں سے زید ابن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما مستورات کو لانے کے لیے بھیجے گئے۔ ام رومان رضی اللہ عنہا بھی ان ہی کے ہمراہ مدینہ آئیں۔

عام حالات: شعبان سنہ ۶ھ میں افک کا واقعہ پیش آیا۔ ام رومان رضی اللہ عنہا کے لیے یہ نہایت مصیبت کا وقت تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر میکہ آئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالاخانے پر تھے اور ام رومان نیچے بیٹھی تھیں۔ پوچھا کیسے آئیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سارا واقعہ بیان کیا۔

بولیں بیٹی اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اس کی سوتیں (سوکنیں) حسد کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے کچھ تسکین نہ ہوئی اور چیخ مار کر رو دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آواز سنی تو بالاخانہ سے اتر آئے اور خود بھی رونے لگے۔ پھر ان سے کہا کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی ام رومان رضی اللہ عنہا کو لے کر خود بھی روانہ ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس صدمہ سے بخار آگیا تھا' دونوں نے ان کو گود میں لٹایا- عصر پڑھ کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا عائشہ! اگر واقعی تم سے ایسی غلطی ہوئی تو اللہ سے توبہ کرو- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے والدین سے کہا کہ آپ لوگ جواب دیں لیکن جواب ملا کہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ غرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود جواب دیا- جب آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں ان کی صاف طور پر برات کی گئی تھی تو حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا بولیں کہ تم اٹھ کر آنحضرت ﷺ کے پاس جاؤ- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نہ ان کی مشکور ہوں اور نہ آپ کی- میں صرف اپنے اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں- (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۵۹۵' ۵۹۶' ۷۰۰)

اسی سنہ کے اخیر میں مہمانوں کا واقعہ پیش آیا- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ سے تین صاحبوں کو اپنے گھر لائے تھے- آنحضرت ﷺ کے پاس گئے تو واپسی میں دیر ہو گئی- گھر آئے تو ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں بیٹھ رہے؟ بولے تم نے کھانا نہیں کھلایا؟ جواب ملا کھانا بھیجا تھا لیکن ان لوگوں نے انکار کیا- غرض کھانا کھلایا گیا اور اس قدر برکت ہوئی کہ نہایت افراط کے ساتھ بچ رہا تھا- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے پوچھا اب کتنا ہے؟ بولیں تین گنا سے زیادہ- چنانچہ سب اٹھوا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا گیا- (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۸۴' ۸۵)

وفات: حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے سنہ ۹ھ یا اس کے بعد انتقال کیا- آنحضرت ﷺ خود قبر میں اترے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی- بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سنہ ۶ھ میں وفات پائی تھی لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ واقعات سے اس کی تردید ہوتی ہے-

اولاد: اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے دو نکاح کئے تھے- پہلے شوہر سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام طفیل تھا- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دو اولادیں ہوئیں- حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما-

O═☆☆☆═O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۲۲) حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: خباط کی بیٹی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔

نکاح: یاسر عبسی سے نکاح ہوا جو ابوحذیفہ کے حلیف تھے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ (اصابہ جلد-۸، ص-۱۴۰، واستیعاب جلد-۲، ص-۷۵۹)

قبول اسلام: ایام پیری میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی تو حضرت سمیہ، یاسر اور عمار رضی اللہ عنہم تینوں نے اس دعوت کو لبیک کہا۔ تاریخ میں ہے کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا اسلام قبول کرنے والوں میں ساتواں نمبر تھا۔ کچھ دن اطمینان سے گزرے تھے کہ قریش کا ظلم و ستم شروع ہو گیا اور بتدریج بڑھتا گیا۔ چنانچہ جو شخص جس مسلمان پر قابو پاتا طرح طرح کی دردناک اذیت دیتا تھا۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بھی خاندان مغیرہ نے شرک پر مجبور کر دیا لیکن وہ اپنے عقیدہ پر نہایت شدت سے قائم رہیں۔ جس کا صلہ یہ ملا کہ مشرکین ان کو مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کرتے تھے۔ لیکن ان کے عزم و استقلال کے چھینٹوں کے سامنے یہ آتش کدہ سرد پڑ جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرتے تو یہ حالت دیکھ کر فرماتے آل یاسر! صبر کرو اس کے عوض تمہارے لیے جنت ہے۔

شہادت: دن بھر اس مصیبت میں رہ کر شام کو نجات ملتی تھی۔ ایک مرتبہ شب کو گھر آئیں تو ابوجہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کیں اور پھر اس کا غصہ اس قدر تیز ہوا کہ اٹھ کر ایسی برچھی ماری کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جان بحق تسلیم ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بنا کر دند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ کی اس بے کسی پر سخت افسوس تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ اب حد ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تاکید فرمائی اور کہا الٰہی آل یاسر کو جہنم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے بچا یہ واقعہ ہجرت نبوی سے قبل کا ہے۔ اس بناء پر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام میں سب سے پہلے شہید ہوئیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (استیعاب جلد-۲، ص-۷۶۰)

غزوہ بدر میں جب ابو جہل مارا گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا دیکھو تمہاری ماں کے قاتل کا اللہ نے فیصلہ کر دیا۔ (اصابہ جلد-۸، ص-۱۱۴ بحوالہ ابن سعد)

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۲۳) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا

نام و نسب: سہلہ یا رملہ نام، ام سلیم کنیت، غمیصاء اور میصا لقب۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ ماں کا نام ملیکہ بنت مالک بن عدی بن زید مناہ تھا۔ (اصابہ جلد-۸، ص-۲۴۴) آبائی سلسلہ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سلمیٰ بنت زید کی پوتی تھیں۔ سلمیٰ عبدالمطلب جد رسول اللہ ﷺ کی والدہ تھیں۔ اسی بناء پر ام سلیم رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی خالہ مشہور ہیں۔

نکاح: مالک بن نضر سے نکاح ہوا۔

قبول اسلام: مدینہ میں اوائل اسلام میں مسلمان ہوئیں۔ مالک چونکہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنا چاہتے تھے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا تبدیل مذہب پر اصرار کرتی تھیں۔ اس لیے دونوں میں کشیدگی پیدا ہوئی اور مالک ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ ابو طلحہ جو اسی قبیلہ سے تھے، نکاح کا پیغام دیا۔ لیکن ام سلیم رضی اللہ عنہا کو اب بھی وہی عذر تھا یعنی ابو طلحہ مشرک تھے۔ اس لیے وہ ان سے نکاح نہیں کر سکتی تھیں۔

غرض ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کچھ دن غور کر کے اسلام کا اعلان کیا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کے سامنے آکر کلمہ پڑھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ (اصابہ بحوالہ ابن سعد) ساتھ ہی مہر معاف کر دیا اور کہا میرا مہر اسلام ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب و غریب مہر تھا۔

عام حالات: نکاح کے بعد حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت عقبہ میں شرکت کی اور چند دنوں کے بعد جناب رسالت مآب ﷺ مدینہ میں تشریف لائے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے صاحبزادے (حضرت انس رضی اللہ عنہ) کو لے کر حضور ﷺ کے پاس آئیں اور کہا انس کو آپ کی خدمت کے لیے پیش کرتی ہوں۔ یہ میرا بیٹا ہے، آپ اس کے لیے دعا فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم جلد-۲، ص-۳۵۲، و صحیح بخاری جلد-۲، ص-۹۴۴)

اسی زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مواخات (بھائی چارہ) قائم کیا

www.KitaboSunnat.com

اور یہ مجمع ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مکان ہی میں ہوا- (بخاری)

غزوات میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت جوش سے حصہ لیا- صحیح مسلم (جلد-۲' ص-۱۰۳) میں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغزو بام سلیم ونسوہ من الانصار معہ اذا غزا فیسقین الماء ویداوین الجرحی

آنحضرت ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور انصار کی چند عورتوں کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے جو لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں-

غزوہ احد میں جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اکھڑ گئے تھے' وہ نہایت مستعدی سے کام کر رہی تھیں- صحیح بخاری (کتاب المغازی جلد-۲' ص-۵۸۱) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں- مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں-

سنہ-۵ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا- اس موقع پر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ آنحضرت ﷺ سے کہنا کہ اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمائیں- (صحیح مسلم جلد-۱' ص-۵۵)

سنہ-۷ھ میں خیبر کا واقعہ ہوا- حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اس میں شریک تھیں- آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہی نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کے لیے سنوارا تھا- (صحیح مسلم جلد-۱' ص-۵۴۶)

غزوہ حنین میں ایک خنجر ہاتھ میں لئے ہوئے تھیں- ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا خنجر لئے ہوئے ہیں- آپ نے پوچھا کیا کرو گی؟ بولیں اگر کوئی مشرک قریب آئے گا تو اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں گی- آنحضرت ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے- حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ! (ﷺ) مکہ کے جو لوگ فرار ہو گئے ہیں' ان کے قتل کا حکم دیجئے- ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ نے خود ان کا انتظام کر دیا- (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۱۰۳)

وفات: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی وفات کا سال اور مہینہ معلوم نہیں لیکن قرینہ یہ ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کہ انہوں نے خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ میں وفات پائی ہے۔

اولاد: جیسا کہ اوپر معلوم ہوا' انہوں نے دو نکاح کئے تھے۔ پہلے شوہر سے حضرت انس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ابو عمیر اور عبداللہ۔ ابو عمیر صغر سنی میں فوت ہو گئے اور عبداللہ سے نسل چلی۔

فضل و کمال: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے چند احادیث مروی ہیں جن کو حضرت انس' حضرت ابن عباس' زید بن ثابت' ابو سلمہ اور عمرو بن عاصم رضی اللہ عنہم نے ان سے روایت کیا ہے۔ لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما میں ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا تھا تو ان بزرگوں نے ان ہی کو حاکم مانا۔ (مسند جلد-٦' ص-٤٣٠' ٤٣١)

ان کو مسائل کے پوچھنے میں کچھ عار نہ تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا' کیا عورت پر خواب میں غسل واجب ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ سوال سن رہی تھیں' بے ساختہ ہنس پڑیں کہ تم نے عورتوں کی بڑی فضیحت کی۔ بھلا کہیں عورتوں کو بھی ایسا ہوتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں۔ ورنہ بچے ماں کے ہم شکل کیوں ہوتے ہیں۔ (مسند جلد-٦' ص-٢٩٢' ٣٠٦' ٣٧٦)

اخلاق: حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا میں بڑے بڑے فضائل اخلاق جمع تھے۔ جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ اپنے پہلے شوہر سے صرف اس بناء پر علیحدگی اختیار کی کہ وہ اسلام قبول کرنے پر رضامند نہ تھے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو محض اس وجہ سے رد کر دیا کہ وہ مشرک ہے۔ اس موقع پر انہوں نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو جس خوبی سے اسلام کی دعوت دی وہ سننے کے قابل ہے۔ مسند احمد میں ہے:

قالت یا ابا طلحۃ الست تعلم ان الٰھک الذی تعبد نبت من الارض قال بلی قالت افلا تستحیی تعبد شجرہ۔ (اصابہ جلد-٨' ص-٢٤٣ بحوالہ مسند)	ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا ابو طلحہ تم جانتے ہو کہ تمہارا معبود زمین میں سے اگا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بولیں تو پھر تم کو درخت کی پوجا کرتے شرم نہیں آتی؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پر اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ سے حد درجہ محبت کرتی تھیں۔ آپ اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے اور دوپہر کو آرام فرماتے تھے۔ جب بستر سے اٹھتے تو وہ آپ کے پسینے اور ٹوٹے ہوئے بالوں کو ایک شیشی میں جمع کرتی تھیں۔ (صحیح بخاری جلد۔۲' ص۔۹۲۹)

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان کی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا تو وہ اٹھیں اور مشک کا منہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کا دہن مبارک مس ہوا۔ (مسند جلد۔۶' ص۔۳۷۶)

آنحضرت ﷺ کو بھی ان سے خاص محبت تھی۔ صحیح مسلم (جلد۔۲' ص۔۳۴۱) میں ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل علی احد من النسآء الا علی ازواجہ الا ام سلیم فانہ یدخل علیھا فقیل لہ فی ذالک فقال انی ارحمھا قتل اخوھا معی۔	آنحضرت ﷺ ازواج مطہرات کے علاوہ اور کسی عورت کے یہاں نہیں جاتے تھے لیکن ام سلیم رضی اللہ عنہا مستثنیٰ تھیں۔ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا مجھے ان پر رحم آتا ہے۔ ان کے بھائی (حرام رضی اللہ عنہ) نے میرے ساتھ رہ کر شہادت پائی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اکثر اوقات حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نہایت صابر اور مستقل مزاج تھیں۔ ابو عمیر ان کا بہت لاڈلا اور پیارا بیٹا تھا لیکن جب اس نے انتقال کیا تو نہایت صبر سے کام لیا اور گھر والوں کو منع کیا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر نہ کریں۔ رات کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو ان کو کھانا کھلایا اور نہایت اطمینان سے بستر پر لیٹے۔ کچھ رات گزرنے پر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا لیکن عجیب انداز سے کہا بولیں اگر تم کو کوئی شخص عاریتاً ایک چیز دے اور پھر اس کو واپس لینا چاہیے تو کیا تم اس کے دینے سے انکار کرو گے؟ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کبھی نہیں۔ کہا تو اب تم کو اپنے بیٹے کی طرف سے صبر کرنا چاہیے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصہ ہوئے کہ پہلے سے کیوں نہیں بتلایا۔ صبح اٹھ کر آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اللہ نے اس رات تم دونوں کو بڑی برکت دی۔ (صحیح مسلم جلد۔۲' ص۔۳۴۲)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اسی طرح ایک مرتبہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں' کچھ بھیج دو۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر پیش کر دیں۔ آپ مسجد میں تھے اور صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے تم کو بھیجا ہے۔ بولے جی ہاں۔ فرمایا کھانے کے لئے؟ کہا ہاں۔ آپ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا اب کیا کیا جائے؟ کھانا نہایت قلیل ہے اور آنحضرت ﷺ ایک مجمع کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتوں کو اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اندر آئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا۔ اللہ کی شان اس میں بڑی برکت ہوئی اور سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے۔ (صحیح بخاری جلد۔۲' ص۔۸۱۰)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں جنت میں گیا تو مجھ کو آہٹ معلوم ہوئی۔ میں نے کہا کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انس رضی اللہ عنہ کی والدہ غمیصاء بنت ملحان ہیں۔ (صحیح مسلم جلد۔۲' ص۔۳۴۲)

○—☆☆☆—○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲۴) حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: نسیبہ نام، ام عمارہ کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے: ام عمارہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار۔

نکاح: پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا پھر عزیہ بن عمرو کے عقد نکاح میں آئیں۔

قبول اسلام: دوسرے شوہر ہی کے ساتھ بیعت عقبہ میں شرکت کی۔ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ بیعت عقبہ میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا بھی ان ہی میں شمار ہے۔

غزوات: غزوۂ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت پامردی سے لڑیں۔ جب تک مسلمان فتح یاب تھے وہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں۔ لیکن جب شکست ہوئی تو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کا خود بیان ہے کہ میں احد میں ان کو اپنے داہنے اور بائیں برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ ابن قمیہ جب دوڑتا ہوا آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر روکا۔ چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ انہوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لیے کارگر نہ ہوئی۔ (ابن ہشام ص-۸۴)

بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا۔ احد کے بعد بیعت الرضوان خیبر اور فتح مکہ میں بھی شرکت کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یمامہ کی جنگ پیش آئی۔ مسیلمہ کذاب جو مدعی نبوت تھا، سے مقابلہ تھا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے ایک لڑکے (حبیب) کو لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئیں اور جب مسیلمہ نے ان کے لڑکے کو قتل کر دیا تو انہوں نے منت مانی کہ یا مسیلمہ قتل ہو گا یا وہ خود جان دے دیں گی۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں اور اس پامردی سے مقابلہ کیا کہ بارہ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا۔ اس جنگ میں مسیلمہ بھی مارا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وفات: اس کے بعد معلوم نہیں کب تک زندہ رہیں۔

اولاد: وفات کے وقت چار اولادیں یادگار چھوڑیں۔ حبیب' عبداللہ (پہلے شوہر سے) تمیم' خولہ (دوسرے شوہر سے)۔

فضل و کمال: چند احادیث روایت کی ہیں جو عباد بن تمیم (پوتے) لیلیٰ (کنیز) عکرمہ' حارث ابن کعب اور ام سعد بنت سعد بن ربیع سے مروی ہیں۔

اخلاق: آنحضرت ﷺ سے ان کو جو محبت تھی' اس کا صلی منظر تو غزوہ احد میں نظر آتا ہے لیکن اور بھی چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ان کے مکان پر تشریف لائے تو انہوں نے کھانا پیش کیا۔ ارشاد ہوا تم بھی کھاؤ۔ بولیں میں روزہ سے ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے کھانا نوش فرمایا اور فرمایا کہ روزہ دار کے پاس اگر کچھ کھایا جائے تو اس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ (مسند جلد-٦' ص-٣٦٥)

جوش اسلام کا نظارہ بھی اوپر کے واقعات سے ہو سکتا ہے۔

O══☆☆☆══O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲۵) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: نسیبہ بنت حارث نام' انصار کے قبیلہ ابی مالک بن النجار سے تھیں۔ (طبقات ابن سعد جلد-۸' ص-۳۲۱' ۳۲۲)

قبول اسلام: ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک مکان میں بیعت کے لیے جمع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دروازہ پر بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت لیں کہ شرک نہ کریں گی' چوری اور زنا سے بچیں گی' اولاد کو قتل نہ کریں گی' کسی پر بہتان نہ باندھیں گی' اچھی باتوں سے انکار نہ کریں گی۔ عورتوں نے یہ سب تسلیم کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور عورتوں نے اپنے ہاتھ باہر نکالے جو بیعت کی علامت تھی۔ اس کے بعد حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اچھی باتوں سے انکار کرنے کے کیا معنی ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نوحہ اور بین نہ کرنا۔ (مسند جلد-۶' ص-۴۰۹)

غزوات اور عام حالات: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا عہد رسالت کے سات معرکوں میں شریک ہوئیں جن میں وہ مردوں کے لیے کھانا پکاتی' ان کے سامان کی حفاظت کرتی' مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۱۰۵)

سنہ-۸ھ میں آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اور چند عورتوں نے ان کو غسل دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو نہلانے کی ترکیب بتلائی۔ (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۱۶۸' و مسلم جلد-۱' ص-۳۴۶' ۳۴۷)

خلافت راشدہ کے زمانہ میں ان کا ایک لڑکا کسی غزوہ میں شریک تھا۔ بیمار ہو کر بصرہ آیا۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں تھیں' خبر ملی تو نہایت عجلت سے بصرہ روانہ ہوئیں لیکن پہنچنے کے ایک دو دن قبل وہ وفات پا چکا تھا۔ یہاں آکر انہوں نے بنو خلف کے قصر میں قیام کیا۔ تیسرے روز انہوں نے خوشبو منگوا کر ملی اور کہا کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ نہیں کرنا چاہیے۔ (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۷۰ باب احد والمراۃ علی غیر زوجھا)

اس کے بعد بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۶۰۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وفات: وفات کی تاریخ اور سنہ معلوم نہیں اور نہ اولاد کی تفصیل کا علم ہے۔

فضل و کمال: چند احادیث روایت کی ہیں۔ راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں: حضرت انس' ابن سیرین' حفصہ بنت سیرین' اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن عطیہ' عبدالملک ابن عمیر' علی بن الاقمرام' شراحیل' صحابہ اور تابعین ان سے میت کے نہلانے کا طریقہ سیکھتے تھے۔ (تہذیب جلد-۱۲' ص-۴۵۵) واصابہ جلد-۸' ص-۲۵۹)

اخلاق: آنحضرت ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں اور آپ ﷺ بھی ان سے محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی تو انہوں نے اس کا گوشت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا۔ آپ گھر میں تشریف لائے تو کھانے کے لیے مانگا۔ بولیں اور تو کچھ نہیں ہے البتہ جو بکری آپ نے نسیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجی تھی' اس کا گوشت رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا لاؤ کیونکہ وہ مستحق کے پاس پہنچ چکی۔ (صحیح مسلم جلد-۱' ص-۴۰۰)

آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ کے اعزہ و اقارب سے بھی خاص تعلقات تھے۔ چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں قیلولہ فرماتے تھے۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۲۵۹) احکام نبوی کی پوری پابندی کرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے بیعت میں نوحہ کی ممانعت کی تھی۔ اس پر انہوں نے ہمیشہ عمل کیا۔ چنانچہ بیعت ہی کے وقت آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ فلاں خاندان کے لوگ میرے ہاں رہ چکے ہیں' اس لیے مجھ کو بھی ان کے ہاں جا کر رہنا ضروری ہے۔ آپ اس خاندان کو مستثنیٰ کر دیجئے۔ چنانچہ آپ نے مستثنیٰ کر دیا۔ (مسند جلد-۶' ص-۲۰۷)

بعض روایتوں میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو کوئی جواب نہیں دیا اور جن روایات سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو مستثنیٰ کر دیا' ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ استثناء حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے لیے خاص تھا۔ ورنہ اصلی مسئلہ کہ نوحہ جائز نہیں ہے' اپنی جگہ پر ثابت ہے۔ لڑکے کی وفات اور اس پر سوگ کرنے کا حال ابھی گزر چکا ہے۔ (مجمع بحار الانوار جلد-۲' ص-۱۴۰)

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲۶) حضرت ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا

نام و نسب: ربیع نام' قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ربیع بنت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار۔ والدہ کا نام ام تزید تھا جو قیس بن زعورا کی بیٹی تھی۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا اور ان کے تمام بھائی عفرا کی اولاد مشہور ہیں۔ عفراء ان لوگوں کی دادی تھی۔ (تہذیب التہذیب جلد-۲' ص-۴۱۸)

قبول اسلام: ہجرت کے قبل مسلمان ہوئیں۔

نکاح: ایاس بن بکر لیثی سے شادی ہوئی۔ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور بستر پر بیٹھ گئے۔ لڑکیاں دف بجا بجا کر شہدائے بدر کے مناقب میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی کچھ اشعار پڑھے جن میں ایک مصرع یہ تھا ؎

وفینا نبی یعلم ما فی غد — اور ہم میں وہ نبی ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ کہو۔ (اور اس کے علاوہ جو کہتی تھیں وہ کہو) (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۵۷۰)

عام حالات: غزوات میں شرکت کرتی تھیں۔ زخمیوں کا علاج کرتیں' لوگوں کو پانی پلاتیں اور مقتولوں کو مدینہ پہنچاتی اور فوج کی خدمت کرتی تھیں۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۵۸) غزوہ حدیبیہ میں بھی موجود تھیں۔ جب بیعت رضوان کا وقت آیا تو انہوں نے بھی آکر بیعت کی۔

سنہ-۳۵ھ میں اپنے شوہر سے علیحدہ ہوئیں۔ شرط یہ تھی کہ جو کچھ میرے پاس ہے' اس کو لے کر مجھ سے دست بردار ہو جاؤ۔ چنانچہ اپنا تمام سامان ان کو دے دیا' صرف ایک کرتی رہنے دی لیکن شوہر کو یہ بھی گوارا نہ ہوا۔ جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ چونکہ ربیع نے کل چیزوں کی شرط کی تھی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے اور شوہر سے فرمایا کہ تم ان کے جوڑا باندھنے کی دھجی تک لے سکتے ہو۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۵۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

وفات: حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کی وفات کا سال نامعلوم ہے۔

اولاد: اولاد میں محمد مشہور ہیں۔

فضل و کمال: حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے اکیس (۲۱) احادیث مروی ہیں۔ علمی حیثیت سے ان کا یہ پایہ تھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۸۰ بحوالہ ابن سعد) راویوں میں بہت سے بزرگ ہیں مثلاً عائشہ بنت انس بن مالک' سلیمان بن یسار' ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن' نافع' عبادہ بن الولید' خلد بن ذکوان' عبداللہ بن محمد بن عقیل' ابوعبیدہ بن محمد (حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پوتے) محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان۔

اخلاق: جوش ایمان اس سے ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ اسماء بنت مخربہ جو ابو ربیعہ مخزومی کی بیوی تھی اور عطر بیچتی تھی' چند عورتوں کے ساتھ ربیع رضی اللہ عنہا کے گھر آئی اور ان کا نام و نسب دریافت کیا۔ چونکہ ربیع رضی اللہ عنہا کے بھائی نے ابو جہل کو بدر میں قتل کیا تھا اور اسماء قریش کے قبیلے سے تھی۔ بولی تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو؟ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا کو ابو جہل کی نسبت سردار کا لفظ نہایت ناگوار ہوا۔ بولیں سردار نہیں بلکہ غلام کی قاتل کی قاتل کی بیٹی ہوں۔ اسماء کو ابو جہل کی شان میں یہ گستاخی پسند نہ آئی۔ جھنجھلا کر کہا کہ مجھ کو تمہارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا نے برجستہ کہا مجھ کو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے۔ کیونکہ تمہارا عطر' عطر نہیں بلکہ گندگی ہے۔ (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۵۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہاء محبت تھی۔ آپ ان کے گھر اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۵۸)

ایک مرتبہ آپ تشریف لائے اور ان سے وضو کے لیے پانی مانگا۔ (ابوداؤد جلد-۱' ص-۱۳)

ایک مرتبہ دو طباقوں میں چھوہارے اور انگور لے کر گئیں تو آپ نے زیور یا سونا مرحمت فرمایا۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۵۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ کسی نے حلیہ پوچھا تو بولیں بس یہ سمجھ لو کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۵۲)

O===☆☆☆===O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲۷) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا

نام و نسب: فاختہ نام' ام ہانی کنیت' ابوطالب عم رسول اللہ ﷺ کی دختر تھیں۔ ماں کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ اس بناء پر حضرت علی' حضرت جعفر طیار اور ام ہانی رضی اللہ عنہم حقیقی بھائی بہن ہیں۔

نکاح: ہبیرہ بن عمرو (بن عائذ) مخزومی سے نکاح ہوا۔

قبول اسلام: سنہ ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا' مسلمان ہوئیں۔ آپ نے اس روز ان کے مکان میں غسل کیا تھا اور چاشت کی نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے اپنے دو عزیزوں کو جو مشرک تھے' پناہ دے دی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے بھی ان کو پناہ دی۔ ان کا شوہر ہبیرہ فتح مکہ میں نجران بھاگ گیا تھا۔ (مسند جلد ۶' ص ۳۴۲-۳۴۳)

وفات: ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہیں۔ تہذیب میں ہے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا۔

اولاد: حسب ذیل اولاد چھوڑی۔ عمرو' ہانی' یوسف' جعدہ۔

فضل و کمال: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے چھیالیس (۴۶) احادیث مروی ہیں جن کے راوی حسب ذیل حضرات ہیں: جعدہ' یحییٰ' ہارون' ابو مرہ' ابو صالح' حضرت عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن حارث بن نوفل' ابن ابی لیلیٰ' مجاہد' عروہ' عبداللہ بن عیاش' شعبی' عطاء' کریب' محمد بن عقبہ۔

آنحضرت ﷺ سے کبھی کبھی مسائل دریافت کرتی تھیں جس سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مرتبہ اس آیت کی تفسیر پوچھی تھی وتاتون فی نادیکم المنکر۔ (مسند جلد ۶' ص ۳۴۱)

اخلاق: آنحضرت ﷺ سے ان کی جو عقیدت تھی' وہ اس سے ظاہر ہے کہ آپ فتح مکہ کے زمانہ میں ان کے مکان پر تشریف لائے اور شربت نوش فرمایا۔ اس کے بعد ان کو دیا۔ انہوں نے کہا میں روزہ سے ہوں لیکن آپ کا جوٹھا واپس نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ بعض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

روایتوں میں ہے کہ انہوں نے پی لیا اور پھر خود ہی عرض کیا یارسول اللہ! (ﷺ) میں روزہ سے ہوں- حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر روزہ رمضان کی قضا کا ہے تو کسی دوسرے دن یہ روزہ رکھ لینا اور اگر محض نفل ہے تو اس کی قضا کرنے یا نہ کرنے کا تم کو اختیار ہے- (مسند جلد-۶' ص-۳۴۱ تا ۳۴۴)

آنحضرت ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی- ایک مرتبہ فرمایا ام ہانی بکری لے لو' یہ بڑی خیروبرکت کی چیز ہے- (مسند جلد-۶' ص-۳۴۴)

ایک مرتبہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اب میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور چلنے پھرنے میں ضعف معلوم ہوتا ہے' اس لیے ایسا عمل بتلایا جائے جس کو بیٹھے بیٹھے انجام دے سکوں- آپ ﷺ نے ایک وظیفہ بتلایا- فرمایا کہ "سبحان اللہ" ایک سو مرتبہ' "الحمد للہ" ایک سو مرتبہ' "اللہ اکبر" ایک سو مرتبہ اور "لا الہ الا اللہ" ایک سو مرتبہ کہہ لیا کرو- (حوالہ مذکورہ)

O=== ☆ ☆ ☆ ===O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲۸) حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا

نام و نسب: فاطمہ نام، ام جمیل کنیت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔

نکاح: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔

قبول اسلام: اپنے خاوند حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ یہ اوائل اسلام کا واقعہ ہے۔ اور ان کے کچھ دنوں کے بعد ان کے بھائی یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور ان ہی کے سبب سے ہوئے۔ ان کا قصہ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا ہے۔ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک مخزومی صحابی سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا کہ تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر محمد (ﷺ) کا مذہب اختیار کر لیا ہے؟ بولے ہاں لیکن پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری بہن اور بہنوئی نے بھی محمد (ﷺ) کا مذہب قبول کر لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدھے بہن کے گھر پہنچے۔ دروازہ بند تھا اور وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزاء چھپا دیئے۔

لیکن آواز ان کے کان میں پڑ چکی تھی، پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ بولے میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریباں ہو گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی۔ بال پکڑ کر گھسیٹے اور اس قدر مارا کہ ان کا بدن لہولہان ہو گیا۔ اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا عمر! جو ہو سکے کرو لیکن اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔

ان الفاظ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر ایک خاص اثر کیا۔ بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ ان کے بدن سے خون جاری تھا، یہ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو پڑھتے جاتے تھے اور ان پر رعب چھاتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک آیت پر پہنچ کر پکار اٹھے اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً رسول اللّٰہ۔ (اصابہ جلد ۸ ص ۱۴۰ و اسد الغابہ جلد ۴ ص ۵۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہجرت: اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی۔

وفات: وفات کا سنہ اور مہینہ معلوم نہیں۔

اولاد: ایک لڑکا چھوڑا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲۹) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

نام و نسب: اسماء نام' قبیلہ خثعم سے تھیں- سلسلہ نسب یہ ہے: اسماء بنت عمیس بن معد بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن معاویہ بن زید بن مالک ابن بشیر بن وہب اللہ بن شہران بن عفرس بن خلف بن خثعم- ماں کا نام ہند (خولتہ) بنت عوف تھا اور قبیلہ کنانہ سے تھیں- اس بناء پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا اخیافی بہنیں تھیں-

نکاح: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور دس برس بڑے تھے-

قبول اسلام: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ ارقم میں مقیم ہونے سے قبل مسلمان ہوئیں- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا- (سیرت ابن ہشام جلد-۱' ص-۳۶۱' واصابہ جلد-۸' ص-۹ بحوالہ ابن سعد)

عام حالات: حبشہ کی طرف ہجرت کی اور کئی سال تک مقیم رہیں- سنہ-۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا تو مدینہ آئیں- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے- پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا اسماء رضی اللہ عنہا- بولے "ہاں وہ حبش والی وہ سمندر والی-" حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا "ہاں وہی!" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم کو تم پر فضیلت ہے' اس لیے کہ ہم مہاجر ہیں- حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو یہ فقرہ سن کر غصہ آیا- بولیں "کبھی نہیں تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے- آپ بھوکوں کو کھلاتے اور جاہلوں کو پڑھاتے تھے لیکن ہماری حالت بالکل جداگانہ تھی- ہم نہایت دور دراز مقام میں صرف اللہ اور رسول کی خوشنودی کے لیے پڑے رہے اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں-" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان پر تشریف لائے تو انہوں نے سارا قصہ بیان کیا- ارشاد ہوا انہوں نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتیں کیں- اس لیے تم کو زیادہ فضیلت ہے- حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور دوسرے مہاجرین کو اس سے اس درجہ مسرت ہوئی کہ دنیا کی تمام فضیلتیں ہیچ معلوم ہوتی تھیں- مہاجرین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حبشہ جوق در جوق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور یہ واقعہ دریافت کرتے تھے۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۶۰۷' ۶۰۸)

سنہ-۸ھ غزوہ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی۔ (حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ دیکھا کہ حضور ﷺ آبدیدہ تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (ﷺ) آپ غمگین کیوں ہیں؟ کیا جعفر رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ لوگ شہید ہو گئے ہیں۔ بچوں کو نہلا دھلا کر ہمراہ لے گئی تھی' حضور ﷺ نے بچوں کو اپنے پاس بلایا اور میں چیخ اٹھی) آنحضرت ﷺ اپنے اہل بیت کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "جعفر کے بچوں کے لیے کھانا پکاؤ کیونکہ وہ رنج و غم میں مصروف ہیں۔" (مسند جلد-۶' ص-۳۷۰)

اس کے بعد مسجد میں جا کر غمزدہ بیٹھے اور اس خبر کا اعلان کیا۔ اسی حالت میں ایک شخص نے آکر کہا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کی مستورات ماتم کر رہی ہیں اور رو رہی ہیں۔ آپ نے ان کو منع کرا بھیجا۔ وہ گئے اور واپس آکر کہا کہ میں نے منع کیا لیکن وہ باز نہیں آتیں۔ آپ نے دوبارہ بھیجا' وہ پھر گئے اور واپس آکر عرض کی کہ ہم لوگوں کی نہیں چلتی۔ آپ نے فرمایا تو ان کے منہ میں خاک بھر دو۔ یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح بخاری میں منقول ہے۔ صحیح بخاری (جلد-۲' ص-۶۱۱) میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص سے کہا کہ اللہ کی قسم! تم یہ نہ کرو گے (یعنی منہ میں خاک ڈالنا) اور نہ رسول اللہ ﷺ کو (تمہارے بار بار آنے کی) تکلیف سے نجات ملے گی۔

تیسرے دن آنحضرت ﷺ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور سوگ کی ممانعت کی۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۶۹)

(جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اس کو چار ماہ دس دن سوگ کرنا چاہیے' مسئلہ یہی ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے شبہ میں نہ پڑنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ روایت تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے اور شاذ ہے اور اجماع اس کے کالفت امام طحاوی کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہے اور امام بیہقی کے نزدیک منقطع ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری جلد-۹' ص-۴۲۹' ان کے علاوہ اور بہت سے جوابات ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تقریباً چھ مہینے کے بعد شوال سنہ-۸ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح پڑھا دیا۔ یہ غزوہ حنین کا زمانہ تھا۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۹) اس کے دو برس بعد ذوقعدہ سنہ-۱۰ھ میں محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حج کی غرض سے مکہ آئی تھیں۔ چونکہ محمد ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے تھے' اسماء رضی اللہ عنہا نے دریافت کرایا کہ میں کیا کروں؟ ارشاد ہوا نہا کر احرام باندھیں۔ (صحیح مسلم جلد-۱' ص-۳۸۵' ۳۹۴)

آنحضرت ﷺ کے مرض الموت میں حضرت ام سلمہ اور اسماء رضی اللہ عنہما نے ذات الجنب تشخیص کر کے دوا پلانی چاہی۔ چونکہ گوارا نہ تھی' آپ نے انکار فرمایا۔ اسی ممانعت میں غشی طاری ہو گئی۔ انہوں نے منہ کھول کر پلا دی۔ افاقہ کے بعد آپ کو احساس ہوا تو فرمایا یہ مشورہ اسماء (رضی اللہ عنہا) نے دیا ہو گا وہ حبشہ سے اپنے ساتھ یہی حکمت لائی ہیں۔ عباس رضی اللہ عنہ (جو اس مشورہ میں شامل نہ تھے) کے علاوہ سب کو دوا پلائی جائے۔ چنانچہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دوا پلائی گئی۔ (صحیح بخاری جلد-۲' وطبقات جلد-۲' قسم-۲' ص-۳۱' ۳۲' ومسند جلد-۶' ص-۴۳۸)

سنہ-۱۳ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو وصیت کی کہ اسماء رضی اللہ عنہا غسل دیں۔ (اصابہ جلد-۸ بحوالہ ابن سعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اسماء رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آغوش تربیت میں پرورش پائی۔ ایک دن عجیب لطیفہ ہوا' محمد بن جعفر اور محمد بن ابوبکر نے باہم فخراً کہا کہ ہم تم سے بہتر ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے باپ تمہارے باپ سے بہتر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کرو۔ بولیں کہ تمام نوجوانوں پر جعفر رضی اللہ عنہ کو اور تمام بوڑھوں پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فضیلت حاصل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے "پھر ہمارے لیے کیا رہا" (اصابہ جلد-۸' ص-۹)

سنہ-۳۸ھ میں محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ مصر میں قتل ہوئے اور گدھے کی کھال میں ان کی لاش جلائی گئی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے لیے اس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ کیا ہو سکتا تھا؟ ان کو سخت غصہ آیا لیکن نہایت صبر سے کام لیا اور مصلے پر کھڑی ہو گئیں۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۹)

وفات: سنہ-۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی اور ان کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا۔ (خلاصہ تہذیب ص-۴۸۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اولاد: جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تین نکاح کئے۔ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے محمد' عبداللہ' عون۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محمد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یحییٰ پیدا ہوئے۔ (استیعاب جلد-۲' ص-۷۲۵)

ریاض النضرہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو لڑکے ہوئے تھے' یحییٰ اور عون۔ (ریاض النضرہ جلد-۲' ص-۲۴۹) لیکن ابن اثیر نے اس کو غلط کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ابن کلبی کا خیال ہے جو مشہور دروغ گو تھا۔

فضل و کمال: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ساٹھ (۶۰) احادیث مروی ہیں جن کے راویوں کے نام یہ ہیں: حضرت عمر' ابوموسیٰ اشعری' عبداللہ بن جعفر' ابن عباس رضی اللہ عنہم' قاسم بن محمد' عبداللہ بن شداد بن الہاد' عروہ ابن مسیب' ام عون بنت محمد بن جعفر' فاطمہ بنت علی' ابو یزید مدنی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت اور تکلیف کے وقت پڑھنے کے لیے ان کو ایک دعا بتائی تھی۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۶۹)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو دبلا دیکھا تو پوچھا کہ اس قدر دبلے کیوں ہیں۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا ان کو نظر بہت لگتی ہے۔ فرمایا تو تم جھاڑ پھونک کرو۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ایک منتر یاد تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ فرمایا "ہاں یہی سہی۔" (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۲۲۳)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو خواب کی تعبیر میں بھی دخل تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھتے تھے۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۹)

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳۰) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

نام و نسب: اسماء نام' ذات النطاقین لقب' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ماں کا نام قتلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ ہجرت سے ۲۷ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔

نکاح: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔

قبول اسلام: اپنے شوہر کی طرح انہوں نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق ان کا ایمان لانے والوں میں اٹھارواں نمبر تھا۔

عام حالات: جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رفیق صحبت تھے۔ آپ دوپہر کو ان کے گھر تشریف لائے اور ہجرت کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سفر کا سامان تیار کیا۔ دو تین دن کا کھانا نوشہ دان میں رکھا۔ نطاق جس کو عورتیں کمر پر لپیٹتی ہیں' پھاڑ کر اس سے نوشہ دان کا منہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا جس کی بناء پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری جلد۱' ص۔۵۵۳' ۵۵۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت کل روپیہ ساتھ لے گئے تھے۔ ابو قحافہ جو ان کے والد تھے' معلوم ہوا تو بولے کہ انہوں نے جانی اور مالی دونوں قسم کی تکلیف دی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا وہ کثیر دولت چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہہ کر اٹھیں اور جس جگہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مال رہتا تھا' بہت سے پتھر رکھ دیئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا پھر ابو قحافہ کو لے گئیں اور کہا ٹٹول لیجئے' دیکھئے یہ رکھا ہے۔ ابو قحافہ نابینا ہو گئے تھے' اس لیے مان گئے اور کہا کھانے کے لیے بہت ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے صرف ابو قحافہ کی تسکین کے لیے ایسا کیا تھا ورنہ وہاں ایک حبہ بھی نہ تھا۔ (مسند ابن حنبل جلد۔۶' ص۔۳۵۰)

آنحضرت ﷺ نے مدینہ پہنچ کر مستورات کو بلوایا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی آئیں۔ (اصابہ جلد۔۴' ص۔۲۲۹' وطبقات جلد۔۸' قسم۔۱' ص۔۱۸۱' وتہذیب جلد۔۵' ص۔۲۴۳) قبا میں قیام کیا' یہاں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حاضر ہوئیں۔ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا، گھٹی دی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ (صحیح بخاری جلد-۱، ص-۵۵۵) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جوان ہوئے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کے پاس رہنے لگیں کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔ (فتح الباری جلد-۶، ص-۲۴۳، واسد الغلبہ جلد-۵، ص-۳۹۲)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے گھٹی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک پیا تھا، اس بناء پر جب سن شعور کو پہنچے تو فضائل اخلاق کے پیکر مجسم تھے۔ ادھر سلطنت بنو امیہ کا فرمانروا (یزید) سرتاپا فسق و فجور تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے انکار کیا۔ مکہ میں پناہ گزیں ہوئے اور وہیں سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی۔ چونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و جلالت کا ہر شخص معترف تھا، اس لیے تمام دنیائے اسلام نے اس صدا پر لبیک کہی اور ملک کا بڑا حصہ ان کے علم کے نیچے آگیا۔ لیکن جب عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا تو اس نے اپنی حکمت عملی سے بعض صوبوں پر قبضہ کر لیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔

شاہی لشکر نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ وہ بیمار تھیں، پوچھا کیا حال ہے؟ بولیں "بیمار ہوں" کہا آدمی کو موت کے بعد آرام ملتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا شاید تم کو میرے مرنے کی تمنا ہے لیکن میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی۔ میری آرزو یہ ہے کہ تم لڑ کر قتل ہو اور میں صبر کروں یا تم کامیاب ہو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔" ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہنس کر چلے گئے۔ شہادت کا وقت آیا تو دوبارہ ماں کی خدمت میں آئے۔ وہ مسجد میں بیٹھی تھیں، صلح کے متعلق مشورہ کیا۔ بولیں بیٹا قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہیں۔ کیونکہ عزت کے ساتھ تلوار مارنا ذلت کے ساتھ کوڑا مارنے سے بہتر ہے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا اور لڑ کر مردانہ وار شہادت حاصل کی۔

حجاج نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ تین دن گزرنے پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کنیز کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کی لاش پر آئیں۔ لاش الٹی لٹکی تھی، دل تھام کر اس منظر کو دیکھا اور نہایت استقلال سے کہا کیا اس سوار کے گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔

(اسد الغلبہ جلد-۳، ص-۲۴۳، واستیعاب جلد-۱، ص-۳۶۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حجاج کو چھیڑ منظور تھی' آدمی بھیجا کہ ان کو جا کر لائے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے انکار کیا۔ اس نے پھر آدمی بھیجا کہ ابھی خیریت ہے ورنہ آئندہ جو شخص بھیجا جائے گا وہ بال پکڑ کر گھسیٹ لائے گا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا صرف اللہ کی شان جباری کی معترف تھیں۔ جواب دیا میں نہیں جا سکتی۔ حجاج نے مجبوراً خود جوتا پہنا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا اور حسب ذیل گفتگو ہوئی:

"حجاج نے کہا کہئے میں نے اللہ کے دشمن (ابن زبیر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بولیں تو نے ان کی دنیا بگاڑی اور انہوں نے تیری عاقبت خراب کی۔ میں نے سنا ہے کہ تو ان کو طنزاً ذات النطاقین کا بیٹا کہتا ہے۔ اللہ کی قسم ذات النطاقین میں ہوں۔ میں نے نطاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کھانا باندھا تھا اور دوسرے کو کمر میں لپیٹتی تھی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہو گا۔ چنانچہ کذاب کو دیکھ چکی ہوں اور ظالم تو ہے۔ حجاج نے یہ حدیث سنی تو چپکا اٹھ کھڑا ہوا۔" (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۳۷۵)

چند دنوں کے بعد عبدالملک کا حکم پہنچا تو حجاج نے لاش اتروا کر یہود کے قبرستان میں پھینکوا دی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے لاش اٹھوا کر گھر منگوائی اور غسل دلوا کر جنازہ کی نماز پڑھی۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا جوڑ جوڑ الگ تھا' نہلانے کے لیے کوئی عضو اٹھایا جاتا تو ہاتھ کے ساتھ چلا آتا تھا لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ کیفیت دیکھ کر صبر کیا کہ اللہ کی رحمت ان پر پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوتی ہے۔

وفات: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دعا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لاش نہ دیکھ لوں' مجھے موت نہ آئے۔ (استیعاب جلد-۱' ص-۳۶۶) چنانچہ ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ جمادی الاول سنہ-۷۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت ان کی عمر سو سال کی تھی۔

اولاد: حسب ذیل اولاد ہوئی: عبداللہ' منذر' عروہ' مہاجر' خدیجۃ الکبریٰ' ام الحسن' عائشہ۔ (طبری جلد-۳' ص-۲۴۶۴' والریاض النضرہ ص-۲۷۹' ۲۸۰)

حلیہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بایں ہمہ کہ سو برس کی تھیں لیکن ایک دانت بھی نہیں گرا تھا اور ہوش و حواس بالکل درست تھے۔ (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۳۹۳) لمبا قد تھا اور جسم تھیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ (مسند جلد۔۶' ص۔۳۴۸' واسد الغابہ جلد۔۵' ص۔۳۹۳)

فضل و کمال: آنحضرت ﷺ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ۵۶ حدیثیں روایت کی ہیں۔ جو صحیحین اور سنن میں موجود ہیں۔ راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں: عبداللہ' عروہ (پسران) عباد بن عبداللہ' عبداللہ بن عروہ (نبیرگان) فاطمہ بنت المنذر' ابن زبیر' عبادہ بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر' عبداللہ بن کیسان (غلام) ابن عباس' صفیہ بنت شیبہ' ابن ابی ملیکہ' وہب بن کیسان' ابوبکر و عامر (پسران ابن زبیرؓ) مطلب بن حطب' محمد بن منکدر' مسلم' معری' ابونوفل ابن ابو عقرب۔

اخلاق: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بالطبع نیکی کی طرف مائل تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز کو بہت طول دیا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ ان کے پاس دو عورتیں کھڑی تھیں۔ جن میں ایک فربہ اور دوسری لاغر تھی۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ مجھے ان سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیے۔ (مسند جلد۔۶' ص۔۳۴۹) لیکن چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی' حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو غش آگیا اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی۔ (صحیح بخاری جلد۔۱' ص۔۱۴۴) ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ ان کے سر میں درد ہوتا تو سر پکڑ کر کہتیں "یہ میرا گناہ ہے اور جو گناہ اللہ معاف کرتا رہتا ہے' وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔"

حق گوئی ان کا خاص شعار تھا' اس کی متعدد مثالیں اوپر گزر چکی ہیں۔ حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جابر کے سامنے وہ جس صاف گوئی سے کام لیتی تھیں وہ بجائے خود اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ ایک دن وہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنی کنیز کے ساتھ آئیں اور دریافت کیا کہ امیر کہاں ہے؟ معلوم ہوا تو حجاج کے قریب گئیں۔ اس نے دیکھتے ہی کہا تمہارے بیٹے نے اللہ کے گھر میں الحاد پھیلایا تھا۔ اس لیئے اللہ نے اس کو بڑا دردناک عذاب دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے برجستہ جواب دیا تو جھوٹا ہے۔ وہ ملحد نہ تھا بلکہ صائم' پارسا اور شب بیدار تھا۔ (مسند جلد۔۶' ص۔۳۵۱)

نہایت صابر تھیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک قیامت تھی جو ان کے لیے قیامت کبریٰ بن گئی تھی لیکن اس میں انہوں نے جس عزم جس استقلال' جس صبر اور جس تحمل سے کام لیا' اس کی تاریخ میں بہت کم نظیریں مل سکتی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حد درجہ خوددار تھیں۔ حجاج بن یوسف جیسے امیر کی نخوت بھی ان کی خودداری کی چٹان سے ٹکرا کر چور چور ہو جاتی تھی۔

بایں ہمہ نہایت متواضع اور خاکسار تھیں۔ محنت و مشقت میں ان کو بالکل عار نہ تھا۔ چنانچہ جب ان کا نکاح ہوا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہ تھا۔ صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا۔ وہ گھوڑے کو دانہ دیتی' پانی بھرتی اور ڈول سیتی تھیں۔ روٹی پکانی نہیں آتی تھی' اس لیے آٹا گوندھ کر رکھتی اور انصار کی بعض عورتیں پکا دیتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جو زمین عنایت فرمائی تھی' وہاں جا کر وہ چھوہاروں کی گٹھلیاں چنتی اور تین فرلانگ سے سر پر لاد کر لاتی تھیں۔ ایک دن اسی حالت میں آ رہی تھیں کہ آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھلایا کہ سوار ہو جائیں لیکن ان کو شرم معلوم ہوئی اور اونٹ پر نہ بیٹھیں۔ گھر آ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے سارا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا "سبحان اللہ سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہیں آئی؟" کچھ زمانہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک غلام دیا جو گھوڑے کی تربیت اور پرداخت کرتا تھا۔ اسی وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی مصیبت کم ہوئی۔ کہتی تھیں فکانما اعتقنی یعنی "گویا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو آزاد کر دیا۔" (صحیح بخاری جلد۔۲' ص۔۷۵۶)

غربت کی وجہ سے جو کچھ خرچ کرتیں ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے منع کیا کہ پھر اللہ بھی ناپ کر دے گا۔ اس وقت سے یہ عادت چھوڑ دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آمدنی وافر ہو گئی اور پھر کبھی تنگدست نہیں ہوئیں۔ (مسند جلد۔۶' ص۔۳۵۲)

حد درجہ فیاض تھیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات کے وقت ترکہ میں ایک جنگل چھوڑا تھا جو ان کے حصہ میں آیا تھا لیکن انہوں نے اس کا لاکھ درہم پر فروخت کر کے کل رقم عزیزوں میں تقسیم کر دی۔ (صحیح بخاری ہبہ الواحد للجماعت) بیمار پڑتیں تو اپنے تمام غلام آزاد کر دیتی تھیں۔ (خلاصہ تہذیب ص۔۴۸۸) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا مزاج تیز تھا' اس لیے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ میں بلا اجازت ان کے مال سے فقراء کو خیرات دے سکتی ہوں؟ آنحضرت ﷺ نے اجازت دی۔ (مسند جلد۔۶' ص۔۳۵۳)

ایک مرتبہ ان کی ماں مدینہ میں آئیں اور ان سے روپیہ مانگا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ مشرک ہیں' کیا ایسی حالت میں ان کی مدد کر سکتی ہوں؟ ارشاد ہوا ہاں (اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو)۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۸۸۴)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کئی حج کیے۔ پہلا حج آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ (صحیح مسلم جلد-۱' ص-۴۷۹) اس حج میں جو کچھ دیکھا' ان کو بالکل یاد تھا۔ (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۲۳۷) چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے بعد جب حج کے لیے آئیں اور مزدلفہ میں ٹھہریں تو رات کو نماز پڑھی پھر اپنے غلام سے پوچھا "چاند چھپ گیا" اس نے کہا نہیں۔ جب چاند ڈوب گیا بولیں کہ اب رمی کے لیے چلو رمی کے بعد پھر واپس آئیں اور صبح کی نماز پڑھی۔ اس نے کہا آپ نے بڑی عجلت کی۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے پردہ نشینوں کو اس کی اجازت دی ہے۔ (صحیح بخاری جلد-۱' ص-۲۳۷) جب کبھی حجون سے گزرتیں کہتیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہاں ٹھہرے تھے۔ اس وقت ہمارے پاس بہت کم سامان تھا۔ ہم نے اور عائشہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے عمرہ کیا تھا اور طواف کر کے حلال ہوئے تھے۔ (حوالہ مذکورہ)

نہایت بہادر تھیں۔ اخلاقی جرات کے چند واقعات اوپر گزر چکے ہیں۔ سعید بن عاص کے زمانہ حکومت میں جب اسلام میں فتنہ پیدا ہوا اور بدامنی شروع ہو گئی تو انہوں نے ایک خنجر رکھا تھا۔ لوگوں نے پوچھا اس کا کیا فائدہ ہے؟ بولیں اگر کوئی چور آئے گا تو اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔ (ذیل طبری جلد-۳' ص-۲۴۶)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے تقدس کا عام چرچا تھا۔ لوگ ان سے دعا کراتے تھے۔ جب کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی اور دعا کے لیے آتی تو اس کے سینہ پر پانی چھڑکتیں اور کہتیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۸۵۲)

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بخار آتش جہنم کی گرمی سے ہے۔ اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۸۵۲ باب الحمی من فیح جهنم) گھر میں کوئی آدمی بیمار ہوتا تو آنحضرت ﷺ کا جبہ (جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت ان کے سپرد کیا تھا) دھوتی اور اس کا پانی پلاتی تھیں' اس سے بیمار کو شفاء ہو جاتی تھی۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۴۸)

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳۱) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا

نام و نسب: فاطمہ نام' سلسلہ نسب یہ ہے: فاطمہ بنت قیس بن خلد اکبر بن وہب بن ثعلبہ ابن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر- والدہ کا نام امیمہ بنت ربیعہ تھا اور بنی کنانہ سے تھیں-

نکاح: ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا-

قبول اسلام اور ہجرت: اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان لائیں اور ہجرت کی-

عام حالات: صفر سنہ ۱۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک لشکر لے کر یمن گئے تھے' ابو عمرو بھی ان کے ساتھ تھے- چلتے وقت عیاش بن ابی ربیعہ کی معرفت اپنی بیوی کو آخری طلاق (دو طلاق پہلے دے چکے تھے) اور ۵-۵ جو اور خرمے بھیجے- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کھانے اور مکان کا مطالبہ کیا تو عیاش نے کہا کہ جو کچھ دیا گیا ہے' محض احسان ہے ورنہ ہمارے ذمہ یہ بھی ضروری نہیں- اس جواب پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غصہ آیا اور اپنے کپڑے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں- خلد بن ولید رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی پہنچے- آپ نے دریافت کیا کہ انہوں نے تم کو کتنی مرتبہ طلاق دی؟ بولیں تین مرتبہ- فرمایا اب تم کو نفقہ نہیں مل سکتا- تم ام شریک رضی اللہ عنہا کے ہاں عدت کے دن پورے کرو- لیکن چونکہ ام شریک رضی اللہ عنہا کے اعزہ و اقارب ان کے مکان میں آتے جاتے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن مکتوم نابینا اور تمہارے ابن عم ہیں' اس لیے بہتر ہے کہ تم ان کے ہاں رہو- (عدت کے اندر عورت کا کھانا کپڑا اسی مرد کے ذمہ ہے جس نے طلاق دی ہے- حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے متعلق بڑی بحث ہے جس کے ذکر کا یہاں موقع نہیں ہے)

عدت کا زمانہ پورا ہوا تو ہر طرف سے پیغام آئے- امیر معاویہ' ابو جہم اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے بھی پیغام دیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو شخصوں کا پیغام اس لیے مسترد کر دیا کہ اول الذکر مفلس اور دوسرے تند مزاج تھے- پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اسامہ سے نکاح کر لو- چونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمائیں گے' اس لیے انکار کیا۔ ارشاد ہوا اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اس میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ یہ سن کر فاطمہ رضی اللہ عنہا مجبور ہوئیں اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ کہتی ہیں کہ پھر میں قابل رشک بن گئی۔ (صحیح مسلم جلد ۱' ص ۵۸۳ تا ۵۸۵' و مسند جلد ۶' ص ۴۱۱ تا ۴۱۳) سنہ ۲۳ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو مجلس شوریٰ کا اجلاس فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے مکان میں ہوتا تھا۔ (اسد الغابہ جلد ۵' ص ۵۲۶)

سنہ ۵۴ھ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ ہوا۔ دوسری شادی نہیں کی اور اپنے بھائی ضحاک کے ساتھ رہیں۔ جب یزید نے اپنے عہد حکومت میں ان کو عراق کا گورنر مقرر کیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ کوفہ چلی آئیں اور یہیں سکونت اختیار کی۔

وفات: ان کی وفات کا سال معلوم نہیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ تھیں۔ (صحیح مسلم جلد ۱' ص ۵۸۶)

حلیہ: خوبصورت تھیں۔ (اصابہ جلد ۸' ص ۱۴۴)

فضل و کمال: اسد الغابہ (جلد ۵' ص ۵۲۶) میں ہے: لھا عقل و کمال یعنی "وہ نہایت عقلمند اور صاحب کمال تھیں۔"

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی عبداللہ بن عمرو (بن عثمان) کو منسوب تھیں۔ انہوں نے ان کو تین طلاقیں دیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ تھیں' کہلا بھیجا کہ میرے گھر چلی آؤ۔ مروان نے قبیصہ کو بھیجا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سبب دریافت کرو۔ قبیصہ نے آکر کہا کہ آپ ان کی عورت کو ایام عدت گزرنے سے قبل کیوں گھر سے نکالتی ہیں؟ بولیں اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہی حکم دیا تھا۔ اس کے بعد اپنا واقعہ بیان کیا اور اس کی قرآن مجید سے تائید کی۔ قرآن مجید میں ہے:

اذا طلقتم النسآء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدة واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة۔ (سورۃ طلاق)	جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت کے وقت تک طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور اللہ سے ڈرو اور ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کھلی ہوئی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ مراجعہ کی صورت تھی' اس کے بعد ہے:

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او نارقوھن بمعروف۔ پس جب میعاد کو پہنچ جائیں تو ان کو اچھی طرح روکے رکھو یا اچھی طرح جدا کر دو۔

(سورۃ طلاق)

اس بناء پر تین مرتبہ کے بعد پھر کسی صورت کا احتمال نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ تمہارے نزدیک عورت جب تک حاملہ نہ ہو' اس کا نفقہ نہ دینا چاہیے۔ اس لیے اس کو روک رکھنا بالکل بیکار ہے۔ جب مروان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس گفتگو کی اطلاع ہوئی تو کہا یہ ایک عورت کی بات ہے اور ان متعلقہ خاتون کو حکم دیا کہ اپنے گھر واپس آئیں۔ چنانچہ وہ واپس آئیں اور وہیں عدت گزاری۔ (صحیح مسلم جلد ا' ص-۵۸۴' ومسند جلد-٦' ص-۴۱۵' ۴۱٦

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند احادیث روایت کی ہیں۔ جو متعدد اشخاص کے ذریعہ سے مروی ہیں۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں: قاسم بن محمد' ابوبکر بن ابوالجہم' ابو سلمہ' سعید بن مسیب' عروہ' عبداللہ بن عبداللہ اسود' سلیمان بن یسار' عبداللہ البہی' محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان شعبی' عبدالرحمٰن ابن عاصم تمیم۔

اخلاق: عادات و اخلاق نہایت شریفانہ تھے۔ شعبی جو ان کے شاگرد تھے' ملنے کو آئے تو انہوں نے چھوہارے کھلائے اور ستو پلایا۔ (صحیح مسلم جلد ا' ص-۵۸۵)

○══☆☆☆══○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳۲) حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: شفاء نام' قبیلہ قریش کے خاندان عدی سے ہیں- سلسلہ نسب یہ ہے: شفاء بنت عبداللہ بن عبد شمس بن خلف بن سداد بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی ابن کعب بن لوئی- والدہ کا نام فاطمہ بنت وہب بن عمرو بن عائذ بن عمر بن مخزوم تھا-

نکاح: ابو حشمہ بن خذیفہ عدوی سے نکاح ہوا-

قبول اسلام: ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں- (اصابہ جلد-۸' ص-۲۰)

عام حالات: آنحضرت ﷺ سے ان کو بہت محبت تھی- آپ ﷺ کبھی ان کے گھر تشریف لے جاتے تو آرام فرماتے تھے- انہوں نے آپ کے لیے علیحدہ ایک بچھونا اور ایک تہمد رکھ چھوڑی تھی- چونکہ ان میں آنحضرت ﷺ کا پسینہ جذب ہوتا تھا' یہ بڑی متبرک چیزیں تھیں- حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے بعد ان کی اولاد نے ان تبرکات کو نہایت احتیاط سے محفوظ رکھا لیکن مروان نے ان سے یہ سب چیزیں لے لیں- (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۸۶' وجلد-۸' ص-۱۲۱)

آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک مکان بھی عنایت فرمایا تھا اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ اسی میں سکونت پذیر تھیں- (اصابہ ص-۱۲۱ بحوالہ ابن سعد)

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کے ساتھ خاص رعایتیں کیں- چنانچہ ابن سعد میں ہے:

کان عمر یقدمها فی الرائی ویرعاها ویفضلها وربها ولاها شیئا من امر السوق-	حضرت عمرؓ ان کو رائے میں مقدم رکھتے' ان کی فضیلت کی رعایت کرتے اور ان کو بازار کا اہتمام سپرد کرتے تھے-

وفات: وفات کا سنہ معلوم نہیں-

اولاد: اولاد میں دو کا پتہ چلتا ہے- سلیمان اور ایک لڑکی جو شرجیل بن حسنہ کو منسوب تھی-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فضل و کمال: جاہلیت میں دو چیزوں میں مشہور تھیں۔ جھاڑ پھونک اور لکھنا۔ جھاڑ پھونک کے متعلق آنحضرت ﷺ سے انہوں نے استفتاء کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اجازت دی تھی اور فرمایا تھا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی سکھا دو۔ لکھنے کے متعلق بھی یہی ارشاد ہوا تھا۔ (اصابہ ص-۱۲۱) چیونٹی کے کاٹے میں یہ منتر پڑھتی تھیں: بسم اللہ صلو صلب جبر تعوذا من افواھھا فلا تضر احدا اللّٰھم اکشف الباس رب الناس۔ (مسند جلد-۶' ص-۳۷۲)

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چند احادیث روایت کی ہیں جن کی تعداد صاحب خلاصہ کے نزدیک بارہ (۱۲) ہے۔ راویوں میں ان کے بیٹے اور دو پوتے ابوبکر و عثمان اور ابو سلمہ' حضرت حفصہ اور ابواسحاق شامل ہیں۔

اخلاق: اسد الغابہ (جلد-۵' ص-۴۸۷) میں ہے: کانت من عقلاء النسآء وفضلائھن یعنی "وہ بڑی عاقلہ اور فاضلہ تھیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ان کو بلا کر ایک چادر عنایت کی اور عاتکہ بنت اسید کو ان سے بہتر چادر دی تو بولیں تمہارے ہاتھ غبار آلود ہوں' ان کو مجھ سے بہتر چادر دی حالانکہ میں ان سے پہلے مسلمان ہوئی۔ تمہاری بنت عم بھی ہوں' اس کے علاوہ تم نے مجھ کو طلب کیا تھا اور یہ خود چلی آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تمہیں عمدہ چادر دیتا لیکن جب یہ آگئیں تو مجھے ان کی رعایت کرنی پڑی کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ سے نسبا قریب تر ہیں۔ (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۹۷ حالات عاتکہ)

O═☆☆☆═O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۳۳) حضرت زینب بنت ابی معاویہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: زینب نام' رائطہ عرف' قبیلہ ثقیف سے تھیں- سلسلہ نسب یہ ہے: زینب بنت عبداللہ ابی معاویہ بن معاویہ بن عتاب بن اسعد بن غاضرہ بن حطیط بن جشم ابن ثقیف-

نکاح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا- چونکہ ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور زینب رضی اللہ عنہا دستکار تھیں- اس لیے اپنے شوہر اور اولاد کی خود کفیل ہوئیں- ایک دن کہنے لگیں کہ تم نے اور تمہاری اولاد نے مجھ کو صدقہ و خیرات سے روک رکھا ہے- جو کچھ کماتی ہوں' تم کو کھلا دیتی ہوں- بھلا اس میں میرا کیا فائدہ؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تم اپنے فائدہ کی صورت نکال لو' مجھ کو تمہارا نقصان منظور نہیں- حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور عرض کی کہ میں دستکار ہوں اور جو کچھ اس سے پیدا کرتی ہوں' شوہر اور بال بچوں پر صرف ہو جاتا ہے- کیونکہ میرے شوہر کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے- اس بناء پر میں محتاجوں کو صدقہ نہیں دے سکتی- اس حالت میں کیا مجھ کو کچھ ثواب ملتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم کو ان کی خبر گیری کرنا چاہیے- (صحیح مسلم)

عام حالات اور وفات: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حالات بہت کم معلوم ہیں- سال وفات کا بھی یہی حال ہے-

اولاد: ابوعبیدہ جو اپنے زمانے کے مشہور محدث گزرے ہیں' حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نور نظر تھے-

فضل و کمال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے چند احادیث روایت کیں- راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں: ابوعبیدہ' عمرو بن حارث بن ابی ضرار' بسر بن سعید' عبید بن سباق' کلثوم' محمد بن عمرو بن حارث-

اخلاق: بارگاہ نبوت میں ان کو مخصوص درجہ حاصل تھا- اکثر آپ کے مکان میں آتی جاتی تھیں- ایک دن وہ آپ کے سر کی جوئیں دیکھ رہی تھیں- مہاجرین کی اور عورتیں بھی بیٹھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تھیں۔ ایک مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے اپنا کام چھوڑ کر بولنا شروع کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم آنکھ سے نہیں بولتی ہو' کام بھی کرو اور گفتگو بھی۔ (مسند جلد ۶' ص۔ ۳۶۳)

○ ═══ ☆ ☆ ☆ ═══ ○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۳۴) حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا

نام و نسب: اسماء نام، ام سلمہ کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے: اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

قبول اسلام: ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں اور چند عورتوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لیے آئیں۔ آپ صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لے کر آئی ہوں۔ اللہ نے آپ کو مرد و عورت سب کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ ہم نے آپ کی پیروی کی ہے اور آپ پر ایمان لائے ہیں۔ لیکن ہماری حالت مردوں سے بالکل جداگانہ ہے۔ ہم پردہ نشین ہیں، اس لیے جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے اور مرد جمعہ اور جماعت میں شریک ہوتے ہیں، مریضوں کی عیادت کرتے ہیں، نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حج کو جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کرتے ہیں۔ لیکن ان تمام صورتوں میں ہم گھر میں بیٹھ کر ان کی اولاد کو پالتے ہیں، گھروں کی حفاظت کرتے ہیں، کپڑوں کے لیے چرخہ کاتتے ہیں۔ تو کیا اس صورت میں ہم کو بھی ثواب ملے گا؟

آنحضرت ﷺ نے سنا تو صحابہ سے فرمایا کہ تم نے کسی عورت سے ایسی گفتگو بھی سنی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ آپ نے اسماء رضی اللہ عنہا کو جواب دیا کہ عورت کے لیے شوہر کی رضاجوئی نہایت ضروری چیز ہے۔ اگر وہ فرائض زوجیت ادا کرتی اور شوہر کی مرضی پر چلتی ہے تو مرد کو جس قدر ثواب ملتا ہے، عورت کو بھی اسی قدر ملتا ہے۔ (اسد الغابہ جلد۔۵، ص۔۳۹۸، واستیعاب جلد۔۲، ص۔۷۲۶)

جامع ترمذی، ابن سعد اور مسند ابن حنبل میں اس بیعت کا کسی قدر تذکرہ آیا ہے۔ مسند میں ہے کہ اس بیعت میں اسماء رضی اللہ عنہا کی خالہ بھی شریک تھیں جو سونے کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنے تھیں۔ آپ نے فرمایا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ بولیں نہیں۔ فرمایا تو کیا تم کو یہ پسند ہے کہ اللہ آگ کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنائے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا خالہ ان کو اتار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دو- چنانچہ فوراً تمام چیزیں اتار کر پھینک دیں- اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم زیور نہ پہنیں گے تو شوہر بے وقعت سمجھے گا- ارشاد ہوا تو پھر چاندی کے زیور بنواؤ اور ان پر زعفران مل لو کہ سونے کی چمک پیدا ہو جائے- غرض ان باتوں کے بعد جب بیعت کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی چند اقرار کرائے- حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں' اپنا ہاتھ بڑھایئے- فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا- بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ کنگن کا واقعہ خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا تھا- (ان واقعات کے لیے دیکھو مسند جلد-٦' ص-٤٥٣' ٤٥٤' ٤٦٠' ٤٦١)

عام حالات : سنہ-ا؁ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اور وہ میکہ سے کاشانہ نبوت میں آئیں تو جن عورتوں نے ان کو سنوارا تھا' ان میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی داخل تھیں- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جلوے میں بٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی- آپ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے- کسی نے دودھ پیش کیا تو تھوڑا سا پی کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا- ان کو شرم معلوم ہوئی اور سر جھکا لیا- حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ڈانٹا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دیتے ہیں لے لو- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دودھ لے کر کسی قدر پی لیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کر دیا- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو دیا- انہوں نے پیالہ کو گھٹنے پر رکھ کر گردش دینا شروع کیا کہ جس طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا تھا وہاں بھی منہ لگ جائے- اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور عورتوں کو بھی دو لیکن سب نے جواب دیا کہ ہم کو اس وقت خواہش نہیں ہے- ارشاد ہوا بھوک کے ساتھ جھوٹ بھی؟ (مسند جلد-٦' ص-٤٥٨)

سنہ-١٥ھ میں یرموک کا واقعہ پیش آیا- اس میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے خیمہ کی چوب سے نو رومیوں کو قتل کیا- (اصابہ جلد-٨' ص-١٣)

وفات : یرموک کے بعد مدت تک زندہ رہیں اور پھر وفات پائی- وفات کا سال معلوم نہیں-

فضل و کمال : حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند احادیث روایت کی ہیں جن کے راوی اصحاب ذیل ہیں: محمود بن عمرو انصاری' مہاجر بن ابی مسلم' شہر بن حوشب' مجاہد' اسحاق بن راشد- لیکن ان میں سب سے زیادہ شہر حوشب نے روایتیں کی ہیں-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اخلاق: استیعاب میں ہے: کانت من ذوات العقل والدین یعنی "وہ عقل اور دین دونوں سے متصف تھیں۔"

آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتی تھیں۔ (مسند جلد ۶، ص ۴۵۹) ایک مرتبہ ناقہ غضباء کی مہار تھامے تھیں کہ آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ وحی کا اتنا بار تھا کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں اونٹنی کے ہاتھ پاؤں نہ ٹوٹ جائیں۔ (مسند جلد ۶، ص ۴۵۵، ۴۵۸)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اکثر اوقات کاشانہ نبوت میں حاضر ہوتیں۔ ایک مرتبہ بیٹھی تھیں کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا (تو) گھر میں کہرام مچ گیا۔ آنحضرت ﷺ دوبارہ واپس آئے تو وہی حالت قائم تھی۔ فرمایا کیوں روتی ہو؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا ہماری حالت یہ ہے کہ لونڈی آٹا گوندھنے بیٹھتی ہے، ہم کو سخت بھوک ہوتی ہے۔ وہ پکا کر فارغ نہیں ہوتی کہ ہم بھوک سے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ پھر دجال کے زمانہ میں جو قحط پڑے گا اس پر کیونکر صبر کر سکیں گے۔ (یعنی فوراً اس کے دام میں پھنس جائیں گے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس دن تسبیح اور تکبیر بھوک سے بچائے گی۔ پھر کہا رونے کی ضرورت نہیں اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں خود سینہ سپر ہوں گا ورنہ میرے بعد اللہ ہر مسلمان کی حفاظت کرے گا۔ (مسند جلد ۶، ص ۴۵۳، ۴۵۴)

مہمان نواز تھیں۔ ایک بار حضرت شہر بن حوشب آئے تو انہوں نے ان کے سامنے کھانا رکھا۔ حضرت شہر بن حوشب نے انکار کیا تو آنحضرت ﷺ کا ایک واقعہ بیان کیا۔ جس سے یہ اشارہ مقصود تھا کہ انکار مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے کہا اب دوبارہ ایسی غلطی نہ کروں گا۔ (مسند جلد ۶، ص ۴۵۸)

O══☆☆☆══O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳۵) حضرت ام الدرداؓ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: ام الدرداء دو تھیں اور دونوں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں لیکن جو بڑی تھیں وہ صحابیہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق ان کا نام خیرہ تھا اور ابو حدرد اسلمی کی صاحبزادی تھیں۔

وفات: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے دو سال قبل شام میں وفات پائی' یہ خلافت عثمانی کا زمانہ تھا۔

فضل و کمال: حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: کانت من فضلی النسآء وعلائهن وذوات الرای یعنی "وہ بڑی عاقلہ اور فاضلہ اور صاحب الرائے تھیں۔" (اصابہ جلد ۸' ص۔۷۳)

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے چند احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے شاگرد میمون بن مہران ہیں جن کی سماعت پر جمہور کا اتفاق ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے بعض اور راویوں کے نام بھی لکھے ہیں لیکن یہ سخت غلطی ہے کیونکہ ان میں سے کسی نے ام الدرداء رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔

اخلاق: نہایت عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ (اصابہ جلد ۸' ص۔۷۳)

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳۶) حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا

نام و نسب: قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں۔ باپ کا نام حارث بن ہشام بن المغیرہ اور ماں کا نام فاطمہ بنت الولید تھا۔ فاطمہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔

نکاح: عکرمہ بن ابوجہل سے شادی ہوئی۔ (جو ان کے ابن عم تھے)

عام حالات: غزوۂ احد میں کفار کے ساتھ شریک تھیں۔ لیکن جب سنہ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تو پھر اسلام سے چارہ نہ تھا۔ ان کا خسر (ابوجہل) مکہ میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور کفر کا سرغنہ رہ چکا تھا۔ شوہر (عکرمہ) کی رگوں میں بھی اسی کا خون دوڑتا تھا۔ ماموں (خالد رضی اللہ عنہ) بھی مدت سے اسلام سے برسرپیکار رہ چکے تھے۔ لیکن بایں ہمہ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنی فطری سلامت روی کی بناء پر فتح مکہ میں اسلام قبول کرنے میں بہت عجلت کی۔ ان کے شوہر جان بچا کر یمن بھاگ گئے تھے۔ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے امن کی درخواست کی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن عفو نہایت کشادہ تھا۔ غرض یمن جا کر ان کو واپس لائیں اور عکرمہ رضی اللہ عنہ نے صدق دل سے اسلام قبول کیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہو کر اپنے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔ نہایت جوش سے غزوات میں شرکت کی اور بڑی پامردی اور جانبازی سے لڑے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رومیوں سے جنگ چھڑی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ام حکیم رضی اللہ عنہا کو لے کر شام گئے اور اجنادین کے معرکہ میں داد شجاعت دے کر شہادت حاصل کی۔ حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عدت کے بعد خالد ابن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ چار سو (۴۰۰) دینار مہر بندھا اور رسم عروسی ادا کرنے کی تیاریاں ہوئیں۔ چونکہ نکاح مرج الصفر میں ہوا تھا' جو دمشق کے قریب ہے اور ہر وقت رومیوں کا حملہ کا اندیشہ تھا۔ حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے خالد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابھی توقف کرو لیکن خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اسی معرکہ میں اپنی شہادت کا یقین ہے۔ غرض ایک پل کے پاس جو اب "قنطرہ ام حکیم" کہلاتا ہے' رسم عروسی ادا ہوئی۔ دعوت ولیمہ سے لوگ فارغ نہیں ہوئے تھے کہ رومی آپہنچے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ خالد رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں گئے اور شہادت حاصل کی۔ حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا اگرچہ عروسی تھیں' تاہم انھیں کپڑوں کو باندھا اور خیمہ کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چوب اکھاڑ کر کفار پر حملہ کیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اس چوب سے چھ کافروں کو قتل کیا تھا۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۲۲۵)

وفات اور اولاد : حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں۔ اولاد کا بھی یہی حال ہے۔

○ــــ☆☆☆ــــ○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳۷) حضرت خنساء رضی اللہ عنہا

نام و نسب: تماضر نام' خنساء لقب' قبیلہ قیس کے خاندان سلیم سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: خنساء بنت عمرو بن الشرید بن ریاح بن یقظہ بن عصیتہ بن خفاف بن امراء القیس بن بہثہ ابن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔ نجد کی رہنے والی تھیں۔

نکاح: پہلا نکاح قبیلہ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیٰ سے ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد مرداس بن ابو عامر کے عقد نکاح میں آئیں۔ (طبقات الشعراء لابن قتیبہ ص-۱۹۷' واسد الغابہ جلد-۵' ص-۴۴۱)

قبول اسلام: پیری کا زمانہ تھا کہ مکہ کے افق سے ماہتاب رسالت طلوع ہوا۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور مشرف باسلام ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ دیر تک ان کے اشعار سنتے اور تعجب کرتے رہے۔ یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔

عام حالات: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب قادسیہ (عراق) میں جنگ ہوئی تو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدان جنگ میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے یہ نصیحت کی: پیارے بیٹو تم نے اسلام اور ہجرت اپنی مرضی سے اختیار کی ہے ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے اور نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا۔ باوجود اس کے تم اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لائے اور فارس کے آگے ڈال دیا۔ اللہ کی قسم! تم ایک ماں اور باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ تم جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے اور کفار سے جہاد کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا اس بناء پر صبح اٹھ کر لڑنے کی تیاری کرو اور آخر وقت تک لڑو۔ (سد الغابہ جلد-۵' ص-۴۴۲) چنانچہ بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اٹھائیں اور نہایت جوش میں رجز پڑھتے ہوئے بڑھے اور شہید ہوئے۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو اللہ کا شکر ادا کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے لڑکوں کو ۲۰۰ درہم سالانہ وظیفہ عطا کرتے تھے' ان کی شہادت کے بعد یہ رقم حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کو ملتی رہی۔ (اسد الغابہ جلد ۵' ص ۴۴۲)

وفات: اس واقعہ کے دس برس کے بعد حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ سال وفات سنہ ۲۴ھ ہے۔

اولاد: چار لڑکے تھے جو قادسیہ میں شہید ہوئے۔ ان کے نام یہ ہیں: عبداللہ' ابو شجرہ (پہلے شوہر سے) زید اور معاویہ (دوسرے شوہر سے تھے)۔

فضل و کمال: اقسام سخن میں سے مرثیہ میں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ صاحب اسد الغابہ (جلد ۵' ص ۴۴۱) لکھتے ہیں:

اجمع اهل العلم بالشعراة لم تكن امرئة قبلها ولا بعدها اشعر منها۔ ناقدان سخن کا فیصلہ ہے کہ خنساء رضی اللہ عنہا کے برابر کوئی عورت شاعر نہیں پیدا ہوئی۔

لیلائے اخیلیہ کو شعراء نے تمام شاعر عورتوں کا سرتاج تسلیم کیا ہے۔ تاہم اس میں بھی حضرت خنساء رضی اللہ عنہا مستثنیٰ رکھی گئی ہیں۔ (طبقات الشعراء ص ۲۷) بازار عکاظ جو شعرائے عرب کا سب سے بڑا مرکز تھا' حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کے خیمے کے دروازہ پر ایک علم نصب ہوتا تھا جس پر یہ الفاظ لکھے جاتے تھے: "ارثی العرب" یعنی عرب میں سب سے بڑی مرثیہ گو۔

نابغہ جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا شاعر تھا' اس کو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنا کلام سنایا تو بولا کہ اگر میں ابو بصیر (اعشیٰ) کا کلام نہ سن لیتا تو تجھ کو تمام عالم میں سب سے بڑا شاعر تسلیم کرتا۔ (طبقات الشعراء ص ۱۹۸)

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ابتداء ایک دو شعر کہتی تھیں لیکن صخر کے مرنے سے ان کو جو صدمہ پہنچا' اس نے ان کی طبیعت میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ کثرت سے مرثیے لکھے ہیں۔ یہ شعر خاص طور پر مشہور ہے:

وان صخر التاتم الهداة به
كانه علم في راسه نار

صخر بڑے بڑے لوگ اقتدا کرتے ہیں گویا وہ ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آگ روشن ہے۔"

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا دیوان بہت ضخیم ہے۔ سنہ ۱۸۸۸ء میں بیروت میں مع شرح کے چھاپا گیا تھا۔ اس میں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے ساتھ ۶۰ عورتوں کے اور بھی مرثیے شامل ہیں۔ سنہ ۱۸۸۹ء میں اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ ہوا اور دوبارہ طبع کیا گیا۔

O==☆☆☆==O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳۸) حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا

نام و نسب: نام معلوم نہیں، ام حرام کنیت تھی، قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جند بن عامر بن غنم بن عدی ابن نجار۔ والدہ کا نام ملیکہ تھا جو مالک بن عدی بن زیدہ بن مناہ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی دختر تھیں۔ اس بناء پر ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کا یہی رشتہ تھا۔

نکاح: عمرو بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ (تہذیب جلد-۱۲، ص-۴۶۲) لیکن جب انہوں نے احد میں شہادت پائی تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے۔

عام حالات اور وفات: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی قبا کی طرف تشریف لے جاتے تو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر آتے اور کھانا نوش فرماتے تھے۔ (زرقانی ص-۶۶، واصابہ جلد-۸، ص-۲۲۲، ۲۲۳) حجتہ الوداع کے بعد ایک روز آپ تشریف لائے اور کھانا کھا کر آرام فرمایا تو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے جویں دیکھنا شروع کیں۔ آپ کو نیند آگئی لیکن تھوڑی دیر کے بعد مسکراتے ہوئے اٹھے اور فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں غزوہ کے ارادہ سے سوار ہیں۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے کہ میں بھی ان میں شامل ہوں۔ آپ نے دعا کی اور پھر آرام فرمایا۔ کچھ دیر کے بعد پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور اسی خواب کا اعادہ کیا۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے پھر اپنی شرکت کے لیے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو۔ اس خواب کی تعبیر سنہ-۲۸ھ میں پوری ہوئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے حاکم تھے۔ انہوں نے متعدد بار جزائر پر حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت نہیں دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اجازت ملی۔ انہوں نے جزیرہ قبرص (سائپرس) پر حملہ کرنے کے لیے ایک بیڑا تیار کیا۔ اس حملہ میں بہت سے صحابہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

رضی اللہ عنہما شریک تھے۔ حضرت ابوذر' حضرت ابودرداء' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی ان ہی میں داخل تھیں۔ (اسد الغابہ جلد۔۵' ص۔۵۷۵) بیڑا حمص کے ساحل سے روانہ ہوا اور قبرص فتح ہو گیا (زرقانی ص۔۴۱) واپسی میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سواری پر چڑھ رہی تھیں کہ نیچے گریں اور جاں بحق تسلیم ہوئیں۔ لوگوں نے وہیں ان کو دفن کر دیا۔ (صحیح بخاری جلد۔۲' ص۔۹۲۹)

اولاد: حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ پہلے شوہر سے قیس اور عبداللہ اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے محمد۔

فضل و کمال: آنحضرت ﷺ سے چند احادیث روایت کیں۔ راویوں میں حضرت عبادہ' حضرت انس رضی اللہ عنہما' عمرو بن اسود' عطاء بن یسار اور یعلی بن شداد بن اوس ہیں۔

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳۹) حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: نام معلوم نہیں، ورقہ کنیت اور انصار کے کسی قبیلہ سے تھیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل۔

قبول اسلام: ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں۔

غزوات: غزوہ بدر پیش آیا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے شرکت کی اجازت مانگی کہ مریضوں کی تیمارداری کروں گی۔ ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں شہادت نصیب ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم گھر میں رہو اللہ تم کو وہیں شہادت عطا فرمائے گا۔

شہادت: چونکہ قرآن پڑھی ہوئی تھی اور آنحضرت ﷺ نے ان کو عورتوں کا امام بنایا تھا۔ اس لیے درخواست کی کہ ایک موذن بھی مقرر فرمایئے۔ چنانچہ موذن اذان دیتا اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں۔ (عورتوں کی امامت کے متعلق دیباچہ پر ایک نوٹ ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں) راتوں کو قرآن پڑھا کرتیں، انہوں نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو مدبر بنایا یعنی اس شرط پر آزادی کا وعدہ کیا تھا کہ میرے بعد تم آزاد ہو۔ ان بدبختوں نے اس وعدے سے (ناجائز) فائدہ اٹھانا چاہا اور رات کو ایک چادر ڈال کر ان کا کام تمام کر دیا۔

یہ خلافت فاروقی کا واقعہ ہے۔ صبح کو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا آج خالہ کے پڑھنے کی آواز نہیں آئی۔ معلوم نہیں کیسی ہیں؟ مکان میں گئے تو دیکھا کہ ایک چادر میں لپٹی پڑی ہوئی ہیں۔ نہایت افسوس ہوا اور فرمایا اللہ اور رسول نے سچ کہا تھا۔ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شہیدہ کے گھر چلو۔ اس کے بعد منبر پر چڑھے اور کہا غلام اور لونڈی دونوں گرفتار کیے جائیں۔ چنانچہ وہ گرفتار ہو کر آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ یہ دونوں وہ پہلے مجرم ہیں تھے جن کو مدینہ منورہ میں سولی دی گئی۔ (اصابہ جلد۔۸، ص۔۲۸۹)

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۴۰) حضرت ہند رضی اللہ عنہا

نام و نسب: ہند نام' قبیلہ قریش سے تھیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ابن عبد مناف۔ ہند کا باپ قریش کا سب سے معزز رئیس تھا۔

نکاح: فاکہ بن مغیرہ مخزومی سے نکاح ہوا لیکن پھر کسی وجہ سے جھگڑا ہو گیا تو ابوسفیان ابن حرب (رضی اللہ عنہ) کے عقد میں آئیں جو قبیلہ امیہ کے مشہور سردار تھے۔

عام حالات: عتبہ' ابوسفیان اور ہند تینوں کو اسلام سے سخت عداوت تھی اور وہ اسلام کی غیر معمولی ترقی کو نہایت رشک سے دیکھتے تھے اور حتی الامکان اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے تھے۔ ابوجہل ان سب کا سردار تھا۔ معرکہ بدر جو اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ تھا' جب اس میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ابوجہل اور عتبہ وغیرہ بھی قتل ہو گئے تو ابوسفیان بن حرب جو عتبہ کے داماد تھے' انہوں نے اس کی جگہ لی اور ابوجہل کی طرح مکہ میں ان کی سیادت مسلم ہو گئی۔ چنانچہ بدر کے بعد سے جس قدر معرکے پیش آئے' ابوسفیان سب میں پیش پیش تھے۔ غزوہ احد ان ہی کے جوش انتقام کا نتیجہ تھا۔ اس موقعہ پر ان کے ساتھ ان کی بیوی ہند بھی آئی تھیں۔ جنہوں نے اپنے باپ کے انتقام میں سنگ دلی اور خونخواری کا ایسا خوفناک منظر پیش کیا جس کے تخیل سے بھی جسم لرز اٹھتا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ انہوں نے عتبہ کو قتل کیا تھا۔ ہند ان کی فکر میں تھیں۔ چنانچہ انہوں نے وحشی کو جو جبیر بن مطعم کے غلام اور حربہ اندازی میں کمال رکھتے تھے' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ (یہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے قبل از اسلام کا واقعہ ہے) اور یہ اقرار ہوا کہ اس کارگزاری کے صلہ میں وہ آزاد کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب ان کے برابر آئے تو وحشی نے حربہ پھینک کر مارا جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔

خاتونان قریش نے انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا تھا۔ ان کے ناک' کان کاٹ لئے' ہند نے ان اعضاء سے ہار بنایا اور اپنے گلے میں ڈالا۔ حضرت حمزہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ کی لاش پر گئیں اور ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکلا اور چبا گئیں لیکن گلے سے اتر نہ سکا اس لیے اگل دینا پڑا۔ (حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور ہند رضی اللہ عنہا کے یہ سب واقعات اسلام قبول کرنے سے پہلے کے ہیں) آنحضرت ﷺ کو اس فعل سے جس قدر صدمہ ہوا تھا اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ لیکن ایک اور چیز تھی جو ایسے نازک موقعوں پر بھی جبین رحمت کو شکن آلود نہیں ہونے دیتی تھی۔

قبول اسلام: چنانچہ جب مکہ فتح ہوا اور آنحضرت ﷺ لوگوں سے بیعت لینے کے لیے بیٹھے تو مستورات میں ہند رضی اللہ عنہا بھی آئیں۔ شریف عورتیں عموماً نقاب پہنتی تھیں۔ ہند رضی اللہ عنہا بھی نقاب پہن کر آئیں جس سے اس وقت یہ غرض بھی تھی کہ کوئی ان کو پہچاننے نہ پائے۔ بیعت کے وقت انہوں نے نہایت دلیری سے باتیں کیں جو حسب ذیل ہیں:

ہند	یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ ہم سے کن باتوں کا اقرار لیتے ہیں؟
رسول اللہ ﷺ	اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔
ہند	یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا لیکن بہرحال ہم کو منظور ہے۔
رسول اللہ ﷺ	چوری نہ کرنا۔
ہند	میں اپنے شوہر کے مال میں سے کبھی کچھ لے لیا کرتی ہوں۔ معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟
رسول اللہ ﷺ	اولاد کو قتل نہ کرنا۔
ہند	ربیناہم صغارا وقتلتھم کبارا فانت وھم اعلمھم ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا۔ بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ نے ان کو مار ڈالا۔ اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔

اس دیدہ دلیری کے باوجود آنحضرت ﷺ نے ہند سے درگزر فرمایا۔ ہند کے قلب پر اس کا بہت اثر ہوا اور ان کے دل نے اندر سے گواہی دی کہ آپ سچے پیغمبر ہیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس سے پہلے آپ کے خیمہ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض خیمہ نہ تھا لیکن اب آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی محبوب خیمہ میرے نزدیک نہیں ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ہند رضی اللہ عنہا مسلمان ہو کر گھر گئیں تو اب وہ ہند نہ تھیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کہ انہوں نے گھر جا کر بت توڑ ڈالا اور کہا کہ ہم تیری طرف سے دھوکے میں تھے۔ (اصابہ جلد-۸، ص-۲۰۶)

اسد الغابہ (جلد-۵، ص-۵۶۳) میں ان کے حسن اسلام کے متعلق لکھا ہے کہ اسلمت یوم الفتح وحسن اسلامها۔

غزوات: فتح مکہ کے بعد اگرچہ اسلام کو اعلانیہ غلبہ حاصل ہو گیا تھا اور اس لیے عورتوں کو غزوات میں شریک ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی تاہم جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں روم و فارس کی مہم پیش آئی تو بعض مقامات میں اس شدت کا رن پڑا کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی تیغ و خنجر سے کام لینا پڑا۔ چنانچہ شام کی لڑائیوں میں جنگ یرموک ایک یادگار جنگ تھی۔ اس میں حضرت ہند رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ دونوں نے شرکت کی اور فوج میں رومیوں کے مقابلہ کا جوش پیدا کیا۔

وفات: حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انتقال کیا۔ اسی دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی تھی۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ ان کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہیں بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی۔ کتاب الامثال سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ اس میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے وفات پائی (ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی تھی) تو کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ سے ہند رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دو۔ انہوں نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ اب ان کو نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ (اصابہ جلد-۸، ص-۲۰۶)

اولاد: اولاد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زیادہ مشہور ہیں۔

اخلاق: حضرت ہند رضی اللہ عنہا میں وہ تمام اوصاف موجود تھے جو ایک عرب عورت کے مابہ الامتیاز ہو سکتے ہیں۔ صاحب اسد الغابہ نے لکھا ہے: كانت امرأة لها نفس وانفة ورای وعقل یعنی "ان میں عزت نفس، غیرت، رائے و تدبیر اور دانشمندی پائی جاتی تھی۔" (اسد الغابہ جلد-۵، ص-۵۶۳)

فیاض تھیں۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ ان کو ان کے حوصلہ کے مطابق خرچ نہیں دیتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اسلام لانے کے وقت جب آنحضرت ﷺ نے ان سے عہد لیا کہ چوری نہ کریں تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ابوسفیان! مجھے پورا خرچ نہیں دیتے۔ اگر ان سے چھپا کر لوں تو جائز ہے؟ آپ نے اجازت دی۔ (صحیح بخاری)

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۴۱) حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب اور اسلام: ام کلثوم کنیت- سلسلہ نسب یہ ہے: ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ابن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف- والدہ کا نام اروی بنت کریز تھا- اس بناء پر حضرت عثمان اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما اخیافی بھائی بہن ہیں- ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا باپ عقبہ بن ابی معیط قبیلہ امیہ کا ایک ممتاز شخص تھا- اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی لیکن اللہ کی قدرت دیکھو' اس نے اسی ظلمت کدہ میں ایمان کا چراغ روشن کیا یعنی اس کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئیں-

ہجرت: سنہ ۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے مدینہ کی طرف ہجرت کی- خزاعہ کے ایک شخص کے ہمراہ مکہ سے پاپیادہ روانہ ہوئیں- چونکہ بھاگ کر نکلی تھیں' اس لیے ان کے بھائی پیچھے سے آئے- مدینہ پہنچیں تو دوسرے دن وہ بھی پہنچ گئے- حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فریاد کی کہ مجھ کو اپنے ایمان کا خوف ہے- میں عورت ہوں اور عورتیں کمزور ہوتی ہیں- آنحضرت ﷺ نے صلح نامہ میں یہ شرط کی تھی کہ قریش کا کوئی آدمی مدینہ آئے گا تو واپس کر دیا جائے گا- اس لیے آپ کو فکر ہوئی لیکن چونکہ اس میں عورتیں داخل نہ تھیں' اس لیے ان کے متعلق خاص یہ آیت اتری:

یاایھا الذین امنوا اذا جاء کم المومنات مہاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار- (الممتحنہ آیت-۱۰)	اے ایمان والو! جب تمہارے پاس تمہاری مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو جانچ لو- اللہ ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے- اب اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہیں تو ان کو کافروں کے ہاتھ واپس نہ بھیجو-

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اس کے مطابق حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو واپس کرنے سے انکار کر دیا-

نکاح: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اب تک کنواری تھیں' اس لیے حضرت زید بن حارثہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے' سے ان کا نکاح کیا گیا- لیکن جب زید رضی اللہ عنہ نے غزوہ موتہ میں شہادت پائی تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں- لیکن انہوں نے طلاق دے دی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا- ان کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے نکاح پڑھلیا اور [illegible]

وفات: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے شادی کے ایک مہینے کے بعد وفات پائی- اس زمانہ میں وہ والی مصر تھے-

اولاد: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حضرت زید اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی- لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے زینب اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ابراہیم' حمید' محمد اور اسماعیل پیدا ہوئے-

فضل و کمال: حمید اور ابراہیم نے ان سے کچھ احادیث روایت کی ہیں-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۴۲) حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: زینب نام' قبیلہ مخزوم سے ہیں- سلسلہ نسب یہ ہے: زینب بنت ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن عمرو بن مخزوم- حبشہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں اور ان ہی کے ساتھ کچھ زمانہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی- حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ نے دودھ پلایا- (اصابہ جلد-۸' ص-۹۱ بحوالہ ابن سعد) پہلے برہ نام تھا' آنحضرت ﷺ نے زینب نام رکھا- (صحیح مسلم جلد-۲' ص-۲۳۱ باب استحباب تعبیر الاسم القبیح الی حسن)

عام حالات: سنہ-۴ھ میں ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے عقد نکاح میں آئیں- اس وقت زینب رضی اللہ عنہا شیر خوار تھیں- والدہ ماجدہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے آغوش تربیت میں آئیں- آنحضرت ﷺ کو ان سے محبت تھی- پیروں پر چلنے لگیں تو آنحضرت ﷺ کے پاس آتیں' آپ غسل فرماتے تو ان کے منہ پر پانی چھڑکتے تھے- لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی یہ برکت تھی کہ بڑھاپے تک ان کے چہرے پر شباب کا آب و رنگ باقی رہا-

حضرت عبداللہ بن زمعہ بن اسود اسدی سے شادی ہوئی- دو لڑکے پیدا ہوئے جن میں ایک کا نام ابوعبیدہ تھا- سنہ-۶۳ھ میں حرہ کی لڑائی میں دونوں شہید ہوئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سامنے ان کی لاشیں لا کر رکھی گئیں- انہوں نے انا للہ پڑھا اور کہا کہ "مجھ پر بہت بڑی مصیبت پڑی- ایک تو میدان میں لڑ کر قتل ہوا لیکن دوسرا تو خانہ نشین تھا' لوگوں نے اس کو گھر میں گھس کر مارا-"

وفات: بیٹوں کے قتل ہونے کے بعد دس برس زندہ رہیں اور سنہ-۷۳ھ میں انتقال فرمایا- یہ طارق کی حکومت کا زمانہ تھا- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جنازہ میں تشریف لائے- (تہذیب جلد-۲' ص-۴۲۱)

فضل و کمال: حضرت زینب رضی اللہ عنہا فضل و کمال میں شہرہ آفاق تھیں اور اس وصف میں کوئی عورت ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی- اسد الغابہ میں ہے: کانت من

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

افقه نسآء زمانها یعنی "وہ اپنے عصر کی فقیہہ عورت تھیں۔" (اسد الغابہ جلد ۵' ص ۴۶۹)

آنحضرت ﷺ سے کچھ احادیث روایت کیں۔ آپ کے علاوہ حضرت ام سلمہ' حضرت عائشہ' حضرت ام حبیبہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن سے بھی چند احادیث سنیں۔ جن لوگوں نے ان سے حدیث روایت کی ہے' ان کے نام یہ ہیں: امام زین العابدین' ابوعبیدہ' محمد بن عطاء' عراک بن مالک' حمید ابن نافع' عروہ' ابو سلمہ' کلیب بن وائل' ابوقلابہ جرمی۔

○=== ☆ ☆ ☆ ===○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴۳) حضرت ام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: امیمہ نام تھا' باپ کا نام صبیح یا صفیح بن الحارث تھا۔

قبول اسلام: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو ان کے صاحبزادے تھے اگرچہ مسلمان ہو چکے تھے' تاہم وہ مشرک تھیں۔ ایک دن انہوں نے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سخت ناگوار ہوا۔ روتے ہوئے خدمت اقدس میں پہنچے اور کہا حضور! اب میری ماں کے مسلمان ہونے کے لیے دعا فرمایئے۔ آنحضرت ﷺ نے دعا کی' ادھر ان کی حالت میں دفعتاً انقلاب پیدا ہو گیا۔ غسل کر کے کپڑے بدلے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کلمہ پڑھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرط مسرت سے آبدیدہ ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کو خبر کی۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (صحیح مسلم جلد۔۲' ص۔۳۵۷ باب فضائل ابی ہریرہ)

وفات: وفات کی تاریخ معلوم نہیں۔

اولاد: اولاد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ زیادہ مشہور ہیں۔

○══☆☆☆══○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴۴) حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا

نام و نسب: خولہ نام' ام شریک کنیت' قبیلہ سلیم سے تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی خالہ ہیں۔ (مسند جلد-۶' ص-۴۰۹) نسب نامہ یہ ہے: خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم۔

نکاح: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا' جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے۔

عام حالات: مسلمان ہو کر مدینہ کو ہجرت کی۔ سنہ-۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ اکثر پریشان رہتی تھیں۔ صحیح بخاری میں روایت آئی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ (صحیح بخاری جلد-۲' ص-۷۶۰ باب ھل للمراۃ ان یھب نفسھا لاحد ' وتہذیب جلد-۲' ص-۴۱۵)

فضل و کمال: آنحضرت ﷺ سے پندرہ احادیث روایت کیں۔ راویان حدیث میں حضرت سعد ابن ابی وقاص' سعید بن مسیب' بشر بن سعید' عروہ اور ربیع بن مالک داخل ہیں۔

اخلاق: اسد الغابہ میں ہے: کانت امراۃ صالحۃ یعنی "وہ ایک نیک عورت تھیں۔" مسند میں ہے: تصوم النھار وتقوم اللیل یعنی "دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی تھیں۔"

ابتداء میں زیور کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ اگر طائف فتح ہو تو آپ مجھ کو فلاں عورت کا زیور دے دیجئے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر اللہ اس کی اجازت نہ دے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ (اصابہ جلد-۸' ص-۷۰)

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴۵) حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام و نسب: حمنہ نام، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں۔ سلسلہ نسب اوپر گزر چکا ہے۔

نکاح: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔

قبول اسلام: اپنے خاوند کے ساتھ ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔

عام حالات: مدینہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کی عورتوں سے بیعت لی تو اس میں یہ بھی شامل ہوئیں۔ مسند احمد ابن حنبل اور ابن سعد وغیرہ میں اکثر عورتوں کے تذکرے میں لکھا ہے کہ کانت من المبایعات اس سے یہی بیعت مراد ہے۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کے حالات میں ہم اس کا ذکر کر آئے ہیں۔

غزوات میں سے احد میں نہایت نمایاں شرکت کی۔ وہ پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ ان کے علاوہ اور عورتیں بھی یہ خدمت انجام دے رہی تھیں۔ چنانچہ رفیدہ اور ام کبشہ رضی اللہ عنہما وغیرہ کی نسبت بھی اسی قسم کی تصریحات موجود ہیں۔

اس واقعہ میں حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی جن کے بعد انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

افک کے واقعہ میں منافقین کے ساتھ غلطی سے جو مسلمان شریک ہو گئے تھے، ان میں حضرت حسان اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ چنانچہ صحیح بخاری (جلد-۲، ص-۵۹۶) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

وطفقت اختہا حمنۃ تحارب لہا	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن حمنہ برابر میرے
فہلکت فیمن ہلک من اصحاب	خلاف رہیں یہاں تک کہ اور اصحاب افک کی
الافک۔	طرح برباد ہوئیں۔

فتح الباری میں ہے کہ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کے شریک ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کی نظروں سے گرا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا (اپنی بہن) کو بلند کریں۔ (فتح الباری جلد-۸' ص-۳۶۷) لیکن تعجب ہے کہ خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ چنانچہ اس کا تذکرہ ان کے حالات میں گذر چکا ہے۔

وفات : وفات کا سنہ صحیح طور پر معلوم نہیں۔ اتنا علم ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات تک زندہ تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سنہ-۲۰ھ میں وفات پائی ہے۔

اولاد : حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کے دو لڑکے پیدا ہوئے محمد اور عمران۔ محمد کو سجاد کے لقب سے شہرت تھی۔

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیر صحابہؓ

اُسوۂ صحابیاتؓ

جس میں خاص طور پر عورتوں اور لڑکیوں کے درس' ہدایت اور مطالعہ کے لیے ازواج مطہرات' بنات طیبات اور اکابر صحابیات کی زندگی کے مذہبی' اخلاقی' معاشرتی واقعات اور مذہبی' اخلاقی اور علمی خدمات کی تفصیل مستند حوالوں سے لی گئی ہے۔

از

مولانا عبدالسلام ندوی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

عورتوں کی تعلیم و تربیت کے مسئلہ سے اصولاً کسی کو اختلاف نہیں۔ گفتگو جو کچھ ہے یہ ہے کہ موجودہ دور کی تعلیم و تربیت سے متمتع ہو کر ایک مسلمان عورت مذہب' اخلاق اور معاشرت کے قدیم اصول کو قائم رکھ سکے گی یا نہیں؟ یا دوسرے الفاظ میں قدیم اسلامی روایات کا تحفظ کر سکے گی یا نہیں؟ جن لوگوں کو مسئلہ تعلیم نسواں سے اختلاف ہے' وہ اس شبہہ کو اپنی دلیل قرار دیتے ہیں اور موجودہ دور میں تعلیم یافتہ مردوں نے جو مذہبی اخلاقی اور معاشرتی نمونے قائم کیے ہیں' ان سے بھی اس شبہہ کی تائید ہوتی ہے اور غیر قوموں کی تعلیم یافتہ عورتوں نے بھی ہماری خواتین کے لیے کوئی عمدہ نمونہ قائم نہیں کیا ہے۔

لیکن اسلام کی تاریخ ہمارے سامنے مسلمان عورت کا بہترین اور اصلی نمونہ پیش کرتی ہے اور آج جب کہ زمانہ بدل رہا ہے' یورپین تمدن اور یورپین طرز معاشرت سے ہمارے جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔ اگر ہماری عورتوں کے سامنے اسلام کی ممتاز اور برگزیدہ خواتین کا نمونہ پیش کر دیا جائے تو ان کی فطرتی لچک ان سے اور بھی زیادہ متاثر ہو سکے گی اور موجودہ دور کے مؤثرات سے بیزار ہو کر خالص اسلامی اخلاق' اسلامی معاشرت اور اسلامی تمدن کا نمونہ بن جائے گی۔

اسلام کے ہر دور میں اگرچہ عورتوں نے مختلف حیثیتوں سے امتیاز حاصل کیا ہے لیکن ازواج مطہرات' بنات طیبات اور اکابر صحابیات ان تمام حیثیات کی جامع ہیں اور ہماری عورتوں کے لیے انہی کے مذہبی' اخلاقی' معاشرتی اور علمی کارنامے اسوۂ حسنہ بن سکتے ہیں اور موجودہ دور کے تمام معاشرتی اور تمدنی خطرات سے ان کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

میں نے اسوۂ صحابہ کی دونوں جلدوں میں عہد صحابہ کے جو مذہبی' اخلاقی' معاشرتی اور علمی واقعات جمع کیے ہیں' ان میں اگرچہ صحابیات کے یہ تمام کارنامے بھی نمایاں طور پر نظر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

آتے ہیں لیکن ان کی اہمیت' ان کی عظمت اور ان کی اسلامی خدمت کے لحاظ سے میں نے ان واقعات کو جو اس کتاب کی دونوں جلدوں میں متفرق طور پر موجود تھے' متعدد واقعات کے اضافہ کے ساتھ اس مختصر رسالہ سے الگ جمع کر دیا ہے جس سے ایک طرف تو یہ فائدہ ہو گا کہ صحابیات کی مذہبی' اخلاقی' معاشرتی اور علمی زندگی ایک مستقل حیثیت اختیار کر لے گی۔ دوسری طرف ہماری عورتوں اور لڑکیوں کے درس ہدایت اور مطالعہ کے لیے مستند اور موثر واقعات کا ایک مجموعہ مرتب ہو جائے گا۔ جس پر عمل کر کے وہ خالص اسلامی تعلیمات کا بہترین نمونہ بن جائیں گی اور ان کی تعلیم و تربیت کے متعلق جو شبہات ظاہر کئے جا رہے ہیں' ان کی عملی تردید کر سکیں گی۔ وما توفیقی الا باللّٰہ۔

عبدالسلام ندوی
شبلی منزل اعظم گڑھ
۱۳/ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء

O—OOO—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قبول اسلام

لطافت طبع رقت قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کا اصلی جوہر ہیں اور ان کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کی پندوموعظت' تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت کو قبول کر سکتا ہے۔ پھولوں کی پنکھڑیاں نسیم صبح کی خاموش حرکت سے ہل جاتی ہیں لیکن تناور درخت کو باد صرصر کے جھونکے بھی نہیں ہلا سکتے۔ شعاع نگاہ آئینہ کے اندر سے گزر جاتی ہے لیکن پتھروں پر فولادی تیر بھی نہیں اثر کرتے' بعینہ یہی حال انسان کا بھی ہے۔ لطیف الطبع اور رقیق القلب آدمی ہر دعوت حق کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے لیکن سنگ دل اور غلیظ القلب لوگوں پر بڑے بڑے معجزے بھی اثر نہیں کرتے۔ اس فرق مراتب کی جزئی مثالیں ہر جگہ مل سکتی ہیں۔ لیکن اشاعت اسلام کی تاریخ تمام تر اسی قسم کی مثالوں سے لبریز ہے۔

کفار میں ہم کو بہت سے اشقیاء کا نام معلوم ہے' جنہوں نے ہزاروں کوششوں کے بعد بھی اللہ ذوالجلال کے آگے سر نہیں جھکایا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سینکڑوں بزرگ ہیں جو توحید کی آواز سننے کے ساتھ ہی اسلام کے حلقے میں داخل ہو گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صحابیات رضی اللہ عنہن بھی اس فضیلت میں شریک ہیں اور نہ صرف شریک ہیں بلکہ ان سے اسبق و اقدم ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بغیر کسی قسم کی کدوکاوش اور جبرو اکراہ کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی اپنے اللہ کے آگے سر جھکایا۔

تاریخ ابن خمیس (ص-۲۸۶) میں حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت یوم الاثنین وصلت خدیجة آخر یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثاء من الغد ثم زید بن حارثه ثم ابوبکر۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو شنبہ کے دن مبعوث ہوا اور خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے اس دن کے آخری حصہ میں نماز پڑھی اور علی (رضی اللہ عنہ) نے دوسرے دن منگل کو نماز پڑھی۔ اس کے بعد زید بن حارثہ اور ابوبکر (رضی اللہ عنہما) شریک نماز ہوئے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آفتاب رسالت سے پہلے دن جو شعاع افق عالم پر چمکی وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ایک رقیق القلب' مقدس خاتون کے سینہ پرنور سے چھن کر نکلی۔

اعلان اسلام: ابتدائے اسلام میں' اسلام قبول کرنے سے زیادہ اظہار اسلام کے لیے ہمت' شجاعت اور جسارت کی ضرورت تھی۔ لیکن باوجود کفار کی روک ٹوک اور جوروستم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صحابیات نے بھی نہایت جرات و بے باکی کے ساتھ اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ چنانچہ ابتداء میں جن سات بزرگوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا' ان میں چھ آدمی یعنی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ' حضرت بلال' حضرت خباب' حضرت صہیب' حضرت عمار رضی اللہ عنہم مرد تھے اور ساتویں ایک غریب صحابیہ یعنی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ (تاریخ خمیس ص-۲۵۷)

صحابیات نے اپنی نیک طینتی سے صرف آسانی کے ساتھ اسلام ہی کو قبول نہیں کیا بلکہ انہوں نے نہایت آسانی کے ساتھ اسلام کی اشاعت بھی کی۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب التیمم میں ہے کہ صحابہ کرام نے ایک سفر میں ایک عورت کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے پاس پانی کے مشکیزے تھے اور صحابہ نے پانی ہی کی ضرورت سے اس کو پکڑا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانی لیا تو اس کی قیمت ادا فرمائی۔ اس کو آپ کی اس دیانت سے اسی وقت آپ کی نبوت کا یقین آگیا اور اس کے اثر سے اس کا تمام قبیلہ بھی مسلمان ہو گیا۔

تحمل شدائد: صحابہ کرام کے ساتھ صحابیات نے بھی اسلام کے لیے ہر قسم کی مصیبتیں برداشت کیں اور ان کے ایمان میں ذرہ برابر بھی تزلزل واقع نہیں ہوا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تو ان کو کفارؓ نے طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں۔ سب سے سخت اذیت یہ تھی کہ ان کو مکہ کی تپتی ریت میں لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے لیکن بایں ہمہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ ایک دن کفار نے حسب معمول ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹا دیا تھا۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو فرمایا صبر کرو' تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے۔ لیکن کفار کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی اور ابوجہل نے ان کی ران میں برچھی مار کر شہید کر دیا۔ چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شرف شہادت ان ہی کو نصیب ہوا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت سمیہ) اور یہ صحابیات کی سب سے بڑی فضیلت ہے کہ سب سے پہلے ایک صحابیہ نے اسلام قبول کیا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے ایک صحابیہ نے شرف شہادت حاصل کیا۔

حضرت عمرؓ کی بہن جب اسلام لائیں اور حضرت عمرؓ کو اس کا حال معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ بدن لہولہان ہو گیا۔ لیکن انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کرو، میں تو اسلام لا چکی۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرؓ) لبینہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت عمرؓ مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ رحم کی بناء پر نہیں بلکہ تم کو اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہوں۔ اسی طرح وہ زنیرہ رضی اللہ عنہا کو بھی، جو ان کے گھرانے کی کنیز تھیں، نہایت اذیت دیتے تھے۔

قطع علائق: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے تو ان کے تمام رشتے ناطے منقطع ہو گئے لیکن اس سے ان کی قوت ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا۔ صحابیات کی حالت اس معاملہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ نازک تھی۔ انسان اگرچہ اپنے تمام اعزہ و اقارب کی اعانت کا محتاج ہو جاتا ہے لیکن عورت کی زندگی کا تمام تر دارومدار شوہر کی اعانت و امداد پر ہوتا ہے اور وہ کسی حالت میں بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ باپ بیٹے سے، بیٹا باپ سے قطع تعلق کر کے زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن عورت شوہر سے جدا ہو کر بالکل بے کس، بے چارہ ہو جاتی ہے۔ لیکن بایں ہمہ صحابیات نے اسلام کے لیے اس نازک رشتے کو بھی منقطع کیا اور اپنے کافر شوہروں سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہو گئیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی:

ولا تمسکوا بعصم الکوافر	ہم کو کسی ایسی مہاجرہ عورت کا حال معلوم نہیں
ارتدت بعد ایمانها۔ (بخاری کتاب الشروط ذکر صلح حدیبیہ)	جو ایمان لا کر مرتد ہوئی ہو۔

O══☆☆☆══O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عقائد

توحید: کفار نے صحابیات کو طرح طرح کی اذیتیں دیں لیکن ان کی زبان سے کلمہ توحید کے سوا کلمہ شرک نہیں نکلا۔ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا ایمان لائیں تو ان کے اعزہ و اقارب نے ان کو دھوپ میں لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اس حالت میں جبکہ وہ دھوپ میں جل رہی تھیں، روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے اور پانی نہیں پلاتے تھے۔ جب اس مصیبت میں تین دن گزر گئے تو ظالموں نے کہا کہ جس مذہب پر تم ہو، اب اس کو چھوڑ دو۔ وہ اس قدر بدحواس ہو گئی تھیں کہ ان جملوں کا مطلب نہ سمجھ سکیں۔ اب ان ظالموں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا تو سمجھیں کہ توحید الٰہی کا انکار مقصود ہے۔ بولیں اللہ کی قسم! میں تو اب تک اس پر قائم ہوں۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام شریک)

شرک سے علیحدگی: عورتیں قدیم رسم و رواج اور قدیم عقائد کی نہایت پابند ہوتی ہیں اور عرب میں مشرکانہ عقائد ایک مدت سے پھیل کر قلوب میں راسخ ہو گئے تھے لیکن صحابیات نے اسلام لانے کے ساتھ ہی شدت کے ساتھ ان عقائد کا انکار کیا۔ عرب کا خیال تھا کہ جو لوگ بتوں کی برائی بیان کرتے ہیں، وہ مختلف امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا اسلام لانے کے بعد اندھی ہو گئیں تو کفار نے کہنا شروع کیا ان کو لات اور عزیٰ نے اندھا کر دیا لیکن انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ لات و عزیٰ کو اپنے پوجنے والوں کی کیا خبر یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت زنیرہ)

جاہلیت کے زمانہ میں بچوں کے بچھونوں کے نیچے استرا رکھ دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح بچے آسیب سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا اور کہا "رسول اللہ ﷺ ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔"

(ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن)

عرب میں شرک کا اصلی مرکز بت تھے جو گھر گھر میں نصب تھے۔ لیکن صحابیات نے ہر موقع پر ان سے تبری ظاہر کی۔ چنانچہ حضرت ہند بنت عتبہ جب ایمان لائیں تو گھر میں بت نصب تھے، اس کو توڑ پھوڑ ڈالا اور کہا کہ "ہم تیری نسبت بڑے دھوکے میں مبتلا تھے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(طبقات ابن سعد تذکرہ ہند بنت عتبہ)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کی تو انہوں نے کہا ابو طلحہ! کیا تم کو یہ خبر نہیں کہ جس اللہ کو تم پوجتے ہو' وہ ایک درخت ہے (یعنی لکڑی کا بت ہے) جو زمین سے اگا ہے' اس کو فلاں حبشی نے گھڑ کر تیار کیا ہے۔ بولے "مجھے معلوم ہے۔" بولیں "کیا تمہیں اس عبادت سے شرم نہیں آتی؟" چنانچہ جب تک انہوں نے بت پرستی سے توبہ کر کے کلمہ توحید نہیں پڑھا' انہوں نے ان سے نکاح کرنا پسند نہیں کیا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد نہ صرف صحابیات کے لوح دل کا نقش فی الحجر تھا بلکہ ان کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے دل پر بھی یہ عقیدہ نہایت شدت سے راسخ ہو گیا تھا۔ ایک بار آپ نے ایک لڑکی کو بددعا دے دی کہ تیرا سن زیادہ نہ ہو۔ اس نے شدت اعتقاد کی بناء پر اس کا یقین کر لیا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس روتی ہوئی آئی اور کہا کہ آپ نے مجھ کو یہ بددعا دی ہے۔ اب میرا سن نہ بڑھے گا۔ وہ بدحواس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ آپ نے میری یتیمہ کو یہ بددعا دے دی۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا میں بھی آدمی ہوں اور آدمیوں کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہوں۔ بس جس کو میں ایسی بددعا دوں جس کا وہ مستحق نہیں ہے تو یہ اس کے لیے پاکی تزکیہ اور نیکی ہو گی۔

(مسلم کتاب البر والصلة الاداب باب من لعنه النبی وسبه ودعا علیه)

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

عبادات

ابواب الصلوٰۃ

پابندی جماعت: اگرچہ عورتوں پر جماعت کی پابندی فرض نہیں ہے اور اس بناء پر بعض غیور صحابہ جماعت میں اپنی عورتوں کی شرکت کو پسند بھی نہیں کرتے تھے۔ تاہم بعض صحابیات پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا اور وہ مناسب اوقات میں نماز باجماعت ادا فرماتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی بیوی برابر عشاء اور فجر کی نماز میں شریک جماعت ہوتی تھیں۔ ایک بار ان سے لوگوں نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ عمر اس کو پسند نہیں کرتے پھر کیوں ایسا کرتی ہو؟ بولیں تو پھر روک کیوں نہیں دیتے۔ (بخاری باب ھل علی من لا یشھد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرھم)

نماز جمعہ: عورتوں پر اگرچہ جمعہ فرض نہیں ہے' تاہم صحابیات اس دن کی بہت عزت کرتی تھیں اور اس کی برکتوں میں عمدہ طریقوں سے شریک ہوتی تھیں۔ ایک صحابیہ تھیں جو اپنے کھیتوں میں چقندر بو دیا کرتی تھیں۔ جب جمعہ کا دن آتا تھا تو اس کو پکا کر نماز جمعہ کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھلاتی تھیں۔ (بخاری کتاب الجمعۃ فی قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ)

نماز اشراق: نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے جیسا کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' تمام عمر میں صرف ایک بار پڑھی تھی لیکن بعض صحابیات نے اس کا التزام کر لیا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اگرچہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی نماز اشراق پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن میں خود پڑھتی ہوں۔ کیونکہ آپ بہت سی چیزوں کو پسند فرماتے تھے لیکن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس پر عمل نہیں کرتے تھے کہ امت پر فرض نہ ہو جائیں۔ (مسلم کتاب الصلٰوۃ باب استحباب صلٰوۃ الضحی)

تہجد و نماز شبانہ: صحابہ کرام تہجد پڑھتے تھے تو اس میں صحابیات بھی شریک ہوتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو تہجد کے لیے اپنے اہل و عیال کو جگاتے تھے تو یہ آیت پڑھتے تھے: وَامُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ (موطا کتاب الصلٰوۃ باب فی صلٰوۃ اللیل) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے۔ ایک میں خود' دوسرے میں ان کی بیوی اور تیسرے میں ان کا خادم تہجد پڑھتا تھا اور ایک دوسرے کو جگاتا تھا۔ (بخاری کتاب الاطعمہ باب الحشف)

ابواب الزکٰوۃ والصدقات

زیور عورتوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں لیکن صحابیات کو اللہ کی مرضی ان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صحابیہ اپنی لڑکی کو لے کر حاضر ہوئیں۔ لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ تم اس کی زکٰوۃ دیتی ہو؟ بولیں نہیں۔ فرمایا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ قیامت کے دن اس کے بدلے میں اس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے؟ انہوں نے یہ سنا تو فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈال دیئے کہ یہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ہیں۔ (ابوداؤد کتاب الزکٰوۃ باب الکنز ما ھو وزکٰوۃ الحلی)

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے خطبہ عید میں صدقہ و خیرات کی ترغیب دی' صحابیات کا مجمع تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دامن پھیلائے ہوئے تھے اور صحابیات اپنے کان کی بالیاں' گلے کے ہار اور انگلیوں کے چھلے تک پھینکتی جاتی تھیں۔ (ابوداؤد کتاب الزکٰوۃ باب الکنز ماھو زکٰوۃ الحلی) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس صرف ایک ہی لونڈی تھی۔ انہوں نے اس کو فروخت کیا اور روپیہ گود میں لے کر بیٹھیں۔ اسی حالت میں ان کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ روپیہ مجھے دے دو۔ بولیں میں نے تو اس کو صدقہ کر دیا۔ (ابوداؤد کتاب الصلٰوۃ باب الخطبہ وباب الصلٰوۃ بعد صلٰوۃ العید)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اعزہ و اقارب پر صدقہ کرنا: ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ تم نادار ہو' رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں صدقہ کرنا چاہتی ہوں' تمہیں کو دوں۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہیں جاؤ۔ وہ آئیں تو آستان مبارک پر اسی غرض سے ایک دوسری صحابیہ بھی موجود تھیں۔ دونوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے پوچھوایا کہ دو عورتیں اپنے شوہروں اور چند یتیموں پر جو ان کی کفالت میں ہیں' صدقہ کرنا چاہتی ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ان کو دو دو ثواب ملیں گے۔ ایک قرابت کا' دوسرا صدقہ کا۔

ایک بار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یارسول اللہ! ﷺ اگر میں ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے لڑکوں پر صدقہ کروں تو مجھ کو ثواب ملے گا؟ میں ان کو چھوڑ نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ میرے لڑکے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں تمہیں ثواب ملے گا۔

ایک صحابیہ نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ دی تھی۔ ماں کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ سے اس کی نسبت دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا صدقے کا ثواب تمہیں مل چکا اور اب وہ لونڈی تمہاری وراثت میں داخل ہو گئی۔ (مسلم کتاب الاداب باب جواز ارواف المراۃ الاجنبیۃ)

محتاج کی حسب حاجت امداد: صحابیات موت و حیات دونوں حالتوں میں اہل حاجت کی اعانت و امداد فرماتی تھیں۔ غزوہ احد میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اپنے بھائی حضرت حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہ کے کفن کے لیے دو کپڑے لائیں لیکن ان کی لاش کے پاس ایک انصاری کی لاش بھی اسی طرح برہنہ نظر آئی۔ دل میں شرمائیں کہ حمزہ رضی اللہ عنہ دو کپڑوں میں کفنائے جائیں اور انصاری کے لیے ایک کپڑا بھی نہ ہو۔ ناپا تو ایک قد بڑا نکلا۔ مجبوراً کپڑے پر قرعہ ڈالا گیا اور جو کپڑا جس کے حصے میں پڑا وہ اسی میں کفنایا گیا۔ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب من تصدق بصدقہ ثم ورثھا ومسند احمد بن حنبل جلد-۱' ص-۱۶۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابواب الصوم

صائم الدہر رہنا: آج ہماری عورتیں صوم مفروضہ میں بھی لیت و لعل کرتی ہیں۔ لیکن بعض صحابیات صائم الدہر رہتی تھیں یعنی ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بار بار دعائے شہادت کی درخواست کی لیکن آپ نے سلامتی کی دعا فرمائی۔ اخیر میں عرض کی کہ کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمایئے کہ اللہ مجھے اس سے نفع دے۔ آپ نے روزہ کا حکم دیا اور انہوں نے متصل روزہ رکھنے کا التزام کر لیا۔ ان کے ساتھ ان کے خادم اور بیوی نے بھی اس عمل صالح میں شرکت کی اور روزہ ان کے گھر کی امتیازی علامت ہو گئی۔ اگر کسی دن ان کے گھر میں دھواں اٹھتا تو لوگ سمجھتے کہ آج ان کے گھر میں کوئی مہمان آیا ورنہ اس گھر میں دن کا کھانا کیونکر پک سکتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۵، ص ۲۵۵)

نفل کے روزے: بعض صحابیہ نفل کے روزے رکھتی تھیں۔ جس سے ان کے شوہر کو تکلیف ہوتی تھی۔ انہوں نے روکا تو سخت ناگوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر شکایت کی۔ لیکن آپ نے حکم دیا کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفل کا روزہ نہیں رکھ سکتی۔ (ابوداؤد کتاب الصیام باب المراۃ تصوم بغیر اذن زوجھا)

مُردوں کی جانب سے روزہ رکھنا: صحابیات نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مردوں کی جانب سے بھی روزے رکھتی تھیں۔ ایک صحابیہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور اس پر روزے فرض تھے۔ کیا میں ان کو پورا کر دوں؟ آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (بخاری کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صوم)

اعتکاف: صحابیات کو اعتکاف کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا خیمہ الگ نصب کروایا۔ اُنؓ کی دیکھا دیکھی تمام ازواج

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مطہرات نے بھی خیمے نصب کروائے۔ (ابوداؤد کتاب الصیام باب فی الاعتکاف)

ابواب الحج

حج: فرائض اسلام میں اگرچہ حج صرف ایک بار فرض ہے لیکن صحابیات کو ایک بار کے حج سے کیا تسکین ہو سکتی تھی۔ اس لیے تقریباً ہر سال فریضہ حج ادا کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا بہترین جہاد حج مبرور ہے۔ اس کے بعد سے ان کا کوئی سال حج سے خالی نہ گیا۔ (بخاری کتاب الحج باب حج النسآء)

صحابیات جس ذوق و شوق سے حج ادا کرتی تھیں' اس کا موثر منظر حجتہ الوداع میں دنیا کو نظر آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان حج کیا تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اگرچہ حاملہ تھیں لیکن وہ بھی روانہ ہوئیں۔

بہت سے صحابہ حجتہ الوداع کی شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو ایک صحابیہ جھپٹ کے آپ کے پاس آئیں اور ہودج سے اپنے بچے کو نکال کر پوچھا کیا اس کا حج بھی ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں تمہیں اس کا بھی ثواب ملے گا (ابوداؤد کتاب المناسک باب فی الصبی الحج)

صحابیات فریضہ حج کے ادا کرنے میں طرح طرح کا التزام ملا یلتزم کرتی تھیں۔ ایک صحابیہ نے خانہ کعبہ تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی۔ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا پاپیادہ بھی چلو اور سوار بھی ہو لو۔ (بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ)

اگر کسی مجبوری سے حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو جاتا تھا تو صحابیات کو سخت صدمہ ہوتا تھا۔ حجتہ الوداع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ضرورت نسوانی سے معذوری ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ فرمایا کیا ماجرا ہے؟ بولیں کہ میں نے اب تک حج نہیں کیا تھا۔ فرمایا سبحان اللہ یہ تو فطری چیز ہے۔ تمام مناسک حج ادا کر لو صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو۔ (ابوداؤد کتاب المناسک باب فی افراد الحج)

ماں باپ کی طرف سے حج ادا کرنا: صحابیات نہ صرف خود بلکہ اپنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماں باپ کی جانب سے بھی حج ادا کرتی تھیں- حجتہ الوداع کے زمانہ میں ایک صحابیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ بڑھاپے کی وجہ سے سواری پر بیٹھ نہیں سکتے- کیا میں ان کی جانب سے حج ادا کر دوں؟ آپ نے ان کو اس کی اجازت دے دی- (بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ) ایک صحابیہ کی ماں کا انتقال ہو چکا تھا' وہ آپ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا- کیا میں اس کی جانب سے یہ فرض ادا کر دوں؟ آپ نے ان کو بھی اجازت دی- (مسلم کتاب الصوم باب قضاء الصیام عن المیت)

عمرہ ادا کرنا : عمرہ فرض ہو یا نہ ہو لیکن صحابیاتؓ اس کو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتی تھیں اور جب وہ فوت ہو جاتا تھا تو انؓ کو سخت قلق ہوتا تھا- جب حجتہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس ہدی نہ ہو' وہ عمرہ ادا کر سکتے ہیں تو خیمے میں آکر دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں- وجہ پوچھی تو بولیں کہ میں ضرورت نسوانی سے مجبور ہوں لیکن لوگ دو دو فرض (حج و عمرہ) کا ثواب لے کر جاتے ہیں اور میں صرف ایک کا- فرمایا کوئی حرج نہیں' اللہ تم کو عمرہ کا ثواب بھی عطا فرمائے گا- چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا اور مقام تنعیم میں انہوں نے جا کر عمرہ کا احرام باندھا اور آدھی رات کو فارغ ہو کر آئیں- (بخاری ابواب العمرہ کتاب الحج)

ابواب الجہاد

شوق شہادت : عہد نبوت میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی- اس لیے ہر شخص اس آب حیات کا پیاسا رہتا تھا- حضرت ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں- جب غزوہ بدر پیش آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھ کو شریک جہاد ہونے کی اجازت عطا فرمائی جائے- میں مریضوں کی تیمارداری کروں گی- شاید مجھے بھی درجہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

شہادت حاصل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا گھر میں ہی رہو' اللہ تمہیں اسی میں شہادت دے گا۔ یہ معجزانہ پیش گوئی کیونکر غلط ہو سکتی تھی۔ انہوں نے دو غلام مدبر کئے تھے۔ (مدبر ان غلاموں کو کہتے ہیں جن سے آقا کہہ دیتا ہے کہ وہ ان کی موت کے بعد آزاد ہو جائیں گے۔ اس لیے قدرتی طور پر یہ لوگ آقا کی موت کے متمنی ہوتے ہیں) انہوں نے ان کو شہید کر دیا کہ جلد آزاد ہو جائیں۔ (ابو داؤد کتاب الصلٰوۃ باب امامۃ النسآء)

O═══☆☆☆═══O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمل بالقرآن

صحابیات پر قرآن مجید کا شدت سے اثر پڑتا تھا۔ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِہٖ (جو شخص کوئی بھی برائی کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا) نہایت سخت ہے۔ ارشاد ہوا کہ عائشہ تم کو خبر نہیں کہ مسلمان کے پاؤں میں اگر ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو وہ اس کے اعمال بد کا معاوضہ ہو جاتا ہے۔ بولیں لیکن اللہ تو کہتا ہے: فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا (اللہ ذرا ذرا سی برائی کا حساب لے گا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گا۔ عذاب اسی کو دیا جائے گا جس کے حساب میں رد و قدح ہو گی۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز باب الامراض المکفرۃ للذنوب)

اس اثر پذیری کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابیات نہایت سرعت کے ساتھ قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کو تیار ہو جاتی تھیں۔ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ اس لیے زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق ان کو حقیقی بیٹے کے حقوق حاصل ہو گئے تھے لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ (ان کو ان کے حقیقی باپوں کے بیٹے کہہ کر پکارو) نازل ہوئی تو ان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ سالم رضی اللہ عنہ پہلے ہمارے ساتھ گھر میں رہتے تھے اور ان سے کوئی پردہ نہ تھا۔ اب آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ دودھ پلا دو' وہ تمہارے رضاعی بیٹے ہو جائیں گے۔

(ابوداؤد کتاب النکاح باب من حرم بہ)

زمانہ جاہلیت میں عرب کی عورتیں نہایت بے پروائی کے ساتھ دوپٹہ اوڑھتی تھیں۔ اس لیے سینہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ (عورتوں کو چاہیے کہ اپنے دوپٹوں کو اپنے سینوں پر ڈال لیں) اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے تہہ بند اور متفرق کپڑوں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے اور اپنے آپ کو سیاہ چادروں سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق یہ معلوم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تھا کہ ان کے سر کوؤں کے آشیانے بن گئے ہیں۔ (ابوداؤد کتاب اللباسؑ باب فی قول اللہ تعالیٰ ولیضربن بخمرھن)

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منہیات شرعیہ سے اجتناب

مزامیر سے اجتناب: راگ، باجا تو بڑی چیز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ اونٹ کی گھنٹی کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔ اگر سامنے سے گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں کہ ٹھہر جاؤ تاکہ یہ آواز سننے میں نہ آئے۔ اور اگر سن لیتیں تو کہتیں کہ تیزی کے ساتھ چلو تاکہ میں اس آواز کو نہ سن سکوں۔ (مسند ابن حنبل جلد-٦، ص-١٥٢)

ایک بار ایک لڑکی ان کے گھر میں گھنگرو پہنے ہوئے داخل ہوئی۔ گھنگرو کی آواز سننے کے ساتھ ہی بولیں کہ گھنگرو پہنے ہوئے وہ میرے پاس نہ آنے پائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں اس قسم کی آوازیں آتی ہیں، اس میں فرشتے نہیں آتے۔ (مسند ابن حنبل جلد-٦، ص-٢٤٢)

مشتبہات سے اجتناب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو چیز مشتبہ ہے، اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو مشتبہ نہیں ہے۔ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی لیکن ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جو شخص مشتبہ گناہوں کو چھوڑ دے گا وہ کھلے ہوئے گناہوں کا سب سے زیادہ چھوڑنے والا ہو گا۔ اور جو شخص مشتبہ گناہوں کا مرتکب ہو گا، بہت ممکن ہے کہ کھلے ہوئے گناہوں کا مرتکب ہو جائے گا۔ گناہ اللہ کی چراگاہ ہے اور جو شخص چراگاہ کے آس پاس چرائے گا ممکن ہے کہ اس کے مویشی اس میں پڑ جائیں۔ صحابیات اس حدیث پر نہایت شدت سے عامل تھیں۔

ایک صحابیہ نے اپنی لونڈی کو اپنی ماں پر صدقہ کر دیا تھا۔ وہ مر گئیں تو اس لونڈی کی حالت مشتبہ ہو گئی۔ صدقہ کر چکی تھیں اور صدقہ کا مال واپس لینا جائز نہیں۔ ماں اس کی مالک ہو گئی تھیں اور اس کے مرنے کے بعد یہ اس کی وارث ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ ان کو وراثت میں مل سکتی تھی۔ اس اشتباہ کے رفع کرنے کے لیے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں صدقہ کا ثواب مل چکا اور اب وہ تمہاری وراثت میں آ گئی۔ (ابوداؤد کتاب الوصایا باب ماجاء فی الرجل یھب ابھثہ ثم یوھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی ماں قتیلہ کافرہ تھیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت ہی میں ان کو طلاق دے دی تھی- ایک بار وہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس متعدد چیزیں ہدیہ لے کر آئیں- چونکہ یہ کافرہ کا ہدیہ تھا' اس لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کو قبول کرنے سے انکار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروایا- آپ نے اس کے قبول کرنے کی اجازت دی- (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسماء)

O==☆☆☆==O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مذہبی زندگی کے مظاہر مختلفہ

تسبیح و تہلیل : تسبیح و تحلیل پاک مذہبی زندگی کی مخصوص علامات ہیں اور صحابیات میں یہ علامت پائی جاتی ہے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا سامنے کنکری یا گٹھلی رکھ کر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں اس سے آسان ترکیب بتاتا ہوں۔ اس کے بعد ایک دعا بتا دی۔ (ابوداؤد ابواب قضریع شهر رمضان باب التسبيح بالحصى)

مقلات مقدسہ کی زیارت : حصول برکت کا شوق صحابیات کو مقلات مقدسہ کی طرف کھینچ لے جاتا تھا۔ ایک بار ایک صحابیہ بیمار ہوئیں اور یہ نذر مانی کہ اگر اللہ شفاء دے گا تو بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی۔ صحت یاب ہوئیں تو سلان سفر تیار کیا اور رخصت ہونے کے لیے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھ لو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے۔ (مسلم باب فضل الصلوٰة فی مسجد المدينة ومكة)

ایک صحابیہ نے مسجد قبا تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی تھی۔ ابھی پوری کرنے بھی نہیں پائی تھیں کہ انتقال ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فتویٰ دیا کہ ان کی صاحبزادی نذر پوری کریں۔ (موطاء امام محمد باب الرجل يحلف بالمشى الى بيت الله)

فرائض مذہبی ادا کرنے میں جسمانی تکلیفیں اٹھانا : شوق عبادت ہر قسم کی جسمانی تکلیفوں کو آسان کر دیتا ہے اور صحابیات میں یہ شوق موجود تھا۔ اس لیے وہ ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرتی تھیں اور فرائض اسلام کو بخوشی ادا کرتی تھیں۔ حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ ان کا معمول تھا کہ برابر مصروف نماز رہتی تھیں۔ جب تھک جاتی تھیں تو ستون مسجد میں ایک رسی باندھ رکھی تھی اس سے لٹک جاتی تھیں۔ رسول اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ﷺ نے اس رسی کو دیکھا تو فرمایا ان کو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہیے جو ان کی طاقت میں ہو۔ اگر تھک جائیں تو بیٹھ جانا چاہیے۔ چنانچہ وہ رسی کھلوا کر پھینکوا دی۔ (ابوداؤد کتاب الصلٰوۃ باب النعاس فی الصلٰوۃ)

پابندی قسم: ہم لوگ بات بات پر قسم کھایا کرتے ہیں اور ہم کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ کس قدر ذمہ داری کا کام ہے۔ لیکن صحابیات بہت کم قسم کھاتی تھیں اور جس بات پر قسم کھا لیتی تھیں اس کو پورا کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور قسم کھا لی کہ اب ان سے بات چیت نہ کریں گی لیکن جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے معافی مانگ لی اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس کی سفارش کی تو رو کر کہنے لگیں: انی نذرت والنذر شدید یعنی "میں نے نذر مان لی ہے اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہے۔" بالآخر اصرار و سفارش سے ان کا قصور معاف کر دیا تو کفارۂ قسم میں ۴۰ غلام آزاد کئے۔ (بخاری کتاب الادب باب الھجرۃ)

O══☆☆☆══O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تبجیل الرسول

برکت اندوزی : صحابیات ہمیشہ' رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک سے برکت اندوز ہوتی رہتی تھیں- اس لیے جو بچہ پیدا ہوتا' صحابیات سب سے پہلے اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کرتیں- آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے' اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے اور اس کے لیے برکت کی دعا فرماتے- (مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی من الناس وتبرکم)

محافظت یادگار رسول ﷺ : صحابیات رسول اللہ ﷺ کی یادگاروں کو جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ کا ایک جبہ محفوظ تھا- جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا- چنانچہ جب کوئی شخص آپ کے خاندان میں بیمار ہوتا تھا تو شفاء حاصل کرنے کے لئے اس کو دھو کر اس کا پانی پلاتی تھیں- (مسند ابن حنبل جلد-۶' ص-۳۴۸)

جن کپڑوں میں آپ کا وصال ہوا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو محفوظ رکھا تھا- چنانچہ ایک دن انہوں نے ایک صحابی کو ایک یمنی تہبند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ اللہ کی قسم آپ نے انہی کپڑوں میں داعی اجل کو لبیک کہا تھا- (ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الصوف والشعر)

ایک دفعہ ایک صحابیہ نے آپ کی دعوت کی- آپ نے کھانے کے بعد جس مشکیزہ سے پانی پیا' اس کو انہوں نے محفوظ رکھا- جب کوئی شخص بیمار ہوتا یا برکت حاصل کرنے کا موقع آتا تو وہ اس سے پانی پیتی اور پلاتی تھیں- (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام نیاز)

جب آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ آپ کے پسینے کو نچوڑ کر ایک شیشی میں بھر لیتی تھیں اور اس کو محفوظ رکھتی تھیں- (بخاری کتاب الاستیذان باب من زار قومًا فقال عندھم)

غزوہ خیبر میں آپ نے ایک صحابیہ کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا- وہ اس کی اس طرح قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر اس کو گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے۔ (مسند ابن حنبل جلد۔۶، ص۔۳۸۰)

ایک دن آپ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لائے۔ گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ آپ نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔ (ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الصوف والشعر)

آنحضرت ﷺ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کے یہاں کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے۔ اس غرض سے انہوں نے آپ کے لیے ایک بستر اور ایک خاص تہبند بنوا لیا تھا جس کو پہن کر آپ استراحت فرماتے تھے۔ یہ یادگاریں ایک مدت تک آپ کے خاندان میں محفوظ رہیں۔ اخیر میں مروان نے ان سے لے لیا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیم)

ادب رسول ﷺ: صحابیات آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو دربار نبوت کے ادب و عظمت کے لحاظ سے تمام کپڑے زیب تن کر لیتیں۔ ایک صحابیہ فرماتی ہیں: جمعت علی ثیابی فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی "میں نے تمام کپڑے پہن لیے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔" (ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی عدۃ الحامل، واسد الغابہ تذکرہ حضرت شفاء بنت عبداللہ)

اگر نادانستگی کی حالت میں بھی کوئی کلمہ آپ کی شان کے خلاف منہ سے نکل جاتا تو اس کی معافی چاہتیں۔ ایک صحابیہ کا بچہ مر گیا اور وہ اس پر رو رہی تھی۔ آپ کا گزر ہوا تو فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے؟ آپ چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی کہ میں نے حضور ﷺ کو نہیں پہچانا۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمہ)

حمایت رسول ﷺ: صحابیات اپنے دلوں میں نہایت شدت کے ساتھ آپ کی حمایت کی آرزو رکھتی تھیں۔ حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی حمایت کی وہ اس کا سب سے بڑا مستحق تھا۔ اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتیں تو آپ کی حفاظت کرتیں اور آپ کی طرف سے لڑتیں۔ (استیعاب تذکرہ حضرت طلیب بن عمیر)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خدمت رسول ﷺ : صحابیات رسول اللہ ﷺ کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتی تھیں۔ حضرت سلمٰیؓ ایک صحابیہ تھیں۔ انہوں نے اس استقلال کے ساتھ آپ کی خدمت کی کہ ان کو خادمہ رسول اللہ ﷺ کالقب حاصل ہوا۔ (ابوداؤد کتاب الطب باب الحجامة)

سفینہؓ حضرت سلمہؓ کی والدہ کی لونڈی تھی۔ انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپ کی خدمت گزاری میں صرف کرے۔ اس نے کہا اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں تا نفس واپسیں آپ کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتی۔ (ابوداؤد کتاب العتق باب فی العتق علی الشرط)

ہیبت رسول ﷺ : رسول اللہ ﷺ کی پر عظمت روحانیت سے صحابیات اس قدر مرعوب ہو جاتی تھیں کہ جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ ایک بار حضرت خدیجہؓ نے آپ کو مسجد میں اکڑو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان پر آپ کے اس خشوع و خشوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھیں۔ (شمائل ترمذی باب ماجاء فی حلیة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم)

نعت رسول ﷺ : صحابیات کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں تک آپ کی مدح میں رطب اللسان رہتی تھیں۔ آپ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو لڑکیاں دف بجا بجا کر یہ شعر گاتی پھرتی تھیں:

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمدا من جار

"ہم خاندان بنو نجار کی لڑکیاں ہیں' محمد ﷺ کتنے اچھے پڑوسی ہیں۔"

پردہ نشین عورتیں یہ اشعار پڑھتی تھیں:

طلع البدر علینا' من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا' ما دعی للّٰه داع

"ثنیة الوداع کی گھاٹیوں سے ہم پر' چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے۔ جب تک دعا کرنے والے دعا کریں' ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب رخصت ہو کر آئیں تو چھوکریاں دف بجا بجا کر واقعات بدر کے متعلق اشعار گاتی تھیں۔ ان میں سے ایک نے یہ مصرعہ گایا: "وفینا نبی یعلم ما فی غد" یعنی ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں روک دیا اور کہا کہ وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔ (بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح)

پابندی احکام رسول ﷺ: صحابیات رسول اللہ ﷺ کے احکام کی نہایت شدت کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔ آپ نے شوہر کے علاوہ اور اعزہ کے ماتم کے لیے صرف تین دن مقرر فرمائے تھے۔ صحابیات نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے دن کچھ عورتیں ان سے ملنے آئیں۔ انہوں نے ان سب کے سامنے خوشبو لگائی اور کہا کہ مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آپ سے سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے علاوہ تین دن سے زیادہ کسی کا ماتم کرنا جائز نہیں، اس لیے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد نے انتقال کیا تو انہوں نے تین روز کے بعد تیل لگایا، خوشبو ملی اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، صرف آپ کے حکم کی تعمیل مقصود تھی۔ (ابوداؤد کتاب الطلاق باب احدا والمتوفی عنها زوجها)

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا۔ انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا تو انہوں نے اس کو بٹھا کر خوب کھانا کھلایا۔ لوگوں نے اس تفریق و امتیاز پر اعتراض کیا تو بولیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انزلوا الناس علی قدر منازلهم یعنی "لوگوں کو ان کے درجہ پر رکھو۔"

ایک بار آپ مسجد سے نکل رہے تھے، دیکھا کہ رستے میں مرد عورت مل جل کر چل رہے ہیں۔ عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا پیچھے رہو، تم وسط راہ سے نہیں گزر سکتیں۔ اس کے بعد عورتوں کا یہ حال ہو گیا کہ گلی کے کنارے سے اس طرح لگ کے چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی مشی النسآء فی الطریق)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رضامندی رسول ﷺ: صحابیات کو رسول اللہ ﷺ کی رضامندی کی ہمیشہ فکر رہتی تھی۔ اس لیے اگر آپ کبھی ناراض ہو جاتے تھے تو ہر ممکن تدبیر سے آپ کے رضامند کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ آپ جب حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تو تمام ازواج مطہرات ساتھی تھیں۔ سو اتفاق سے راستہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا' وہ رونے لگیں۔ آپ کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے۔ آپ جس قدر ان کو رونے سے منع فرماتے تھے' اسی قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں تو آپ نے ان کی سرزنش فرمائی اور تمام لوگوں کو منزل کرنے کا حکم دیا اور خود بھی خیمہ نصب کروایا۔ اب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ آپ ان سے ناراض ہو گئے ہیں' اس لیے آپ کی رضامندی کی تدبیریں اختیار کیں۔ اس غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضہ میں نہیں دے سکتی۔ لیکن اگر آپ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری کا دن آپ کو دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آمادگی ظاہر کی اور دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا پھر اس پر پانی کے چھینٹے دیئے کہ خوشبو خوب پھیلے۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا تو آپ نے فرمایا عائشہ یہ تمہاری باری کا دن نہیں ہے۔ بولیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یعنی "یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ (مسند ابن حنبل جلد۔٦' ص۔٣٣٨)

تفویض الی الرسول: عورت کے لیے نکاح کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ لیکن صحابیات نے اپنے آپ کو بالکل رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ اس لیے آپ جس سے چاہتے تھے' ان کا نکاح کر دیتے تھے اور وہ بخوشی اس کو قبول کر لیتی تھیں۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں' جن سے ایک طرف تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو نہایت دولت مند صحابی تھے' نکاح کرنا چاہتے تھے اور دوسری طرف آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق ان سے گفتگو کی تھی۔ لیکن حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور کہا کہ میرا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے جس سے چاہیے نکاح کر دیجئے۔ (نسائی کتاب النکاح الخطبہ فی النکاح)

حبیب رضی اللہ عنہ ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو راستوں میں بھی ظرافت اور مذاق کی باتیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کرتے تھے۔ اس لیے صحابہ ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے ان کے لیے ایک انصاری لڑکی سے پیغام نکاح دیا۔ اس نے کہا کہ میں ماں سے مشورہ کر لوں۔ ماں نے جلیبیب رضی اللہ عنہ کا نام سنا تو انکار کیا لیکن لڑکی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات نامنظور نہیں کی جا سکتی۔ مجھے آپ کے حوالے کر دو' اللہ مجھے ضائع نہ کرے گا۔ (مسند جلد-۴' ص-۴۲۲)

ضیافت رسول ﷺ: اگر خوش قسمتی سے صحابیات کو کبھی رسول اللہ ﷺ کی ضیافت کا موقع ملتا تو نہایت عزت' محبت اور ادب کے ساتھ اس فرض کو بجا لاتیں۔ ایک بار آپ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے تو انہوں نے دعوت کی۔ آپ نے قبول فرمائی اور وہیں قیلولہ فرمایا۔ (ابوداؤد کتاب الجهاد باب في ركوب البحر في الغزو)

ایک بار ایک صحابی نے آپ کی دعوت کی۔ دعوت کھا کر آپ روانہ ہوئے تو ان کی بیوی نے پردے سے سر نکال کر کہا یارسول اللہ! میرے لیے اور میرے شوہر کے لیے دعائے رحمت کرتے جایئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔ (مسند ابن حنبل جلد-۳' ص-۳۹۸)

بعض صحابیات خود کوئی نئی چیز پکا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آٹا چھانا اور اس کی روٹیاں تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ بولیں ہمارے ملک میں اس کا رواج ہے' میں نے چاہا کہ آپ کے لیے بھی اسی قسم کی روٹیاں تیار کروں۔ لیکن آپ نے کمال زہد و تقشف سے فرمایا "آٹے میں چوکر ملا کر پھر گوندھو۔" (سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ)

محبت رسول ﷺ: صحابیات کے دل آپ کی محبت سے لبریز تھے اور وہ اس کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتی تھیں۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ وہ جب آپ کا ذکر کرتیں تو فرط محبت سے کہتیں بابا یعنی میں آپ پر قربان۔ (نسائی کتاب الحيض باب شهود الحيض العيدين دعوت المسلمين)

آپ جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو صحابیات فرط محبت سے آپ کو واپسی اور سلامتی کے لیے نذریں مانتی تھیں۔ ایک بار آپ کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ نے کہا کہ یارسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ آپ کو صحیح و سالم واپس لائے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجا بجا کر گیت گاؤں گی۔ (رسول اللہ ﷺ نے دف بجانے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اجازت دے دی) (ترمذی کتاب المناقب مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب)

شوق صحبت رسول ﷺ : صحابیات کے دل میں آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا نہایت شوق رہتا تھا۔ حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو بچوں کو ان کے چچا نے لے لیا اور اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد تھیں۔ اس لیے ایک صحابی کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور آپ کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھایا۔ (طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت قیلہ)

O═☆☆☆═O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

فضائل اخلاق

استعفاف: فیض تربیت نبوی نے صحابیات کے ایک ایک فرد کو غیرت' خودداری اور عزت نفس کا مجسمہ بنا دیا تھا۔ اس لیے وہ کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلاتی تھیں۔ ماں باپ سے مانگتے ہوئے کسی کو شرم نہیں آتی لیکن صحابیات کی غیرت اس کو بھی گوارا نہیں کرتی تھی کہ ماں باپ سے بھری محفل میں سوال کیا جائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج سے تنگ آگئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تو حاضر خدمت ہوئیں کہ آپ سے ایک غلام مانگیں۔ دیکھا کہ آپ سے کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں' شرم کے مارے واپس آئیں۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی التسبیح)

ایثار: فیاضی ایک اخلاقی وصف ہے لیکن ایثار فیاضی کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور وہ صحابیات میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں اپنی قبر کے لیے جگہ مخصوص کر رکھی تھی۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی تو انہوں نے یہ تختہ جنت ان کو دے دیا اور فرمایا:

كنت اريده لنفسي و لاوثرن به اليوم علي نفسي۔ (بخاری المناقب باب قضية البيعة)

میں نے خود اپنے لیے اس کو محفوظ رکھا تھا لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔

ایک دن وہ روزہ سے تھیں' گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک مسکین عورت آئی' انہوں نے لونڈی سے کہا کہ روٹی اس کو دے دو۔ اس نے کہا افطار کس چیز سے کریں گی؟ بولیں دے تو دو' شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا۔ لونڈی کو بلا کر کہا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقة)

فیاضی: صحابہ کی طرح اسلام کو صحابیات کی فیاضی سے بھی بہت کچھ ثبات و استحکام حاصل ہوا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنا نخلستان خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس قدر فیاض تھیں کہ جو کچھ ہاتھ آجاتا تھا' اس کو صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس فیاضی سے روکنا چاہا تو اس قدر برہم ہوئیں کہ ان سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی۔ (بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس سے بھی فیاض تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں۔ جب معتدبہ سرمایہ جمع ہو جاتا تھا تو اس کو تقسیم کر دیتی تھیں۔ لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کل کے لیے کچھ نہیں رکھتی تھیں' روز خرچ کر دیا کرتی تھیں۔ (ادب المفرد باب السخاوۃ)

ایک دفعہ حضرت منکدر بن عبداللہ رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بولیں کہ تمہارے کوئی لڑکا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تم کو دے دیتی۔ حسن اتفاق سے شام ہی کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس روپے بھیجے۔ بولیں کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی۔ فوراً آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور دس ہزار درہم دے دیئے۔ انہوں نے اس رقم سے ایک لونڈی خرید لی اور اس سے ان کے متعدد بچے پیدا ہوئے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبداللہ)

ازواج مطہرات میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نہایت فیاض تھیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے چمڑے کی دباغت کرتی تھیں اور جو کچھ آمدنی اس سے ہوتی تھی' مساکین کو دے دیتی تھیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہو گا وہ مجھ سے پہلے ملے گا۔ اس بناء پر ازواج مطہرات اپنے ہاتھوں کو ناپتی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے چھوٹے تھے لیکن جب سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تو ازواج مطہرات کو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے فیاضی مراد تھی۔ (اصابہ تذکرہ حضرت زینب بنت جحش)

مخالف سے انتقام نہ لینا: اگر مخالف کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا۔ لیکن صحابیات کے دل میں اللہ اور رسول کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی؟ حضرت عائشہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما میں باہم نوک جھوک رہتی تھی۔ لیکن جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ان کی اخلاقی حالت دریافت فرمائی تو بجائے اس کے کہ وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتقام لیتیں، بولیں کہ میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی پوری حفاظت کرتی ہوں۔ مجھے ان کی نسبت بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود اعتراف کرتی ہیں: وهي اللتي تساميني فعصمها الله بالورع. یعنی "وہ اگرچہ میری حریف تھیں لیکن اللہ نے تورع کی وجہ سے ان کو بچا لیا۔" (بخاری کتاب الشهادات باب تعديل النساء بعضهن بعضا)

انتقام تو بڑی چیز ہے، صحابیات اپنے مخالفوں سے بغض رکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں۔ حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ میں معاویہ کا سلوک کیسا رہا؟ اس نے کہا ان میں کوئی عیب نہ تھا۔ سب لوگ ان کے مداح رہے۔ اگر کوئی اونٹ ضائع ہو جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دے دیتے تھے۔ اگر کوئی گھوڑا مرجاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا گھوڑا دے دیتے تھے۔ اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا غلام دے دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا استغفراللہ! اگر میں ان سے اس بناء پر بغض کروں کہ انہوں نے میرے بھائی کو قتل کیا۔ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ اللہ اس شخص کو جو میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے، تو بھی اس کے ساتھ ملاطفت کر اور جو شخص اس پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت معاویہ بن خدیج)

مہمان نوازی: حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں۔ انہوں نے اپنے مکان کو گویا مہمان خانہ بنا دیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باہر سے جو مہمان آتے تھے، وہ اکثر انہی کے مکان پر ٹھہرتے تھے۔ (نسائی کتاب النکاح باب الخطبہ فی النکاح)

عزت نفس: صحابیات عزت نفس کا مجموعہ تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جس دن شہید ہوئے، اس روز اپنی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے ان کو دیکھا تو بولیں بیٹا قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط قبول نہ کر لینا جس پر تم کو ذلت برداشت کرنی پڑے۔ اللہ کی قسم! عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مرجانا، اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کر لی جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صبر و ثبات: مردوں پر نوحہ کرنا' بال نوچنا' کپڑے پھاڑ ڈالنا' مدتوں مرثیہ خوانی کرنا عرب کا قومی شعار تھا۔ لیکن فیض تربیت نبوی نے صحابیات کو صبر کا اس قدر خوگر بنا دیا تھا کہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا لڑکا بیمار ہوا' وہ صبح کے وقت اس کو بیمار چھوڑ کر کام کاج کے لیے باہر چلے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں یہاں لڑکا جاں بحق تسلیم ہو گیا لیکن ان کی بیوی نے لوگوں سے کہہ دیا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے نہ کہنا۔ وہ شام کو پلٹے تو بیوی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ بولیں پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے۔ یہ کہہ کر کھانا لائیں اور انہوں نے کھانا کھایا۔ صبح ہوئی تو کہا کہ اگر ایک قوم کسی کو کوئی چیز عاریتاً دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو اس کے روک رکھنے کا حق حاصل ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ بولیں تو پھر اپنے بیٹے کو بھی صبر کرو۔ (مسلم کتاب الادب باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته الخ)

رسول اللہ ﷺ غزوہ احد سے واپس آئے تو تمام صحابیات اپنے اپنے اعزہ و اقارب کا حال پوچھنے آئیں۔ انہیں میں حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ وہ آئیں تو آپ نے فرمایا کہ حمنہ "اپنے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو صبر کرو۔" انہوں نے انا للہ پڑھا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ "اپنے ماموں حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی صبر کرو۔" انہوں نے اس پر بھی انا للہ پڑھا اور دعائے مغفرت کر کے خاموش ہو رہیں۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حمنہ بنت جحش)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب حجاج سے معرکہ آرا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ مرنے میں آرام ہے۔ بولیں شائد تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے۔ لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی۔ یا تو تم شہید ہو جاؤ اور میں تم کو صبر کر لوں یا فتح و ظفر حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا باوجود پیرانہ سالی کے یہ عبرتناک منظر دیکھنے کے لیے آئیں اور بجائے اس کے کہ روتی پیٹتیں حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا اس سوار کے لیے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے۔ (استیعاب تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ)

شجاعت: غزوات میں صحابہ کرام نے جس طرح داد شجاعت دی' صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی حیرت انگیز ہیں۔ غزوہ حنین میں کفار نے اس زور شور سے حملہ کیا تھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کہ میدان جنگ لرز اٹھا تھا۔ لیکن حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے منتظر تھیں کہ کوئی کافر سامنے آئے تو اس کا کام تمام کر دیں۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بولیں کہ چاہتی ہوں کہ کوئی کافر قریب آئے تو پیٹ میں گھونپ دوں۔ (ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی السلب یعطی القاتل)

غزوہ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عورتوں کو ایک قلعہ میں کر دیا تھا۔ ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے' اس کو قتل کر دو۔ بولے تمہیں تو معلوم ہے کہ میں اس میدان کا مرد نہیں۔ اب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خود اتریں اور خیمہ کی ایک میخ اکھاڑ کر اس زور سے مارا کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب)

زہد و تقشف: صحابیات نہایت زاہدانہ اور متقشفانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک بار ایک شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بولیں ذرا ٹھہر جاؤ' میں اپنی نقاب سی لوں۔ اس نے کہا اگر میں لوگوں کو اس کی خبر کر دوں تو لوگ آپ کو بخیل سمجھیں گے۔ بولیں جو لوگ پرانا دھرانا کپڑا نہیں پہنتے' ان کو آخرت میں نیا کپڑا نصیب نہ ہو گا۔ (ادب المفرد باب الرفق فی المعیشة)

زندہ دلی: صحابیات کے جذبات کو اسلام نے ترو تازہ اور شگفتہ کر دیا تھا۔ اس لیے ان میں زندہ دلی پائی جاتی تھی۔ عید کے دن معمولاً لڑکے اور لڑکیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو کر باجے بجاتے تھے اور مسرت کے ترانے گاتے تھے۔ (بخاری کتاب العیدین باب سنة العیدین لاهل الاسلام)

راز داری: صحابیات کا سینہ راز کا مدفن تھا جس سے وہ قیامت تک باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ ایک دن آپ کی خدمت میں تمام ازواج مطہرات جمع تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حالت میں آ گئیں۔ آپ نے ان کو مرحبا کہا اور اپنے دائیں جانب بٹھا لیا اور آہستہ سے ان کے کان میں ایک بات کہی۔ وہ چیخ مار کر رو پڑیں۔ پھر آپ نے آہستہ سے ایک بات کہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس سے وہ ہنس پڑیں۔ آپ چلے گئے تو تمام بیویوں نے اس کی وجہ پوچھی۔ بولیں آپ کی زندگی میں آپ کا راز فاش نہیں کر سکتی۔ (مسلم کتاب الفضائل مناقب فاطمہ)

عفت و عصمت: اسلام نے پاکیزگی اخلاق کی جو تعلیم دی ہے' اس نے صحابیات کو عصمت و عفت کا مجسمہ بنا دیا۔ ایک صحابیہ کو جن کی اخلاقی حالت زمانہ جاہلیت میں اچھی نہ تھی۔ ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو بولیں ہٹو' اب وہ زمانہ گیا اور اسلام آیا۔ (مسند ابن حنبل جلد-۴' ص-۱۸۷)

اسلام کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ لونڈیاں تک بدکاری سے اجتناب کرنے لگیں۔ مسیکہ ایک لونڈی تھی' جس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ میرا آقا مجھ کو بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: لَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ یعنی "اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔" (ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی تعظیم الزنا)

اس جرم کا ارتکاب تو صحابیات سے بہت بعید تھا۔ وہ اس کو بھی گوارا نہیں کرتی تھیں کہ کسی نامحرم کی نگاہ بھی ان پر پڑے۔ ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کرنا چاہا اور رسول اللہ ﷺ سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے عورت کو جا کر دیکھ لو۔ وہ اس غرض سے اس کے گھر گئے۔ عورت نے پردہ سے کہا اگر رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے تو خیر ورنہ تمہیں اللہ کی قسم۔ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب النظر الی المراۃ اذا اراد ان یتزوجھا)

اس معصیت کا ارتکاب تو بڑی چیز ہے۔ اگر اللہ نہ کرے صحابیات پر کبھی اس قسم کا اتہام بھی لگ جاتا تھا تو ان کے خرمن عقل و ہوش پر بجلی گر پڑتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کانوں میں جب واقعہ افک کی بھنک پڑی تو بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ لرزہ بخار آگیا اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ (بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ عزوجل لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین)

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حسن معاشرت

مصالحت اور صفائی: اگرچہ بتقاضائے فطرت انسانی صحابیات کسی سے ناراض ہو جاتی تھیں تو ان کو اس چند روزہ ناگواری پر نہایت افسوس ہوتا تھا۔ ایک معاملہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور بات چیت نہ کرنے کی قسم کھا لی لیکن عفو تقصیر کے بعد جب ان کو یہ قسم یاد آتی تھی تو اس قدر روتی تھیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔ (بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ)

صلہ رحمی: حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ولم ار امراة قط خيرا في الدين من زينب واتقى الله واصدق حديثا و اوصل للرحم۔ (مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عائشه)

میں نے زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ سچی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والی عورت نہیں دیکھی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک جائیداد وراثتاً پائی تھی اور ان کو ایک لاکھ کی رقم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دی تھی۔ لیکن انہوں نے اس مال و جائیداد کو حضرت قاسم بن محمد اور حضرت ابن ابی عتیق پر ہبہ کر دیا جو ان کے قرابت دار تھے۔ (بخاری کتاب الهبة باب هبة الواحد للجماعة)

صحابیات کی صلہ رحمی صرف مسلمان اعزہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ وہ کافر قرابت داروں کی قرابت کا بھی لحاظ رکھتی تھیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو ان کی والدہ جو کافرہ تھیں، ان کے پاس آئیں اور مالی مدد مانگی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقة والصدقة علي الاقربين) چنانچہ انہوں نے ان کو مدد دی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک جائیداد کی وصیت کی تھی۔ (مسند دارمی کتاب الوصایا باب الوصیة لاھل الذمه)

ہدیہ دینا: حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہدیہ محبت کی زیادتی کا ذریعہ ہے۔ اس لیے صحابیات ایک دوسرے کے پاس عموماً ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔

حضرت نسیبہ انصاریہ رضی اللہ عنہا اس قدر مفلس تھیں کہ ان پر صدقہ کا مال حلال تھا۔ تاہم اس حالت میں بھی وہ ازواج مطہرات کی خدمت میں ہدیہ بھیجتی تھیں۔ ایک دفعہ ان کے پاس صدقہ کی بکری آئی تو انہوں نے اس کا گوشت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہدیتاً بھیجا۔ (بخاری کتاب الزکٰوۃ باب قدرکم یعطی من الزکٰوۃ والصدقة ومن اعطی شاہ) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی جو صدقہ میں آتا تھا وہ ازواج مطہرات کو ہدیتاً دے دیا کرتی تھیں۔ (مسلم کتاب الزکٰوۃ باب اباحة الهدیه النبی صلی اللہ علیه وسلم ولنبی هاشم ولبنی عبدالمطلب وان کان المهدی ملکها بطریق الصدقة)

خادموں کے ساتھ سلوک: صحابیات خادموں کے ساتھ جیسا سلوک کرتی تھیں' اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ رات کو عبدالملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی۔ اس نے آنے میں دیر کر دی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی۔ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا اس کے محل میں تھیں۔ صبح ہوئی تو کہا کہ تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن شفعاء یا شہدا نہ ہوں گے۔ (مسلم کتاب البر والصله والاداب باب النهی عن لعن الدوات وغیرها)

باہمی اعانت: صحابیات مصیبت میں دوسروں کی اعانت فرماتی تھیں اور ہمسایہ صحابیات اپنی پڑوسنوں کو ہر قسم کی مدد دیتی تھیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو روٹی پکانا نہیں آتی تھی لیکن ان کی پڑوسنیں ان کی روٹی پکایا کرتی تھیں۔ (مسلم کتاب الاداب باب اوداف المراة الا جنبية اذا اعيت في الطريق)

اگر عورتوں کو اپنے شوہروں سے شکایت پیدا ہوتی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں حاضر ہو کر اپنا درد دکھ کہتی تھیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نہایت پرزور طریقہ سے ان کی سفارش کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ان کی خدمت میں ایک عورت سبز دوپٹہ اوڑھ کر آئی اور جسم کھول کر دکھایا کہ شوہر نے اس قدر مارا ہے کہ بدن پر نیل پڑ گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مسلمان عورتیں جو مصیبت برداشت کر رہی ہیں' ہم نے ایسی مصیبت نہیں دیکھی۔ دیکھئے اس کا چمڑا اس کے دوپٹے سے زیادہ سبز ہو گیا ہے۔ بخاری کی اس روایت کے آخر میں عموماً عورتوں کی نسبت یہ الفاظ ہیں: والنسآء ینصر بعضھن بعضا یعنی "عورتوں کی یہ فطرت ہے کہ ایک دوسرے کی اعانت کرتی ہیں۔" (بخاری کتاب اللباس باب الثیاب المحصر)

ایک شخص کی بیوی بیمار تھیں۔ وہ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ انہوں نے حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بیوی بیمار ہے۔ اب انہوں نے ان کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور جب تک ان کی بیوی بیمار رہیں حال پوچھتی اور کھانا کھلاتی رہیں۔ (ادب المفرد باب عیادۃ الصبیان)

عیادت: صحابیات ہر ممکن طریقہ سے مریضوں کی عیادت کرتی تھیں۔ ایک بار اہل صفہ میں سے ایک صحابی بیمار تھے۔ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور ان کی عیادت کی۔ (ادب المفرد باب عیادۃ النسآء الرجل المریض)

تیمارداری: صحابیات نہایت دل سوزی سے مریضوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تھے تو حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا اور ان کے تمام خاندان نے ان کی تیمارداری کی۔ ان کا انتقال ہو گیا تو کفن پہنانے کے بعد حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے محبت کے لہجے میں کہا تم پر اللہ کی رحمت ہو' میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ نے تمہاری عزت کی۔ (بخاری کتاب الشہادات باب القرعۃ فی المشکلات)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مرض الموت میں بیمار ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات سے پچھوایا کہ کون ان کی تیمارداری کرے گا؟ تمام ازواج مطہرات نے کہا ہم۔ ان کا انتقال ہوا تو پھر دریافت کیا کہ کون ان کو غسل و کفن دے گا؟ تمام ازواج مطہرات نے کہا ہم۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت زینب)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عزا داری: صحابیات عزا داری کو اپنا فرض خیال کرتی تھیں۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ ایک صحابی کو دفن کر کے آرہے تھے۔ راستے میں دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جا رہی ہیں۔ پوچھا گھر سے کیوں نکلیں؟ بولیں اس گھر میں عزا داری کے لیے گئی تھی۔ (ابوداؤد کتاب الجنائز باب التعزیہ)

عرب جاہلیت میں عزا داری کا طریقہ یہ تھا کہ عورتیں برادری میں جا کر باہم مردوں پر نوحہ کرتی تھیں۔ لیکن اسلام نے جاہلیت کی اس رسم کو مٹا دیا۔ چنانچہ عورتیں اسلام لاتی تھیں تو ان سے اس رسم کے چھوڑنے کا معاہدہ لیا جاتا تھا۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے یہ معاہدہ لینا چاہا تو بولیں فلاں خاندان نے زمانہ جاہلیت میں ہمارے مردے پر نوحہ کیا ہے۔ مجھے اس کا معاوضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (مسلم کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ)

محبت اولاد: صحابیات بچوں سے نہایت محبت رکھتی تھیں۔ ایک بار ایک صحابی نے بیوی کو طلاق دی اور بچے کو اس سے لینا چاہا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میرا پیٹ اس کا ظرف' میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا گہوارہ تھا اور اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب تک تم دوسرا نکاح نہ کر لو تم بچے کی سب سے زیادہ مستحق ہو۔ (ابوداؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد)

اگرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات میں پایا جاتا تھا لیکن اس باب میں قریش کی عورتیں خاص طور پر ممتاز تھیں۔ چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس خصوصیت کی مدح فرمائی: نعم النسآء قریش احناھن علی الولد وارعاھن علی الزوج یعنی "قریش کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں۔ بچوں سے محبت رکھتی ہیں اور شوہروں کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی ہیں۔" (بخاری کتاب النکاح)

بھائی بہن سے محبت: صحابیات اپنے بھائی اور بہنوں سے نہایت محبت رکھتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا مقام حبش میں انتقال ہوا اور لاش مکہ میں دفن ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرط محبت سے ان کی قبر تک آئیں اور ایک مشہور مرثیہ کے چند

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اشعار پڑھے:

وکنا کندمانی جذیمة حقبة
من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

"اور ہم دونوں ایک مدت تک جذیمہ کے دونوں ہم نشینوں کی طرح ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہا ان میں کبھی جدائی نہ ہو گی۔"

فلما تفرقنا کان و مالکا
بطول اجتماع لم بنت لیلة معا

"لیکن جب جدائی ہوئی تو ایسی کہ گویا ہمؓ نے اور مالک نے باوجود طویل ملاقات کے ایک رات بھی ساتھ بسر نہیں کی تھی۔" (ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی الزیارة للقبور للنسآء)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شریک ہوئے تو ان کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں کہ مقتل میں ان کا پتہ لگائیں۔ لیکن لوگوں نے ان کی پریشانی کے خیال سے نہیں بتایا۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو آپ کو خوف پیدا ہوا کہ اس واقعہ سے کہیں ان کی عقل نہ جاتی رہے۔ اس لیے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے انا للہ پڑھا اور رونے لگیں۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حمزہ)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو تمام عورتیں رونے لگیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی قبر کے پاس روتی تھیں تو رسول اللہ ﷺ ہاتھوں سے ان کے آنسو پونچھتے تھے۔ (مسند ابوداؤد طیالسی ص-۳۵۱)

حمایت والدین: صحابیات والدین کی حمایت سے سخت موقعوں پر بھی اغماض نہیں کرتی تھیں۔ ایک بار کفار نے حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی گردن پر اونٹ کی اوجھ ڈال دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دوڑ کے آئیں اور اس کو آپ کی گردن سے اتار کر پھینک دیا اور کفار کو برا بھلا کہا۔

(بخاری کتاب الصلوة باب المراة نظرح عن المصلی شیئا من الاذی)

پرورش یتامیٰ: یتیموں کی پرورش بڑی نیکی کا کام ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: انا وکافل الیتیم کھاتین فی الجنة یعنی "ہم اور یتیموں کی پرورش کرنے والے جنت میں اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قدر قریب ہوں گے جس قدر یہ دونوں انگلیاں قریب ہیں۔"

اس لیے صحابیات یتیموں کی پرورش اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا متعدد یتیموں کی پرورش کرتی تھیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا کہ میں اپنے شوہر اور ان یتیموں پر صدقہ کروں تو جائز ہے؟ دوسری صحابیہ بھی اس غرض سے در دولت پر کھڑی تھیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا دوہرا ثواب ملے گا۔ ایک قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بچے یتیم ہو گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی پرورش فرماتی تھیں۔ (موطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ فیہ من الحلی والتبر والعنبر)

یتیموں کے مال کی نگہداشت: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یتیموں کے مال کی حفاظت و نگہداشت کے متعلق ایک نہایت مفصل آیت نازل فرمائی ہے: وابتلوا الیتمی حتی اذا بلغوا النکاح یعنی "اور یتیموں کی آزمائش کرو یہاں تک کہ نکاح کی بلوغت کو پہنچ جائیں۔

اس بناء پر صحابیات نہ صرف ان کے مال کی حفاظت کرتی تھیں بلکہ اس کو ترقی دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یتیموں کے مال لوگوں کو دیتی تھیں کہ تجارت کے ذریعہ سے اس کو ترقی دیں۔ (موطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب اموال الیتامی والتجارۃ فیھا)

بچوں کی پرورش: صحابیات بچوں کی پرورش میں اپنے عیش و آرام کو بھی فراموش کر دیتی تھیں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بچے تھے۔ اس لیے انہوں نے عزم بالجزم کر لیا کہ جب تک ان کی نشوونما کامل طور پر نہ ہو جائے گی، وہ دوسرا نکاح نہ کریں گی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود سپاس گزارانہ لہجے میں اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے کہ اس نے میری ولایت کا حق ادا کیا۔ (ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیم)

رسول اللہ ﷺ صحابیات کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھے لیکن بایں ہمہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جب آپ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے معذرت کی کہ یارسول اللہ! ﷺ آپ مجھے میری آنکھوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں لیکن شوہر کا حق بہت زیادہ ہے۔ اس لیے مجھے خوف ہے اگر میں شوہر کا حق ادا کروں گی تو بچوں کی طرف سے بے پروائی کرنا پڑے گی اور اگر بچوں کی پرورش میں مصروف رہوں گی تو شوہر (یعنی آپ کا اگر نکاح کر لوں گی) کا حق ادا نہ کر سکوں گی۔ (ابن سعد تذکرہ حضرت ام ہانی)

شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت: زن و شوہر کے معاشرتی تعلقات پر اس کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے کہ بیوی نہایت دیانت کے ساتھ شوہر کے مال و اسباب اور گھربار کی حفاظت کرے اور صحابیات میں یہ دیانت پائی جاتی تھی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ وہ گھر میں تھیں کہ ایک غریب سوداگر آیا اور کہا کہ اپنے سایہ دیوار کے نیچے مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجئے۔ وہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہوئیں۔ فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھی لیکن شوہر کی اجازت کے بغیر اجازت نہیں دے سکتی تھیں۔ بولیں اگر میں اجازت دے دوں اور زبیر رضی اللہ عنہ انکار کریں تو مشکل پڑے گی۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آؤ اور مجھ سے سوال کرو۔ وہ اسی حالت میں آیا اور کہا یا ام عبداللہ! میں محتاج آدمی ہوں' آپ کی دیوار کے سایہ میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں۔ بولیں تم کو مدینہ میں میرا ہی گھر ملتا تھا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو بیع و شراء سے روکتی ہو؟ وہ تو چاہتی تھیں' اجازت دے دی۔ (مسلم کتاب الآداب باب جواز ارداف المرأة الاجنبیہ اذا اعیت فی الطریق)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نہایت فیاض تھیں' اس لیے صدقہ و خیرات کرنا بہت پسند کرتی تھیں لیکن شوہر کے مال کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہ تھا اور شوہر کے مال میں بلا اجازت تصرف نہیں کر سکتی تھیں۔ مجبوراً رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ میں زبیر رضی اللہ عنہ کی آمدنی میں سے کچھ صدقہ کروں تو کیا کوئی گناہ کی بات ہے؟ ارشاد ہوا جو کچھ ہو سکے دو۔

(مسلم کتاب الزکوۃ باب الحث فی الصدقۃ ولو بالقلیل)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی تو ان میں سے ایک خاتون اٹھیں اور کہا کہ ہم اپنے باپ' بیٹے اور شوہر کے محتاج ہیں۔ ان کے مال میں سے ہمارے لیے کس قدر لینا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا اس قدر کہ کھا پی لو اور ہدیہ دو۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

المراۃ تصدق من بیت زوجھا)

اگرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات میں پایا جاتا تھا لیکن اس باب میں قریش کی عورتیں خاص طور پر ممتاز تھیں۔ چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ان کی اس خصوصیت کو ان الفاظ میں نمایاں کیا:

نعم النسآء نسآء قریش احناھن علی الولد وارعاھن علی الزوج۔	قریش کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں۔ بچوں سے محبت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی ہیں۔

شوہر کی رضاجوئی: صحابیات اپنے شوہروں کی رضامندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھیں۔ حضرت حولا رضی اللہ عنہا عطر فروش تھیں۔ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ میں ہر رات کو خوشبو لگاتی ہوں' بناؤ سنگار کر کے دلہن بن جاتی ہوں اور خالصتاً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جا کر سو رہتی ہوں۔ لیکن اس پر بھی وہ متوجہ نہیں ہوتے اور منہ پھیر لیتے ہیں۔ پھر ان کو متوجہ کرتی ہوں اور وہ اعتراض کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ آئے تو آپ سے بھی اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت حولا)

ایک روز آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے تو فرمایا عائشہ! یہ کیا ہے؟ بولیں میں نے اس کو اس لیے بنایا ہے کہ آپ کے لیے بناؤ سنگار کروں۔ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ھو وزکوٰۃ الحلی)

ایک صحابیہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے۔ آپ نے ان کو پہننے سے منع فرمایا۔ بولیں "اگر عورت شوہر کے لیے بناؤ سنگار نہ کرے گی تو اس کی نگاہ سے گر جائے گی۔" (نسائی کتاب الزینۃ)

شوہر کی محبت: صحابیات اپنے شوہروں سے نہایت محبت رکھتی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ وہ حالت کفر میں تھے کہ بدر کا معرکہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسیران جنگ کو فدیہ لے کر رہا کرنا چاہا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک یادگار ہار جس کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو رخصتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے وقت دیا تھا' ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے فدیہ میں بھیج دیا۔ (ابوداؤد کتاب الجھاد فداء الاسیر بالمال)

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو فرط محبت سے چیخ اٹھیں۔ (سنن ابن ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل و عیال کے ساتھ بہت زیادہ شغف نہ تھا۔ تاہم ان کی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا روزے کے دنوں میں بھی فرط محبت سے ان کے سر کا بوسہ لیتی تھیں۔ (موطا کتاب الصیام باب ماجاء فی الرخصة فی القبلہ للصیام)

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے نہایت محبت تھی۔ چنانچہ جب وہ طائف میں شہید ہوئے تو حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے ایک درد بھرا مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

فالیت لا تنفک عینی حزینة
علیک ولا ینفک جلدی اغبرا

"میں نے قسم کھائی ہے کہ تیرے غم میں میری آنکھ ہمیشہ پرنم اور جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔"

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔ دعوت ولیمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ انہوں نے عاتکہ رضی اللہ عنہا کو یہ شعر یاد دلایا تو رو پڑیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو ان کا بھی نہایت پردرد مرثیہ لکھا۔ اس کے بعد ان سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور وہ بھی شہید ہوئے تو عاتکہ نے ان کا بھی مرثیہ لکھا۔ (اسد الغابہ تذکرہ عاتکہ بنت زید)

شوہر کی خدمت: صحابیات شوہر کی خدمت نہایت دل سوزی کے ساتھ کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کمال طہارت کی وجہ سے مسواک کو بار بار دھلوا لیا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ادا فرماتی تھیں۔ (ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب غسل المسواک)

ایک بار آپ کمبل اوڑھ کر مسجد میں آئے۔ ایک صحابی نے کہا یارسول اللہ اس پر دھبہ نظر آتا ہے۔ آپ نے اس کو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کٹورے میں پانی منگوایا' خود اپنے ہاتھ سے دھویا اور خشک کیا اور اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعد آپ کے پاس بھیج دیا۔ (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الاعادہ من النجاسۃ یکون فی الثوب)

رسول اللہ ﷺ جب احرام باندھتے یا احرام کھولتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جسم مبارک میں خوشبو لگاتی تھیں۔ (ابوداؤد کتاب المناسک باب الطیب عند الاحرام)

جب آپ خانہ کعبہ کی ہدی بھیجتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے گلے کا قلادہ خود بٹتی تھیں۔ (ابوداؤد کتاب المناسک باب من بعث بھدیۃ)

صحابہ کرام جب تمام دنیا کی خدمت و اعانت سے محروم ہو جاتے تھے تو اس بے کسی کی حالت میں صرف ان کی بیویاں ان کا ساتھ دیتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ تخلف غزوہ تبوک کی بناء پر حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے اور اخیر میں تمام مسلمانوں کی طرح ان کی بیوی کو بھی تعلقات کے منقطع کر لینے کا حکم دیا تو وہ حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ وہ بوڑھے آدمی ہیں۔ ان کے پاس نوکر چاکر نہیں۔ اگر میں ان کی خدمت کروں تو آپ ناپسند فرمائیں گے؟ ارشاد ہوا نہیں۔ (بخاری المغازی باب غزوہ تبوک)

عورت کتنی ہی اطاعت گزار اور فرماں بردار ہو لیکن اگر اس سے تعلقات منقطع کر لیے جائیں تو وہ شوہر کی طرف مائل نہیں ہو سکتی لیکن صحابیات نے اس فطرتی اصول کو بھی توڑ دیا تھا۔ ایک صحابی نے اپنی بیوی سے ظہار کیا یعنی ایک مدت معینہ کے لیے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ تاہم اس حالت میں بھی وہ ان کی خدمت گزاری میں مصروف رہتی تھیں۔

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

طرزِ معاشرت

غربت و افلاس: ابتدائے اسلام میں صحابیات نہایت فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھیں۔ جس کا اثر ان کے لباس، مکان، اثاث البیت اور سامان آرائش غرض ہر چیز سے ظاہر ہوتا تھا۔

لباس: صحابیات کو کپڑوں کی نہایت تکلیف تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ ایک دفعہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ادب و حیا سے جسم کے ہر حصہ کو چھپانا چاہا لیکن ناکامیابی ہوئی۔ سر ڈھکتی تھیں تو پاؤں کھل جاتے تھے، پاؤں ڈھکتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا۔ (ابوداؤد کتاب اللباس باب فی العبد ینظر الی شعر مولاته)

بعض صحابیات کو تو چادر بھی میسر نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابیات کو عیدگاہ میں جانے کی اجازت دی تو ایک صحابیہ نے کہا کہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ ارشاد ہوا کہ اس کو دوسری عورت اپنی چادر اوڑھا لے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین)

شادی بیاہ میں دلہن کے لیے غریب سے غریب آدمی بھی اچھا جوڑا بنواتا ہے لیکن صحابیات کو معمولی جوڑا بھی میسر نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میرے پاس گاڑھے کی ایک کرتی تھی۔ شادی بیاہ میں جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اس کو مستعار منگوا لیتی تھی۔ (بخاری کتاب الھبه باب الاستعارة للعروس عند البناء)

مکان: غربت و افلاس کی وجہ سے صحابیات کے مکان نہایت مختصر، پست اور کم حیثیت ہوتے تھے۔ گھروں میں جائے ضرورت تک نہ تھی۔ (بخاری قصة الافک) اس لیے راتوں کو صحرا میں جانا پڑتا تھا۔ دروازوں پر پردے نہ تھے۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب الاستیذان فی العورات الثلاث) راتوں کو جلانے کے لیے چراغ تک میسر نہ تھا۔ (صحیح بخاری)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اثاث البیت : صحابیات کے گھروں میں نہایت مختصر سامان ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ میاں بیوی دونوں کے لیے صرف ایک بچھونا ہوتا تھا۔ اور وہ بھی کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا تھا۔ (ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب فی الرجل یصیب منھا ما دون الجماع)

زیورات : صحابیات نہایت معمولی اور سادہ زیور استعمال کرتی تھیں۔ احادیث کی کتابوں کے تتبع و استقراء سے بازو بند' کڑے' بالی' ہار' انگوٹھی اور چھلے کا پتہ چلتا ہے۔ لونگ کا ہار بھی پہنتی تھیں جن کو عربی میں سخاب کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہار جو سفر میں گم ہو گیا تھا وہ مہرۂ یمانی کا تھا۔ (ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب ماجاء فی التیم)

سامان آرائش: صحابیات سرمہ اور مہندی کا استعمال بھی کرتی تھیں۔ زچہ خانہ سے نکلتی تھیں تو منہ پر ورس (ایک قسم کی سرخ گھاس کا نام ہے) کا غازہ ملتی تھیں کہ چہرہ سے داغ دھبے مٹ جائیں۔ (ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب ماجاء فی وقت النفساء) خوشبو میں زعفران' عطر اور سک کا استعمال کرتی تھیں۔ سک ایک قسم کی خوشبو ہے جو ماتھے پر لگائی جاتی ہے۔

اپنا کام خود کرنا: صحابیات خانہ داری کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ مشکیزے میں پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہو گیا تھا۔ جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو گئے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الخروج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس ولھم ذی القربیٰ)

ازواج مطہرات باری باری گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں۔ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی جو پیسے اور اس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار شروع کیا۔ آپ کے آنے میں دیر ہو گئی تو سو گئیں۔ آپ آئے تو جگایا۔ (ادب المفرد باب لا یوذی جارہ)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور ان کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خود باغوں میں جا جا کر گھوڑے کے لیے گھاس لاتی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سائیسی کے لیے ایک غلام بھیجا تو انہوں نے اس خدمت سے نجات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر کے دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روز وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتیں اور ان کو کوٹ کر اپنی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتیں۔ گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے۔ خود پانی لاتیں' مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں' آٹا گوندھتیں' روٹی پکاتیں۔ گھر کے کام کاج کے علاوہ صحابیات بعض صنعتی کام بھی کرتی تھیں۔ (مسلم کتاب الآداب باب جواز ارداف المراۃ الا جنبیہ اذا اعیت فی الطریق وبخاری کتاب النکاح)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا طائف کی ادھوڑی بناتی تھیں جس کی وجہ سے ان کی مالی حالت تمام ازواج مطہرات سے بہتر تھی۔ (اسد الغابہ تذکرہ فلیسہ) بعض صحابیہ کپڑے بنتی تھیں۔ (بخاری کتاب البیوع باب النسآء)

پردہ: عہد نبوت میں اگرچہ اس زمانہ کا سا سخت پردہ رائج نہ تھا' تاہم عورتیں بالکل بے پردہ اور آزاد بھی نہ تھیں۔ محفہ میں سفر کرتی تھیں۔ (ابوداؤد کتاب المناسک باب فی الصبی الحج) نقاب پوش رہتی تھیں۔ اور غیر محرم سے پردہ کرتی تھیں۔ (ابوداؤد کتاب المناسک ما یلبس المحرم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حجتہ الوداع میں جب لوگ ہمارے سامنے سے گزرتے تھے تو ہم چہرے پر چادر ڈال لیتے تھے۔ لوگ گزر جاتے تھے تو پھر منہ کھول دیتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب المناسک باب فی المحرم تغطی وجھھا)

ایک دفعہ حضرت افلح بن ابی القیس رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کو آئے۔ وہ پردہ میں چھپ گئیں۔ بولے تم مجھ سے پردہ کرتی ہو' میں تو تمہارا چچا ہوں۔ بولیں کیونکر؟ بولے میرے بھائی کی بیوی نے تم کو دودھ پلایا ہے۔ بولیں مرد نے تو دودھ نہیں پلایا۔ (ابوداؤد کتاب النکاح باب فی لبن الفحل)

ایک صحابیہ کا بیٹا شہید ہوا' وہ نقاب پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ صحابہ کرام نے ان کو دیکھ کر کہا بیٹے کی شہادت کا حال پوچھنے آئی ہو اور نقاب پوش ہو کر؟ بولیں میں نے اپنے بیٹے کو کھو دیا ہے شرم و حیا کو تو نہیں کھویا۔ (ابوداؤد کتاب الجھاد باب فضل قتال الروم علی غیرھم من الامم)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہمارے زمانہ میں پردہ ایک رسمی چیز ہے۔ مثلاً ایک عورت کسی محرم سے رسماً پردہ کرتی ہے تو اس سے لازمی طور پر ہمیشہ پردہ کرے گی لیکن دو چار دفعہ کسی نامحرم کے سامنے آنے کا اتفاق ہو گیا تو پھر اس کے لیے پردہ کے تمام قیود ٹوٹ جائیں گے۔ لیکن صحابیات رسمی پردے کی پابند نہ تھیں۔ ان کا پردہ بالکل شرعی تھا۔ اگر شریعت اجازت دیتی تھی تو وہ کسی کے سامنے آتی تھیں اور جب شرعی مواقع پیدا ہو جاتے تھے تو اس سے پردہ کرنے لگتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب ہے کہ غلاموں سے پردہ ضروری نہیں' اس لیے وہ حضرت ابو عبداللہ سالم رضی اللہ عنہ کے سامنے آتی تھیں جو نہایت متدین غلام تھے اور ان سے بے تکلف باتیں کرتی تھیں۔ ایک دن وہ آئے اور کہا کہ اللہ نے آج مجھے آزاد کر دیا۔ چونکہ اب وہ غلام باقی نہیں رہے' اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کروا دیا اور عمر بھر ان کے سامنے نہ ہوئیں۔ (نسائی کتاب الطھارۃ باب مسح المراۃ راسھا)

O—☆☆☆—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ادائے قرض کا خیال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر قرض لیا کرتی تھیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ بولیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو بندہ قرض کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اللہ اپنی جانب سے اس کے لیے مددگار مقرر کر دیتا ہے تو میں اسی مددگار کی جستجو کرتی ہوں۔ (مسند ابن حنبل جلد ۶، ص ۹۹)

قرض کا ایک حصہ معاف کر دینا: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک غلام کو مکاتب بنایا۔ اس نے جب بدل کتابت ادا کرنا چاہا تو کہا کہ اس میں کچھ کمی کر دیجئے۔ انہوں نے کم کر دیا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ مصباح بن سرجس)

تقسیم وراثت میں دیانت: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر چند کھجور کے درخت ہبہ کئے تھے۔ لیکن اب تک ان کا قبضہ نہیں ہوا تھا، اس لیے ہبہ نامکمل تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو کہا کہ میں نے تم پر جو درخت ہبہ کئے تھے اگر تمہارا ان پر قبضہ ہو جاتا تو وہ تمہاری ملک ہو جاتے لیکن آج وہ میرے ترکہ میں داخل ہیں۔ جس کے وارث تمہارے بھائی اور بہنیں ہیں۔ اس لیے کتاب اللہ کے موافق باہم تقسیم کر لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ اگر اس سے بھی زیادہ مال ہوتا، میں چھوڑ دیتی۔ (موطا امام مالک کتاب الاقضیہ باب مالا یجوز من النحل)

○—☆☆☆—○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

[redacted]

سیاسی خدمات میں صحابیات کی کوئی قابل الذکر خدمت نہیں ہے۔ صرف اصابہ میں تذکرہ شفاء بنت عدویہ میں اس قدر لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی رائے کو مقدم سمجھتے تھے۔ ان کی عزت کرتے تھے اور بازار کی بعض خدمتیں بھی ان سے متعلق تھیں۔ لیکن سیاسی خدمات کے علاوہ صحابیات نے اسلام کی ہر ممکن خدمت کی ہے جس کی تفصیل ذیل کے عنوانات سے معلوم ہو گی۔

مذہبی خدمات

اشاعت اسلام: مذہبی خدمات میں اشاعت اسلام سب سے اہم اور اس میں ابتدائے اسلام ہی سے صحابیات کی مساعی جمیلہ کا کافی حصہ شامل ہے۔ چنانچہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں جو آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں۔ قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ام شریک)

ایک غزوہ میں صحابہ کرام پیاس سے بے تاب ہو کر پانی کی تلاش میں نکلے تو حسن اتفاق سے ایک عورت مل گئی جس کے ساتھ پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ صحابہ کرام اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور آپ کی اجازت سے پانی کا استعمال کیا۔ اگرچہ آپ نے اسی وقت اس کو پانی کی قیمت دلوا دی' تاہم صحابہ کرام پر اس کے احسان کا یہ اثر تھا کہ جب اس عورت کے گاؤں کے آس پاس حملہ کرتے تو خاص اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس منت پذیری کا یہ اثر ہوا کہ اس نے اپنے تمام خاندان کو قبول اسلام پر آمادہ کیا اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ (بخاری کتاب الغسل باب الصعید الطیب وضوء المسلم)

حضرت ام حکیم بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی شادی عکرمہ بن ابو جہل سے ہوئی تھی۔ وہ خود فتح مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن ان کے شوہر بھاگ کر یمن چلے گئے۔ حضرت ام حکیم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہا نے یمن کا سفر کیا اور ان کو دعوت اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑے۔ (موطا امام مالک کتاب النکاح باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا چاہا لیکن انہوں نے کہا تم کافر ہو اور میں مسلمان' نکاح کیونکر ہو سکتا ہے؟ اگر اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہو گا اس کے سوا تم سے کچھ نہ مانگوں گی۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت زید بن سہل بن اسود)

نو مسلموں کا تکفل: ابتدائے اسلام میں جو لوگ اسلام لاتے تھے' ان کو مجبوراً اپنے گھر بار' اہل و عیال اور مال و جائیداد سے کنارہ کش ہونا پڑتا تھا۔ اس بناء پر اس وقت اشاعت اسلام کے ساتھ اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ ان نو مسلموں کی کفالت کی جائے۔ صحابیات اس میں نمایاں حصہ لیتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کا گھر ان نو مسلموں کے لیے گویا مہمان خانہ بن گیا تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے یہاں صرف اس بناء پر عدت بسر کرنے کی اجازت نہیں دی کہ ان کے گھر مہمانوں کی کثرت سے پردہ کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ (مسلم کتاب الطلاق باب المطلقہ ثلاثہ لا نفقہ لھا، کتاب الفتن واشراط الساعة باب فی خروج الدجال)

حضرت درہ بنت لہب رضی اللہ عنہا بھی نہایت فیاض تھیں اور مسلمانوں کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ (اصابہ تذکرہ درہ)

خدمت مجاہدین: جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہ شوق غزوات میں شریک ہوتے تھے' اسی طرح صحابیات بھی اللہ کی راہ میں ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھیں۔ ان کے لیے سب سے زیادہ موزوں کام زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان بہم پہنچانا تھا اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور دل سوزی سے انجام دیتی تھیں۔ غزوہ خیبر میں متعدد صحابیات شریک جہاد ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو ناراضی کے لہجے میں پوچھا تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ بولیں یا رسول اللہ ہم اون کاتتے ہیں اور اس سے اللہ کی راہ میں اعانت کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھ زخمیوں کے دوا علاج کا سامان ہے۔ لوگوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے ہیں اور ستو گھول گھول کر پلاتے ہیں۔ (ابو داؤد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب الجهاد باب فی المرأة والعبد يحذيان من الغنيمة)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوئیں۔ وہ مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھیں۔ کھانا پکاتی تھیں' مریضوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (مسلم کتاب الجهاد باب النسآء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم والنهى عن قتل صبيان اهل الحرب)

غزوہ احد میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شریک تھیں۔ وہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنی پیٹھ پر مشک لاد کر لاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔ (مسلم کتاب الجهاد باب غزوه النسآء مع الرجال)

حضرت ربیع بنت مسعود رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ پانی پلاتے تھے' مجاہدین کی خدمت کرتے تھے اور مدینہ تک زخمیوں اور لاشوں کو اٹھا کر لاتے تھے۔ (بخاری کتاب الجهاد باب رد النسآء القتلى)

حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا نے مسجد نبوی میں خیمہ کھڑا کر رکھا تھا۔ جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے' وہ اسی خیمہ میں ان کا علاج کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تو ان کا علاج اسی خیمہ میں کیا گیا۔ (اصابہ تذکرہ رفیدہ)

صحابیات کی یہ خدمات خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہایت قابل قدر خیال کی جاتی تھیں اور خود خلفاء بھی ان کا لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادر تقسیم فرمائی۔ ایک عمدہ چادر رہ گئی تو کسی نے کہا کہ اپنی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو دے دیجئے۔ بولے ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ غزوہ احد میں مشک بھر بھر کر پانی لاتیں تھیں اور ہم کو پلاتی تھیں۔ (بخاری کتاب الجهاد باب حمل النسآء القرب الى الناس فى الغزو)

خدمات مساجد: صحابیات مساجد کی صفائی میں نہایت اہتمام کرتی تھیں۔ ایک بار کسی نے مسجد نبوی میں تھوک دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو اس قدر برہم ہوئے کہ چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ ایک صحابیہ اٹھیں اور اس کو مٹا دیا اور اس جگہ خوشبو لگائی۔ آپ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خوب کام کیا۔ (نسائی کتاب الصلوة باب تخليق المسجد)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ایک صحابیہ تھیں جو ہمیشہ مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھیں۔ یہ ایک ایسا نیک کام تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نہایت قدر فرمائی۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا اور آپ کو اس کی اطلاع نہ دی۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی؟ بولے حضور استراحت فرما رہے تھے' ہم نے تکلیف دینا گوارا نہیں کیا۔ (بعد میں رسول اللہ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کے لیے دعائے مغفرت کی) (سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلٰوۃ علی القبر)

بدعات کا استیصال: بدعت مذہب کے لیے بمنزلہ گھن کے ہے۔ اس لیے باثر صحابیات ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتی تھیں کہ نخل اسلام میں گھن نہ لگنے پائے۔ مثلاً مسلمانوں میں غلاف کعبہ کی جو عزت و حرمت قائم ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے تو پرانا غلاف چرا چھپا کر خادموں کو کچھ دے دلا کر لے لیتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھ کر لے آتے ہیں اور مکانوں میں رکھتے ہیں۔ دوستوں کو بطور سوغات کے تقسیم کرتے ہیں۔ قرآن ان میں رکھتے ہیں۔ مسجدوں میں لٹکاتے ہیں اور مریض کو اس سے ہوا دیتے ہیں۔ لیکن قرن اول میں یہ حالت نہ تھی۔ متولی کعبہ صرف یہ کرتا تھا کہ غلاف کو زمین میں دفن کر دیتا تھا کہ وہ ناپاک انسانوں کے کام کا نہ رہے۔ شیبہ بن عثمان نے جو اس زمانہ میں کعبہ کے کلید بردار تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس واقعہ کو بیان کیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ تعظیم غیر شرعی ہے۔ اللہ اور رسول نے اس کا حکم نہیں دیا اور ممکن ہے کہ آئندہ اس سے سوء اعتقاد اور بدعات کا سرچشمہ پھوٹے۔ اس لیے شیبہ سے کہا کہ یہ تو اچھی بات نہیں' تم برا کرتے ہو۔ جب غلاف کعبہ سے اتر گیا اور کسی نے اس کو ناپاکی کی حالت میں استعمال بھی کر لیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تم کو چاہیے کہ اس کو بیچ ڈالا کرو اور اس کی قیمت غریبوں اور مسافروں کو دے دیا کرو۔ (عین الاصابہ بحوالہ سنن بیہقی)

احتساب: جو چیز مذہب و اخلاق کو صحیح اصول پر قائم رکھتی ہے' شریعت کی اصطلاح میں اس کا نام احتساب ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے اس کے تین درجے مقرر فرما دیئے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

من رای منکم منکرا فلیغیر بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالک اضعف الایمان- (مسلم)	تم سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے' اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے- اگر اس میں اس کی طاقت نہیں تو زبان سے اس کا انکار کرے اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے-

باا‌ثر صحابیات نے پہلے دونوں طریقوں سے اس مذہبی خدمت کو انجام دیا ہے- ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک گھر میں مہمان اتریں- میزبان کی دو لڑکیوں کو جو جوان ہو چکی تھیں دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھی رہی ہیں- تاکید کی کہ آئندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے ہوئے نماز نہ پڑھے- رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا- (مسند جلد-٦' ص-٩٦)

ایک دفعہ ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ان کے پاس آئے اور معمولی طور پر جھٹ پٹ وضو کر کے چلے- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ٹوکا کہ عبدالرحمٰن وضو اچھی طرح کیا کرو- رسول اللہ ﷺ کو میں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ وضو میں جو عضو نہ بھیگے اس پر جہنم کی پھٹکار ہو- (مسند جلد-٦' ص-٢٥٨)

ایک بار انہوں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس کی چادر میں صلیب کے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں- دیکھنے کے ساتھ ڈانٹا کہ یہ چادر اتار دو- رسول اللہ ﷺ ایسے کپڑوں کو دیکھتے تھے تو پھاڑ ڈالتے تھے- (موطا امام مالک کتاب اللباس)

ایک دفعہ ان کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن نہایت باریک دوپٹہ اوڑھ کر سامنے آئیں- دیکھنے کے ساتھ ہی غصہ سے دوپٹہ کو چاک کر دیا- فرمایا تم نہیں جانتیں کہ سورہ نور میں اللہ نے کیا احکام نازل فرمائے ہیں- اس کے بعد گاڑھا دوپٹہ منگوا کر اوڑھلیا- (موطا امام مالک کتاب اللباس)

اخلاقی خدمت

نرد بازی کی روک ٹوک : فتوحات عجم کے بعد عرب میں نرد بازی' شطرنج بازی اور مرغ بازی وغیرہ کا رواج ہوا تو صحابیات نے اس پر شدت کے ساتھ روک ٹوک کی- چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کچھ کرایہ دار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

رہتے تھے۔ ان کی نسبت ان کو معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں تو سخت برافروختہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دو گے تو میں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی۔ (ادب المفرد باب الادب واخراج الذین یلعبون بالفرد)

شراب خوری کی روک ٹوک: فتح عجم کے بعد اہل عرب شراب کے جدید اقسام و نام سے آشنا ہوئے۔ جن میں ایک باذق تھا (یعنی بادہ) چونکہ عربی میں شراب کو خمر کہتے ہیں۔ اس کا اطلاق صرف انگوری شراب پر ہوتا ہے۔ اس بناء پر لوگوں کو شبہ تھا کہ ان شرابوں کا کیا حکم ہے؟ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی مجلس میں بلاعلان کہہ دیا کہ شراب کے برتنوں میں چھوہارے تک نہ بھگوئے جائیں۔ پھر عورتوں کی طرف خطاب کر کے کہا اگر تمہارے مٹکوں کے پانی سے بھی نشہ آئے تو وہ بھی حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔ (سنن نسائی کتاب الخمر)

مصنوعی بال لگانے کی ممانعت: قدیم زمانہ میں یہودیہ عورتوں میں جو بد اخلاقیاں پھیل گئیں تھیں۔ ان میں ایک یہ تھی کہ جن عورتوں کے بال جھڑ جاتے تھے، وہ مصنوعی بال لگا لیتی تھیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے مسلمان عورتوں کو اس کی ممانعت فرما دی تھی۔ آپ کے بعد جب مسلمان عورتوں نے بھی یہی روش اختیار کی تو صحابیات نے اس پر شدت سے روک ٹوک کی۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میری بیٹی دلہن بنی ہے لیکن بیماری سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں۔ کیا مصنوعی بال جوڑ دوں؟ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (مسند جلد ۶، ص ۱۱۱)

علمی خدمات

علم تفسیر: قرآن مجید ایک ایسی مقدس اور ایک ایسی بزرگ ترین کتاب ہے کہ اگر اس کی ایک آیت بھی کسی کی شان میں نازل ہو جائے تو وہ اس کے شرف کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق قرآن مجید کی جو آیت نازل ہوئی تھی، اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر وہ فخر کیا کرتی تھیں۔

ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہار گم ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاش میں چند صحابہ کو بھیجا۔ وہ اس کی تلاش میں نکلے تو راستے میں نماز کا وقت ہو گیا اور لوگوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی۔ واپس آئے تو آپ سے اس کی شکایت کی۔ اس پر آیت تیمم نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی فضیلت سمجھا اور ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

جزاک اللّٰہ خیرا فواللّٰہ ما نزل بک امر قط الاجعل اللّٰہ لک منہ مخرجًا وجعل للمسلمین فیہ برکۃ۔ (بخاری کتاب النکاح باب استعارۃ الثیاب للعروس وغیرھا)

اللہ تم کو جزائے خیر دے۔ تم کو کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جس سے اللہ نے تمہارے نکلنے کا راستہ نہیں بتایا اور مسلمانوں کے لیے وہ ایک برکت بن گیا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی: قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا۔ (مجادلہ) یعنی "اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے جھگڑتی تھی۔" اس واقعہ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے رتبے کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے آرہے تھے۔ راہ میں ان سے ملاقات ہو گئی اور انہوں نے ان کو سلام کیا۔ بولیں اے عمر! میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تم کو لوگ بازار عکاظ میں عمر کہتے تھے اور اب تو تمہارا لقب امیرالمومنین ہے۔ پس رعایا کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور یقین کرو کہ جو شخص عذاب الٰہی سے ڈرے گا' اس پر بعید قریب ہو جائے گا اور جو موت سے ڈرے گا اس کو فوت ہو جانے کا خوف لگا رہے گا۔ ایک شخص جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' بولے بی بی تم نے تو امیرالمومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جانے دو' یہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا ہیں اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر سے ان کی بات سن لی تھی پھر عمر کو تو اور سننا چاہیے۔ (اصابہ تذکرہ خولہ)

لیکن جس کتاب کی ایک آیت بھی انسانی شرف و عزت کے لیے کافی ہے' اس کا ایک خاص حصہ صحابیات کے متعلق نازل ہوا ہے یعنی ایک مستقل سورہ (نساء) خاص طور پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحابیات کے احکام و معاملات کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ سورہ نور کی متعدد آیتیں بھی انہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ان کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اس بناء پر اگرچہ ان آیتوں اور ان سورتوں کے شان نزول اور ان کی تفسیر سے اکثر صحابیات کو تعلق ہے' تاہم عام طور پر تفسیر کے جو معنی سمجھے جاتے ہیں اور جس معنی کی رو سے ایک شخص مفسر کہا جا سکتا ہے اس کے لحاظ سے تمام صحابیات میں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم تفسیر میں اکابر صحابہ کی ہمسر ہیں اور انہوں نے نہایت دقیق آیتوں کی تفسیریں کی ہیں۔

ان سے احادیث کی کتابوں میں جو تفسیری روایتیں مذکور ہیں' ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ آیتیں ہیں جن کے متعلق ان کے دل میں کوئی بات کھٹکی ہے اور انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے استفسار فرمایا ہے اور آپ نے ان کی تفسیر کی ہے۔ (ماخوذ از سیرت عائشہ۔ سیرت عائشہ میں ان تفسیروں کے حوالے بھی مذکور ہیں)

مثلاً ایک دفعہ آپ نے بیان فرمایا کہ من حوسب عذاب قیامت میں جس کا حساب ہوا' اس پر عذاب ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا یعنی "پس اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔" آپ نے فرمایا یہ اعمال کی پیشی ہے لیکن جس کے اعمال میں جرح قدح شروع ہوئی وہ برباد ہی ہوا۔

ایک دفعہ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔	جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا اور تمام مخلوق اللہ واحد القہار کے روبرو ہو جائے گی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت پڑھی:

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ۔	تمام زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔

لیکن جب زمین و آسمان کچھ نہ ہو گا تو لوگ کہاں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا صراط پر۔

قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْ وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَةٌ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ○	جو لوگ جو کام کرتے ہیں خوفزدہ دل سے کرتے ہیں۔ وہ اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شک تھا کہ جو چور ہے' بدکار ہے' شرابی ہے لیکن اللہ سے ڈرتا ہے کیا وہ بھی اس سے مراد ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں عائشہ' اس سے وہ مراد ہے جو نمازی ہے' روزہ دار ہے' زکوٰۃ دیتا ہے اور پھر اللہ سے ڈرتا ہے۔

دوسری وہ آیات ہیں جن کے متعلق دوسروں کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہوا ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے متعلق سوال کیا ہے۔ جس کا انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ ازالہ کیا ہے۔ مثلاً:

(ا) اعمال حج میں سے ایک کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی ہے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ ہیں:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔	صفا اور مروہ کی پہاڑیاں شعائر الٰہی میں سے ہیں۔ پس جو خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے کچھ مضائقہ نہیں اگر وہ ان کا بھی طواف کرے۔

(بقرہ)

حضرت عروہ نے کہا خالہ جان اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں۔ فرمایا بھانجے تم نے ٹھیک کہا۔ اگر آیت کا مطلب وہ ہوتا جو تم سمجھے ہو تو اللہ یوں فرماتا لا جناح ان لا یطوف بھما یعنی "اگر ان کا طواف نہ کرو تو کچھ حرج نہیں۔" اصل میں یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اوس و خزرج اسلام سے پہلے منات کی جے پکارا کرتے تھے۔ منات مشلل میں نصب تھا۔ اس لیے صفا اور مروہ کے طواف کو وہ برا جانتے تھے۔ اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے۔ اب کیا حکم ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ صفا اور مروہ کا طواف کرو' اس میں کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن ایک محدث تھے۔ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تقریر معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا علم اس کو کہتے ہیں۔

(۲) قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حَتّٰی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَ هُمْ نَصْرُنَا۔ یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور ان کو خیال ہوا کہ وہ جھوٹ بولے گئے تو ہماری مدد آگئی۔

حضرت عروہ نے پوچھا کذبوا (جھوٹ بولے گئے یعنی اس سے جھوٹ وعدہ کیا گیا) یا کذبوا (وہ جھٹلائے گئے) فرمایا کذبوا (جھٹلائے گئے) عروہ نے کہا اس کا تو ان کو یقین ہی تھا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ان کی قوم نے ان کی نبوت کی تکذیب کی۔ یہ ظن اور خیال تو نہ تھا' اس لیے کذبوا (ان سے جھوٹ وعدہ کیا گیا) صحیح ہے۔ بولیں معاذ اللہ! پیغمبران الٰہی اللہ کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اس نے ان سے امداد و نصرت کا جھوٹا وعدہ کیا۔ عروہ نے پوچھا پھر آیت کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا یہ پیغمبروں کے پیروں کے متعلق ہے کہ جب انہوں نے ایمان قبول کیا اور نبوت کی تصدیق کی اور ان کی قوم نے ان کو ستایا اور مدد الٰہی میں ان کو تاخیر نظر آئی یہاں تک کہ پیغمبر اپنی قوم کے منکرین ایمان سے ناامید ہو گئے تو ان کو خیال ہوا کہ شاید اس تاخیر کے سبب سے مومنین بھی ہماری تکذیب نہ کر دیں کہ دفعتاً اللہ کی مدد آگئی۔

(۳) جس آیت مبارکہ میں چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ۔ (نسآء) اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے بارے میں تم انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو۔

بظاہر آیت کے پہلے اور پچھلے ٹکڑوں میں ربط معلوم نہیں ہوتا۔ یتیموں کے حقوق میں عدم انصاف اور چار نکاح کی اجازت میں باہم کیا تعلق ہے۔ چنانچہ ایک شاگرد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس اشکال کو پیش کیا تو فرمایا کہ آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض لوگ یتیم لڑکیوں کے ولی ہو جاتے ہیں۔ ان سے موروثی رشتہ داری ہوتی ہے۔ وہ اپنی ولایت کے زور سے چاہتے ہیں کہ ان سے نکاح کر کے ان کی جائیداد پر قبضہ کر لیں اور چونکہ ان کی طرف سے کوئی بولنے والا نہیں ہوتا۔ اس لیے مجبور پا کر اس کو ہر طرح دباتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو خطاب کرتا ہے کہ اگر تم ان یتیم لڑکیوں کے معاملے میں انصاف سے پیش نہ آسکو تو ان کے علاوہ اور عورتوں سے دو تین چار نکاح کر لو مگر ان کو نکاح کر کے اپنے قابو میں نہ لے آؤ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتَامَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ۔ (نسآء)

ان لڑکیوں کی نسبت لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہہ دے کہ اللہ ان کے حق میں فیصلہ کرتا ہے اس کتاب (قرآن) میں جو کچھ تم لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا ہے ان یتیم لڑکیوں کی نسبت جن کو نہ تو تم ان کے مقررہ حقوق دیتے ہو اور نہ خود ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔

اسی سائل نے اس کے بعد اس آیت کا مطلب دریافت فرمایا کہ اس آیت میں یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ قرآن میں پہلے جو کچھ ان کے بارے میں پڑھ کر سنایا گیا ہے اس سے وہی آیت مراد ہے۔ یہ حکم ان اولیاء سے متعلق ہے جو یتیم لڑکیوں کو نہ خود اپنے نکاح میں لاتے ہیں کہ وہ حسن سے محروم ہیں اور نہ دوسروں سے ان کا نکاح کر دینا پسند کرتے ہیں کہ جائیداد مشترکہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہے۔

(۴) اس آیت کے مطلب میں لوگوں کو اختلاف ہے:

مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ۔

جو تونگر ہو اس کو اس سے بچنا چاہیے اور جو تنگدست ہو وہ قاعدے کے مطابق اس سے لے لے۔

یہ آیت اولیائے یتامیٰ کی شان میں ہے کہ اگر محتاج ہوں تو یتیموں کے مال میں سے لے کر کھا سکتے ہیں۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حسب ذیل آیت سے منسوخ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا۔

جو لوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔

لیکن اس آیت میں تو یہ سزا ان لوگوں کے لیے بیان کی گئی ہے جو ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس آیت میں کھانے کی اجازت ہے وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو یتیموں کی جائیداد کی دیکھ بھال کرتے ہیں' ان کا کاروبار سنبھالتے ہیں۔ اگر ولی صاحب استطاعت ہے تو اس کو اس خدمت کا معاوضہ نہ لینا چاہیے اور اگر وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مفلس اور تنگدست ہے تو قاعدے کے مطابق حسب حیثیت لے سکتا ہے۔ اس تفسیر کی بناء پر دونوں آیتوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔

(۵) عورت کو اگر اپنے شوہر سے شکایت ہو تو اس موقع کی آیت ہے:

وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَآ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَھُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَیْرٌ۔ (نسآء)	اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے اس کی ناچاکی و بدسلوکی کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ دونوں آپس میں صلح کر لیں اور صلح تو ہر حال میں بہتر ہے۔

لیکن دفع ناراضی کے لیے صلح کرنا تو ایک عام بات ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کو اس حکم کے نازل کرنے کی کیا حاجت تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس عورت کی شان میں ہے جس کا شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں یا بیوی ضعیف العمر ہو گئی ہے اور شوہر کی خدمت گزاری کے قابل نہیں رہی ہے۔ زن و شوئی کے باہمی فرائض کا انجام دینا ایک فرض دینی ہے۔ لیکن اس خاص حالت میں اگر بیوی طلاق لینا پسند نہ کرے اور اپنے عام حقوق سے شوہر کو سبکدوش کر دے تو یہ باہمی مصالحت بری نہیں بلکہ قطعی علیحدگی سے بہتر ہے۔

ان آیات کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور آیتوں کی تفسیریں بھی مروی ہیں۔ لیکن ہم نے جن آیتوں کی تفسیریں درج کی ہیں' ان سے دقت نظری کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو آیتیں عورتوں کے نکاح و طلاق کے معاملات سے تعلق رکھتی ہیں' ان کا مطلب انہوں نے کس قدر صحیح سمجھا ہے اور کس طرح ان کو یاد رکھا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر عورتیں اپنے حقوق کا تحفظ کرنا چاہتی ہیں تو ان کو قرآن و حدیث کی صحیح تعلیم کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہیے۔

علم اسرار الدین: علم اسرار الدین اس علم کو کہتے ہیں جس میں احکام شریعت کے علل و اسباب اور ان کے حکم و مصالح بیان کئے جاتے ہیں اور یہ علم اس قدر دقیقہ سنجی پر مبنی ہے کہ صرف چند فقہائے صحابہ یعنی حضرت عمرؓ حضرت علیؓ' حضرت زید اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ نے اس کے اصول و قواعد ممہد کئے ہیں۔ باقی اس فن میں اور صحابہؓ مساعی جمیلہ کا حصہ بہت کم شامل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بالخصوص اس میں صحابیات کے کارنامے تو بالکل نظر نہیں آتے لیکن تنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شریعت کے جن رموز و اسرار کی گرہ کشائی کر دی ہے وہ صحابیات کی اس کمی کو پورا کر دیتی ہیں بلکہ اس فن میں صحابہ سے بھی ان کا پلہ بھاری نظر آتا ہے اور صحابہ سے اس علم کے متفرق مسائل احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسائل کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ ہے اور انہوں نے مذکورہ بالا صحابہ سے بہت زیادہ شریعت کے اسرار و مصالح کی پردہ کشائی کی ہے اور بہ کثرت مسائل کے علل و اسباب بیان کیئے ہیں۔ (ماخوذ از سیرت عائشہ) مثلاً عہد نبوت میں عورتوں کی اخلاقی حالت چونکہ قابل اعتماد تھی' اس لیے ان کو حضور صلوٰۃ اور شرکت جماعت کی اجازت تھی۔ لیکن جب اخیر زمانہ میں عورتوں کے نظام اخلاق میں انحطاط پیدا ہو گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صاف صاف کہہ دیا:

لو ادرک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما احدث النسآء لمنعھن المساجد کما منعہ نسآء بنی اسرائیل۔ (ابوداؤد کتاب الصلٰوۃ باب ماجاء فی خروج النسآء الی المسجد التشدید فی ذالک)

عورتوں نے اپنی حالت میں جو تغیرات پیدا کر لیے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ان کو دیکھتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جیسا کہ بنو اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔

قرآن مجید کی مکی اور مدنی سورتوں میں متعدد فروق و امتیازات ہیں۔ مثلاً جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں' ان میں زیادہ تر عقائد اور وقائع اخروی کا ذکر ہے اور مدنی سورتوں میں بتدریج اوامر و نواہی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اسلام ایک جاہل قوم میں آیا' اس لیے اس کو پہلے خطیبانہ اور واعظانہ طریقہ سے جنت اور دوزخ کا حال سنایا گیا۔ جب اس سے لوگ متاثر ہو چکے تو اسلام کے احکام و قوانین اور اوامر و نواہی نازل ہوئے۔ اگر زنا و شراب خوری وغیرہ سے اجتناب کا پہلے ہی دن مطالبہ کیا جاتا تو دفعتاً کون اس نامانوس آواز کو سنتا؟ اس قسم کے امتیازات و فروق کے دریافت کرنے پر یورپ کے علمائے مستشرقین کو بڑا ناز ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی دن اس راز کو فاش کر دیا تھا۔ صحیح بخاری میں ان سے مروی ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انما نزل اوّل ما انزل منه سورة من المفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى اذا ثاب الناس الى الاسلام ثم نزل الحرام والحلال لو نزل اول شئی لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمرا بدا ولو نزل لا تزنوا لقالو لا ندع الزنا ابدا لقد نزل بمكه وانا جارية العب "بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر" وما نزلت سوره البقره والنسآء الا وانا عنده- (باب تاليف القرآن)

قرآن کی سب سے پہلی سورہ جو نازل ہوئی وہ مفصل کی سورہ ہے جس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے- یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو پھر حلال و حرام اترا- اگر پہلے یہ اترتا کہ شراب مت پیو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ اترتا کہ زنا نہ کرو تو کہتے کہ ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے- مکہ میں جب میں کھیلتی تھی تو یہ اترا کہ ان کے وعدہ کا دن قیامت ہے اور قیامت نہایت سخت اور نہایت تلخ چیز ہے- سورہ بقرہ اور سورہ نساء جب اتریں تو میں آپ کی خدمت میں تھی-

اسلام کے ظہور سے پہلے مدینہ میں قبائل باہم خانہ جنگیوں میں مصروف تھے جن میں ان کے اکثر ارباب ادعا جو اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے ہر نئی تحریک کی کامیابی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں' قتل ہو گئے- انصار ان لڑائیوں سے اس قدر چور ہو گئے تھے کہ اسلام آیا تو سب نے اس کو اپنے لیے رحمت سمجھا- چونکہ ارباب ادعاء کا طبقہ مفقود ہو چکا تھا- اس لیے ان کی راہ میں کسی نے موانع نہیں پیدا کئے- اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے ہجرت سے پہلے ہی مدینہ میں اسلام کی ترقی کے راستے صاف کر دیئے تھے- یورپ کے فلسفہ تاریخ نے آج اس نکتہ کو حل کیا ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پہلے ہم کو بتا دیا تھا:

كان يوم بعاث يوما قدمه الله لرسوله فقد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد افترق ملوهم وقتلت سرواتهم وجوحوا فقدمه الله لرسوله فى دخولهم الاسلام- (بخاری باب القسامه فى

جنگ بعاث وہ واقعہ تھا جس کو اللہ نے اپنے رسول کے لیے پہلے ہی سے پیدا کر دیا تھا- رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو انصار کی جمعیت منتشر ہو گئی تھی اور ان کے سردار مارے جا چکے تھے- اس لیے اللہ نے اپنے رسول کے لیے ان کے حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الجاهلية) واقعہ پہلے ہی سے مہیا کر دیا ہے۔

جن نمازوں میں چار رکعتیں ہوتی ہیں' قصر کی حالت میں ان کی صرف دو رکعات ہوتی ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ چار میں سے دو سہولت کی خاطر ساقط کر دی گئی ہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی وجہ یہ بتاتی ہیں:

فرضت الصلوة ركعتين ثم هاجر النبي صلى الله عليه وسلم وفرضت اربعا تركت صلوة السفر على الاول۔

مکہ میں دو رکعت نمازیں فرض تھیں۔ جب نبی ﷺ نے ہجرت فرمائی تو چار فرض کی گئیں اور سفر کی نماز اپنی قدیم حالت پر چھوڑ دی گئی۔ (بخاری باب ہجرت)

عبادت کا تو اللہ نے ہروقت حکم دیا ہے لیکن احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد کوئی نماز یعنی نفل و سنت بھی جائز نہیں۔ اس لیے بظاہر اس ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی وجہ بیان فرماتی ہیں:

وهم عمر انما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلوة ان يتحرى طلوع الشمس غروبها۔

عمر (رضی اللہ عنہ) کو وہم ہوا' آپ نے صرف اس طرح نماز سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص آفتاب کے طلوع یا غروب کے وقت کو تاک کر نماز نہ پڑھے۔ (مسند احمد جلد-٦' ص-١٢٤)

یعنی آفتاب پرستی کا شبہ نہ ہو۔ آفتاب پرستوں کے ساتھ وقت عبادت میں تشابہ نہ ہو۔

احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نفل پڑھتے تھے۔ اس بناء پر لوگ بغیر کسی عذر کے بھی بیٹھ کر نفل پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے؟ جواب دیا: حين حطمه الناس۔ (ابوداؤد باب صلوة القاعد) یعنی "یہ اس وقت تھا جب لوگوں نے آپ کو توڑ دیا یعنی آپ کمزور ہو گئے۔"

ابوداؤد اور مسلم میں ان سے اس قسم کی اور روایتیں بھی مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کبر سنی اور ضعف کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔

ہجرت کے بعد جب نمازوں میں دو رکعتوں کی بجائے چار رکعتیں ہو گئیں تو مغرب میں یہ اضافہ کیوں نہیں کیا گیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا یہ جواب دیتی ہیں: فانها وتر النهار۔ (مسند جلد-٦' ص-٢٤١) یعنی "مغرب میں اضافہ نہ ہوا کیونکہ وہ دن کی وتر ہے۔" یعنی جس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

طرح رات کی نمازوں میں تین رکعتیں وتر کی ہیں' اسی طرح دن کی نمازوں میں وتر کی یہ تین رکعتیں ہیں۔

نماز فجر میں تو اطمینان زیادہ ہوتا ہے' اس لیے اس میں رکعتیں اور زیادہ ہونی چاہیں لیکن اور نمازوں سے کم ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی وجہ یہ بیان فرماتی ہیں: وصلٰوۃ الفجر لطول قراتھا۔ (مسند جلد ۶' ص ۲۴۱) یعنی "نماز فجر میں رکعات کا اضافہ اس لیے نہیں ہوا کہ دونوں رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔" یعنی رکعتوں کی کمی کو طول قرات نے پورا کر دیا۔

اہل جاہلیت عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور وہ فرضیت صوم سے پہلے اسلام میں بھی واجب رہا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی روایت احادیث میں مذکور ہے لیکن وہ نہیں بیان کرتے کہ جاہلیت میں اس دن کیوں روزہ رکھا جاتا تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا سبب یہ بیان فرماتی ہیں:

کانوا یصومون یوم عاشوراء قبل ان یفرض رمضان وکان یوم تستر فیہ الکعبۃ۔	اہل عرب رمضان کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے کیونکہ اس روز کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ (مسند احمد' جلد ۶' ص ۲۴۴)

باوجود یہ کہ آپ ہمیشہ تہجد پڑھتے تھے لیکن رمضان کے پورے مہینے میں آپ نے تراویح نہیں پڑھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی وجہ بیان فرماتی ہیں کہ پہلے دن آپ نے مسجد میں نماز تراویح ادا فرمائی تو کچھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے۔ دوسرے دن اور زیادہ مجمع ہوا۔ تیسرے دن اور بھی لوگ جمع ہوئے۔ چوتھے دن اتنا مجمع ہوا کہ مسجد میں جگہ نہ رہی لیکن آپ باہر تشریف نہ لائے اور لوگ مایوس ہو کر چلے گئے۔ صبح کو آپ نے لوگوں سے فرمایا:

اما بعد فانہ لم یخف علی شانکم اللیلۃ ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلٰوۃ اللیل فتعجزوا۔	رات تمہاری حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے قاصر رہو۔

حج کے بعض ارکان مثلاً طواف کرنا' بعض مقامات میں دوڑنا' کہیں کھڑا ہونا' کہیں کنکری پھینکنا بظاہر فعل عبث معلوم ہوتے ہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انما جعل الطواف بالبیت وبالصفا والمروۃ ورمی الجمار لاقامۃ ذکر اللّٰہ عزوجل۔ (مسند احمد، جلد۔٦، ص۔٦٤)

خانہ کعبہ صفا اور مروہ کا طواف، کنکریاں پھینکنا تو صرف اللہ کی یاد کرنے کے لیے ہے۔

قرآن مجید کے اشارات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں یہ بھی ایک طرزِ عبادت تھا۔ چونکہ حج یادگار ابراہیمی ہے۔ اس لیے وہی طرز عبادت قائم رکھا گیا۔

مکہ معظمہ کے پاس محصب نام ایک وادی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایام حج میں قیام فرمایا تھا اور آپ کے بعد خلفائے راشدین بھی اس میں قیام فرماتے رہے۔ اس بناء پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کو سنن حج میں شمار کرتے تھے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو سنت نہیں سمجھتی تھیں اور آپ کے قیام کی وجہ بیان فرماتی تھیں:

انما نزلہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لانہ کان منزلا اسمع لخروجہ۔

رسول اللہ ﷺ نے یہاں صرف اس لیے قیام کیا تھا کہ یہاں سے چلنے میں آسانی ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس اور ابو رافع رضی اللہ عنہما بھی اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہم زبان ہیں۔ (مسلم استحباب النزول والمحصف ومسند جلد۔٦، ص۔١٩٠)

ایک دفعہ آپ نے حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔ بہت سے صحابہ اس حکم کو دائمی سمجھتے تھے لیکن متعدد صحابہ کے نزدیک یہ حکم وقتی تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان ہی لوگوں میں ہیں اور اس وقتی حکم کا سبب یہ بتاتی ہیں:

لا ولکن لم یکن یضحی منھم الا قلیل ففعل ذلک لیطعم من ضحی من لم یضح۔ (مسند جلد۔٦، ص۔٢)

یہ نہیں ہے کہ قربانی کا گوشت تین دن کے بعد حرام ہو جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں کم لوگ قربانی کر سکتے تھے۔ اس لیے آپ نے یہ حکم دیا کہ جو لوگ قربانی کریں وہ ان لوگوں کو کھلائیں جنھوں نے قربانی نہیں کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہی حدیث امام مسلم نے ایک خبر کی صورت میں بیان کی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی یہ کہ ایک سال مدینہ کے آس پاس دیہاتوں میں قحط پڑا۔ اس سال آپ نے یہ حکم دیا اور دوسرے سال جب قحط نہیں رہا تو اس کو منسوخ فرما دیا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کی روایت ہے۔ (مسلم کتاب الذبائح)

کعبہ کے ایک طرف کی دیوار کے بعد کچھ جگہ چھوڑی ہوئی تھی جس کو حطیم کہتے ہیں اور طواف میں اس کو بھی اندر داخل کر لیتے ہیں۔ لیکن ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جو حصہ کعبہ کے اندر داخل نہیں' اس کو طواف میں کیوں شامل کرتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! یہ دیواریں بھی خانہ کعبہ میں داخل ہیں؟ ارشاد ہوا ہاں۔ عرض کی کہ پھر بناتے وقت لوگوں نے ان کو اندر کیوں نہیں کر لیا؟ فرمایا تیری قوم کے پاس سرمایہ نہ تھا' اس لیے اتنا کم کر دیا۔ پھر عرض کی کہ اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں رکھا؟ فرمایا یہ اس لیے تاکہ وہ جس کو چاہیں اندر جانے دیں' جس کو چاہیں روک دیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسی لیے ادھر کے دونوں رکنوں کا بوسہ نہیں دیا لیکن سوال یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ اپنے اصلی اساس پر قائم نہیں ہے۔ شریعت ابراہیمی کے مجدد کی حیثیت سے آپ کا فرض تھا کہ اس کو ڈھا کر نئے سرے سے تعمیر کرتے لیکن آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود اس کی وجہ یہ بیان فرما دی کہ "عائشہ! تیری قوم اگر کفر کے زمانہ سے قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا کر اساس ابراہیمی پر تعمیر کراتا۔"

(مسلم باب نقض الکعبہ)

آج کل ہجرت کے یہ معنی سمجھے جاتے ہیں کہ گھر بار چھوڑ کر مدینہ جا کر آباد ہو جانا۔ خواہ وہ پہلے جہاں آباد تھے کیسے ہی امن و امان کا ملک ہو لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی حقیقت یہ بتائی ہے:

لا هجرة اليوم كان المومنون يفر احدهم بدنيه الى الله والى رسوله مخافة ان يفتن عليه فاما اليوم فقد اظهر الله الاسلام	اب ہجرت نہیں ہے۔ ہجرت اس وقت تھی جب مسلمان اپنے مذہب کو لے کر اللہ اور اس کے رسول کے پاس ڈر سے دوڑا آتا تھا کہ اس کو تبدیل مذہب کی بناء پر ستایا نہ جائے لیکن اب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والیوم یعبد ربه حیث شاء ولکن جهاد ونیة۔ (بخاری باب الهجرة)

اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا۔ اب مسلمان جہاں چاہے اپنے اللہ کی عبادت کر سکتا ہے لیکن جہاد اور نیت کا ثواب باقی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ میں اختلاف پیدا ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پیغمبر جہاں مرتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا اصلی سبب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی مرضه الذی لم یقم منه لعن اللہ الیهود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائهم مساجد لولا ذالک ابرذ قبره غیر انه خشی ان یتخذ مسجدًا۔ (بخاری آخر کتاب الجنائز ومسند احمد جلد-٦، ص-١٢١)

آپ نے مرض الموت میں فرمایا کہ اللہ یہود و نصارٰی پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) اگر یہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلے میدان میں ہوتی لیکن چونکہ اس کا خوف تھا کہ وہ بھی سجدہ گاہ نہ بن جائے، اس لیے آپ حجرے ہی کے اندر مدفون ہوئے۔

علم حدیث: محدثین نے روایت حدیث کے لحاظ سے پانچ طبقے قرار دیئے ہیں اور تقریباً ہر طبقے میں صحابہ کے ساتھ صحابیات بھی شامل ہیں۔

(۱) اول طبقہ یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں ہزار یا ہزار سے زیادہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار اسی طبقے سے ہے۔

(۲) دوسرا طبقہ یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہیں۔ اس میں کوئی صحابیہ شامل نہیں۔

(۳) تیسرا طبقہ یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں سو یا سو سے زیادہ ہیں۔ مگر پانچ سو سے کم ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اسی میں محسوب ہیں۔

(۴) چوتھا طبقہ یعنی وہ صحابہ جن کی تعداد روایت چالیس سے سو تک ہے۔ اس طبقہ میں بکثرت صحابیات شامل ہیں۔ مثلاً ام المومنین ام حبیبہ، ام المومنین میمونہ، ام عطیہ انصاریہ، ام المومنین حفصہ، اسماء بنت ابی بکر، ام ہانی رضی اللہ عنہن۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۵) پانچواں طبقہ یعنی وہ صحابہ جن کی روایتیں چالیس یا چالیس سے کم ہیں۔ اس طبقے میں بھی بکثرت صحابیات شامل ہیں۔ مثلاً حضرت ام قیس' حضرت فاطمہ بنت قیس' حضرت ربیع بنت مسعود' حضرت سبرہ بنت صفوان' حضرت کلثوم بنت حصین غفاری' حضرت جداء بنت وہب رضی اللہ عنہن وغیرہ۔

فن درایت : روایت کے علاوہ حدیث کے متعلق درایت کی ابتداء صحابیات ہی سے ہوئی۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعض روایتوں پر درایتاً تنقید کی اور اس سے روایت کے خاص خاص اصول قائم ہوئے۔ (یہ روایتیں ترتیب عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدة عائشہ علی الصحابہ ص-۸' ۱۷' ۱۸' ۲۱ موجود ہیں۔ اخیر روایت کے علاوہ اور روایتیں بخاری میں بھی ہیں) مثلاً ان کے سامنے جب یہ روایت کی گئی کہ مردے پر اس کے اہل و عیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے تو انہوں نے درایتاً اس روایت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ خود قرآن مجید میں ہے: لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی "ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھا سکتا۔"

رونا اہل و عیال کا گناہ ہے' اس کا عذاب مردے پر کیوں ہو گا؟ اس سے یہ اصول قائم ہوا کہ جو روایت نصوص قرآنیہ کے خلاف ہو' وہ قبول نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ اصول کی رو سے انہوں نے متعدد روایتوں کی تنقید کی ہے۔ مثلاً صحابہ کرام کے دور میں یہ خیال پھیل گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں اللہ کو دیکھا تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس کا ذکر آیا تو بولیں جو شخص یہ روایت کرے وہ دروغ گو ہے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○	اللہ کو کوئی نگاہ پا نہیں سکتی اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ وہ لطیف اور خبیر ہے۔

ان کے سامنے جب یہ روایت کی گئی کہ نحوست عورت' گھوڑے اور گھر میں ہے تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور یہ آیت پڑھی:

ما اصاب من مصيبة فى الارض ولا فى انفسكم الا فى كتاب من قبل ان نبراها۔	زمین میں یا تمہارے اندر تمہیں جو مصیبتیں پہنچی ہیں وہ پہلے سے لکھی ہوتی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غزوہ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے' رسول اللہ ﷺ نے ان کے مدفن پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا۔ هل وجدتم ما وعد ربكم حقا یعنی "اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا' اس کو پا لیا۔" ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! آپ مردوں کو پکارتے ہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: ما انتم باسمع منهم ولكن لا يجيبون یعنی "تم ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب یہ روایت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ آپ نے یہ نہیں بلکہ یہ ارشاد فرمایا تھا۔

انهم ليعلمون الان ان ما كنت اقول لهم حق۔ — وہ اس وقت یقینی طور پر یہ جانتے ہیں کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ سچ تھا۔

اس کے بعد انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور۔ — (اے پیغمبر!) تو مُردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا اور نہ ان کو جو قبر میں ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے کفار آپ کی بات سن ہی نہیں سکتے تھے۔ (بخاری غزوہ بدر)

عام طور پر لوگ متعہ کی حرمت میں احادیث پیش کرتے ہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک شاگرد نے جواز متعہ کی روایت کی نسبت ان سے پوچھا تو انہوں نے اس کا جواب حدیث سے نہیں دیا بلکہ فرمایا میرے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ — جو لوگ کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں یا لونڈیوں کے ان پر کوئی ملامت نہیں۔

اس لیے ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہیں۔ (اصابہ سیوطی بحوالہ حاکم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ حرامی لڑکا تینوں میں (ماں' باپ' بچہ) بدتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا یہ صحیح نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک منافق تھا جو رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! اس کے علاوہ وہ ولد الزنا بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تینوں میں بدتر ہے یعنی اپنے ماں باپ سے زیادہ برا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہے۔ یہ ایک خاص واقعہ تھا' عام نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی "اور نہیں کوئی اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کے گناہ کا" یعنی قصور تو ماں کا ہے' بچہ کا کیا گناہ ہے۔ جس کی بناء پر وہ ان سے برا قرار دیا جائے۔ (مسند دارمی ص-۲۹)

علم فقہ: عہد نبوت میں علم فقہ کوئی مدون و مرتب علم نہ تھا کہ صحابہ باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کرتے۔ سوال و استفسار کے ذریعہ بے شک رسول اللہ ﷺ سے بہت سے مسائل دریافت کئے جا سکتے تھے لیکن صحابہ کرام کچھ تو فرط ادب سے اور کچھ اس لیے کہ قرآن مجید نے سوال کی ممانعت کر دی تھی' آپ سے بہت کم مسائل دریافت کرتے تھے۔ مسند دارمی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے صرف تیرہ مسائل دریافت کئے جو کل کے کل قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ (حجتہ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ص-۱۴۱) اس بناء پر آپ سے فقہی تعلیم حاصل کرنے کا صرف یہ طریقہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے تمام اعمال مثلاً وضو' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کا بغور مطالعہ کرتے تھے اور قرائن و امارات سے ان اعمال کی شروط و ارکان کو مباح' واجب اور منسوخ وغیرہ قرار دیتے تھے۔ لیکن صحابیات کو اس طرح سے فائدہ اٹھانے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔ اس کے ساتھ جو فقہی مسائل عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں وہ عام طور پر بیان بھی نہیں کئے جا سکتے تھے۔ اس لیے صحابیات کو زیادہ تر آپ سے سوال و استفسار کی ضرورت پیش آتی تھی۔ چنانچہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نعم النسآء نسآء الانصار لم یکن یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین۔ (مسلم کتاب الطھارت باب استحباب استعمال المعتلہ من الحیض فرصۃ من مسک فی موضع الدم)	انصاریہ عورتیں کس قدر اچھی تھیں کہ تفقہ فی الدین سے ان کو حیا باز نہیں رکھ سکتی تھی۔

غرض اس طریقہ تعلیم سے صحابہ و صحابیات کو مختلف فوائد پہنچے اور اس طرح ان کے تین طبقے قرار پائے۔

(۱) مکثرین یعنی وہ لوگ جن سے بکثرت مسائل منقول ہیں۔

(۲) مقلیین یعنی وہ لوگ جن سے بہت کم مسائل مروی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳) متوسطین یعنی وہ لوگ جو ان دونوں طبقوں کے بین بین ہیں۔

اور ان تینوں طبقوں میں صحابہ کے ساتھ جو صحابیات شامل ہیں' ان کے نام حسب ذیل ہیں:

مکثرین میں جن کے متعلق علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ اگر ان کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ہر ایک کے فتاویٰ سے ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان میں داخل ہیں۔

متوسطین میں جن کے فتاویٰ رسالوں کی صورت میں جمع ہو سکتے ہیں' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں۔

مقلیین جن سے صرف چند مسائل منقول ہیں' ان میں بکثرت صحابیات شامل ہیں۔ حضرت ام عطیہ' حضرت صفیہ' حضرت ام حبیبہ' یعلی بنت قالف' حضرت اسماء' حضرت ام شریک' حضرت خولا' حضرت عاتکہ بنت یزید' حضرت سلمہ' حضرت جویریہ' حضرت میمونہ' حضرت فاطمہ' حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

○═☆☆☆═○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مناقب صحابیات

یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ صحابہ کرام میں سب سے افضل کون ہے؟ عام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین تمام صحابہ میں افضل ہیں اور خود خلفاء میں فضیلت کے مدارج ترتیب خلافت کی رو سے قائم ہوئے ہیں۔ لیکن علامہ ابن حزم ظاہری کے نزدیک ازواج مطہرات تمام صحابہ سے افضل ہیں اور اس مسئلہ کو انہوں نے اپنی کتاب ملل والنحل میں نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور اسی سلسلہ میں ان آیات و احادیث کے جوابات بھی دیئے ہیں جن سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کا درجہ عموماً مردوں سے کم ہے لیکن اس وقت ہم ان مباحث میں پڑنا نہیں چاہتے بلکہ مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے جو وجوہ فضیلت قائم ہو سکتی ہیں' ان کو پیش نظر رکھ کر صحابیات کے مناقب میں صحیح احادیث نقل کر دیتے ہیں جن سے ثابت ہو گا کہ جن وجوہ کی بناء پر صحابہ کرام کے فضائل کی بنیاد قائم ہوئی ہے ان میں ان کے ساتھ صحابیات بھی شامل ہیں۔

اسلام میں سب سے بڑی فضیلت تقدیم فی الاسلام ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس فضائل میں یہ فضیلت سب سے نمایاں ہے لیکن اس فضیلت میں ان کے ساتھ دو عورتیں بھی شامل ہیں یعنی حضرت خدیجہ اور حضرت سمیہ یا ام ایمن رضی اللہ عنہما - چنانچہ بخاری مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما معہ الا خمسۃ اعبد وامراتان وابوبکر۔	میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام' دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

تقدم فی الاسلام کے بعد سب سے بڑی فضیلت تقدم فی الہجرت ہے اور اس فضیلت میں تمام مہاجرات اولات صحابہ کی شریک ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہری ملل و نحل میں لکھتے ہیں:

فلسنا نشک ان المھاجرات الاولات من نسآء الصحابۃ	ہم کو اس میں شک نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیویوں میں مہاجرات اولات فضیلت میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رضی الله عنهم یشارکن الصحابة فی الفضل ففاضلة ومفضولة وفاضل ومفضول ففيهن يفضل كثيرا من الرجال وفي الرجال من يفضل كثيرا منهن وما ذكر الله تعالٰى منزلة من الفضل الا وترون النسآء مع الرجال فيها كقوله تعالٰى ان المسلمين والمسلمات- (ملل ونحل جلد-۴' ص-۱۲۶)

صحابہ کی شریک ہیں- ان میں کسی عورت کو کسی عورت پر اور کسی مرد کو کسی مرد پر فضیلت حاصل ہے- عورتوں میں بعض عورتیں بہت سے مردوں پر فضیلت رکھتی ہیں اور اسی طرح مردوں میں بعض مرد بہت سی عورتوں پر فضیلت رکھتے ہیں- اللہ تعالٰی نے فضیلت کا کوئی درجہ ایسا نہیں بیان کیا جس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو نہ شامل کیا ہو مثلاً اللہ کا یہ قول کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں-

اسلام میں سب سے پہلی ہجرت حبشہ کی ہجرت ہے اور اس ہجرت میں ایک صحابیہ کو ایک ایسا شرف حاصل ہوا جس پر تمام مہاجرین حبشہ کو ناز تھا- چنانچہ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم کو مدینہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا حال معلوم ہوا تو ہم نے بھی اپنی قوم کے ۵۲ یا ۵۳ آدمیوں کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کشتی پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے- سوء اتفاق سے کشتی حبش میں جا پڑی اور ان لوگوں کی ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء سے ہو گئی- چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے یہاں بھیجا ہے اور یہیں اقامت کا حکم دیا ہے- تم لوگ بھی ہمارے ساتھ اقامت کرو- ان لوگوں نے وہاں اقامت اختیار کی' یہاں تک کہ جب خیبر فتح ہوا تو سب کے سب ایک ساتھ آئے اور خیبر ہی میں رسول اللہ ﷺ سے ملے-

اس موقع پر ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ جو لوگ غزوہ خیبر میں شریک نہ تھے' ان میں ان کے سوا رسول اللہ ﷺ نے کسی کو مال غنیمت میں حصہ نہیں دیا- ان لوگوں سے بعض صحابہ نے کہا کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں-

وہ ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اسماء بنت عمیس- ان کا نام سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حبشہ ہے یہ بحریہ (یعنی سمندر کی رہنے والی) ہے- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہاں ہم ہیں- اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے- ہم تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحق ہیں- یہ سن کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا برہم ہوئیں اور کہا کہ عمر تم غلط کہتے ہو' اللہ کی قسم تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور دور ترین مبغوض زمین میں پڑے ہوئے تھے- ہم کو ایذا دی جاتی تھی' ہم خائف رہتے تھے اور یہ سب کچھ صرف اللہ اور اللہ کے رسول کی ذات کے لیے تھا- اللہ کی قسم! تم نے جو کچھ کہا ہے جب تک اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کر لوں گی نہ کھانا کھاؤں گی' نہ پانی پیوں گی- اللہ کی قسم! کسی قسم کا جھوٹ نہ بولوں گی' کجروی نہ اختیار کروں گی اور اس واقعہ میں کوئی اضافہ نہ کروں گی-

چنانچہ جب آپ تشریف لائے تو انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا اور آپ نے اس کو سن کر فرمایا وہ تم سے زیادہ میرے مستحق نہیں ہیں- عمر اور ان کے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہے اور تم اہل کشتی کی دو ہجرتیں ہیں- حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور دوسرے کشتی والے جوق در جوق میرے پاس آتے تھے اور اس حدیث کو پوچھتے تھے- ان کے لیے دنیا کی کوئی چیز اس سے زیادہ مسرت خیز اور باعظمت نہ تھی- حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بار بار مجھ سے اس حدیث کو پوچھتے تھے- (مسلم باب من فضائل جعفر بن ابی طالب اسماء بنت عمیس واھل سفینتھم)

فضیلت کی ایک بڑی وجہ محبت رسول ہے اور اس محبت کی وجہ سے بعض صحابیات کو وہ درجہ تقرب رسول حاصل ہوا جو صرف مخصوص صحابہ کو حاصل تھا- صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے سوا بجز حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں) کے کسی عورت کے پاس تشریف نہیں لے جاتے تھے- چنانچہ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے ان پر رحم آتا ہے- کیونکہ ان کے بھائی میرے ساتھ شہید ہوئے تھے- (صحیح مسلم باب من فضائل ام انس ابن مالک وبلال) جس لطف و محبت کے ساتھ آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے' اسی لطف و محبت کے ساتھ وہ آپ کی خدمت گزاری بھی کرتی تھیں- بخاری کتاب الاستیذان میں ہے کہ جب آپ ان کے گھر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تشریف لے جاتے تھے تو وہ آپ کے لیے بچھونا بچھا دیتیں۔ آپ آرام فرماتے۔ جب سو کر اٹھتے تو وہ آپ کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کر لیتیں۔ مرتے وقت وصیت کی کہ کفن میں حنوط کے ساتھ عرق مبارک بھی شامل کیا جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ ام حرام رضی اللہ عنہا کو بھی اکثر یہ شرف حاصل ہوتا تھا۔ چنانچہ معمول تھا کہ جب آپ قبا کو تشریف لے جاتے تو ان کے پاس ضرور جاتے۔ وہ اکثر کھانا لے کر پیش کرتیں اور آپ نوش فرماتے۔ آپ سو جاتے تو وہ آپ کے بالوں سے جوئیں نکالتیں۔ (بخاری کتاب الجہاد ص ۳۹۱)

مخصوص صحابیات کے علاوہ قومی حیثیت سے بھی بعض صحابیات کو بعض معاشرتی فضائل حاصل اور ان فضائل میں اس قبیلے کی تمام صحابیات شامل ہیں۔ مثلاً ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کی تو انہوں نے معذرت کی کہ میرا سن زیادہ ہو گیا اور میرے لڑکے ہیں۔ (جن کی پرورش میرے لیے ضروری ہے) اس موقع پر آپ نے عموماً قریشی عورتوں کی یہ فضیلت بیان کی:

خير نسآء ركبن الابل نسآء قريش احناه خلي يتيم في صغره وارعاه علي زوج في ذات يده۔ (مسلم باب من فضائل نسآء قريش)	شتر سوار عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں۔ بچپن میں اپنے یتیم بچے سے محبت کرتی ہیں اور اپنے شوہر کے مال کی بہت زیادہ حفاظت کرتی ہیں۔

انصار کا قبیلہ اسلام میں خالص درجہ فضیلت رکھتا ہے اور اس قبیلہ کے مرد اور عورت دونوں رسول اللہ ﷺ کو یکساں محبوب تھے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "ایک بار انصار کی عورتیں اور انصار کے لڑکے ایک شادی کی تقریب سے واپس آرہے تھے۔ آپ نے ان کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا کہ تم لوگ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔"

دوسری روایت میں ہے کہ ایک انصاریہ صحابیہ اپنے بچے کو لے کر آئیں اور آپ نے ان سے گفتگو فرمائی اور اس سلسلہ میں دوبارہ فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔" (مسلم وبخاري كتاب المناقب باب قول النبي صلي الله عليه وسلم للانصار انتم احب الناس الي)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ان فضائل کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد خلفائے راشدین نے بھی صحابیات کی قدرومنزلت کو قائم رکھا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی ملاقات کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ چلیں جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کی ملاقات کو جایا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم بھی ان کی ملاقات کر آئیں۔ چنانچہ جب ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ ان لوگوں نے کہا کیوں روتی ہو؟ اللہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا جو درجہ ہے وہ نہایت بہتر ہے۔ بولیں میں اس لیے نہیں روتی کہ میں اس سے ناواقف ہوں بلکہ اس لیے روتی ہوں کہ وحی کا آسمانی سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اس پر یہ دونوں بزرگ بھی رو پڑے۔ (مسلم باب من فضائل ام ایمن)

عام صحابیات کے علاوہ ازواج مطہرات کو جو عزت حاصل تھی، عورتوں کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جب رسول اللہ ﷺ کی ایک حرم محترم نے انتقال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سجدے میں گر پڑے۔ لوگوں نے کہا آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں؟ بولے جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کر لیا کرو۔ پھر ازواج مطہرات کی موت سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہو گی؟ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ابود عند الایات)

مقام سرف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ بولے کہ یہ میمونہ ہیں، ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت و جنبش نہ دو۔ (نسائی کتاب النکاح ذکر امر رسول اللہ ﷺ فی النکاح وازواجہ وما اباح اللہ عزوجل لنبیہ)

بعض صحابہ عزت و محبت کی وجہ سے ازواج مطہرات پر اپنی جائیدادیں وقف کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کے لیے ایک باغ کی وصیت کی تھی۔ جو چار ہزار پر فروخت کیا گیا۔ (ترمذی کتاب المناقب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف)

خلفاء راشدین ازواج مطہرات کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ازواج مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے۔ جب ان کے پاس کوئی میوہ اور کوئی کھانے کی عمدہ چیز آتی تو ان پیالوں میں ڈال کر تمام ازواج مطہرات کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ (موطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب حرمۃ اھل الکتاب والمجوس)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سنہ۔ ۲۳ھ میں جب حضرت عمر بن‌شہ امیر الحاج بن کر گئے تو ازواج مطہرات کو بھی نہایت عزت کے ساتھ ہمراہ لے گئے۔ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب آنے نہیں دیتے تھے۔ ازواج مطہرات منزل پر اترتی تھیں تو حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف)

عام مسلمان ازواج مطہرات کے ساتھ جو عقیدت رکھتے تھے اور اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ لوگ عام طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں چھوٹے بچوں کو لاتے تھے اور وہ ان کے لیے دعائے برکت فرماتی تھیں۔ (ادب المفرد باب الطیرہ من الجن) حضرت عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی۔ ان کا بیان ہے کہ لوگ دور دور سے میرے پاس آتے تھے اور چونکہ مجھ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تقرب حاصل تھا' اس لیے بوڑھے بوڑھے لوگ میرے پاس آتے تھے' جوان لوگ مجھ سے بھائی چارہ کرتے تھے اور مجھ کو ہدیہ دیتے تھے اور اطراف ملک سے خطوط بھیجتے تھے۔ (ادب المفرد باب الکتابۃ الی النسآء وجوابھن)

غرض ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے عورت' مرد دونوں کا درجہ یکساں بلند کیا اور خلفائے راشدین اور عام مسلمانوں نے اس درجہ کو قائم رکھا۔ لیکن صحابیات کو یہ درجہ صرف مذہب' اخلاق اور حسن معاشرت کی بناء پر حاصل ہوا تھا اور آج بھی انہی چیزوں سے عورتیں اپنے درجے کو بلند کر سکتی ہیں۔

○—☆☆☆—○

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

مسلمان عورتوں کی بہادری

از

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

یورپ کے گولڈن ڈیڈس میں سب سے زریں کارنامہ ایک بہادر عورت کا واقعہ ہے۔ جس نے موقع جنگ پر نپولین کے مقابلہ میں ایک سپاہی کا کام انجام دیا تھا۔ سنہ ۱۸۰۸ء میں جب نپولین بونا پارٹ پرتگال کی مہم سر کر چکا تو اپنے بھائی جوزف کو یہاں اپنا قائم مقام چھوڑ کر اسپین کی طرف بڑھا۔ دارالسلطنت آرگان کے شہر زرگوزا (سرقوسہ) میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ اسپین نے جنگی طاقت کے علاوہ قومی جوش سے بھی اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا۔ تمام ملک میں وطن اور قوم کی جے پکاری جانے لگی اور ہر شخص اپنے ملک پر جان فدا کرنے پر مستعد ہو گیا۔ اس موقع پر جنس انسانی کے ایک کمزور اور نازک طبقہ نے بھی حتی الامکان وطن کے لیے جان فروشی کی۔

عورتوں اور ضعیف بچوں کی سرفروشی اور کیا ہو سکتی تھی؟ انہوں نے زخمی سپاہیوں کی خدمت کی کونٹسٹ بیوریٹا نے عورتوں اور بچوں کی ایک جماعت ترتیب دی جن کے متعلق یہ خدمت سپرد کی کہ موقع جنگ پر سپاہیوں کو کھانا پہنچائیں۔ زخمی سپاہیوں کو میدان کارزار سے اٹھا لائیں اور ان کی تیمارداری کریں اور ان کی مرہم پٹی کریں۔ اسی جنگی تاریخ کا ایک پرفخر واقعہ یہ ہے کہ اگسٹینا زرالوازا (Agsatana Zaralvaza) ایک دن ایک سپاہی کا کھانا لے جا رہی تھی کہ اثنائے راہ میں ایک خوفناک سین اس کو نظر آیا عین معرکہ میں ایک گولہ انداز سپاہی کو گولی لگی اور وہ گر گیا۔ دوسرے سپاہی کھڑے ہیں اور ہمت کرتے ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ مقتول سپاہی کی جگہ کھڑے ہو کر دشمن کو ادھر آنے سے روکیں۔ مگر بندوق کی گولیاں ان زوروں سے برس رہی تھیں کہ آگے بڑھتے ہوئے لوگوں کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ بہادر اگسٹینا دوڑ کر مقتول سپاہی کی جگہ پر پہنچی اور اس توپ میں جس کو مقتول سپاہی نے ٹھیک دشمنوں کے نشانے پر رکھا تھا' دیا سلائی لگا دی اور اخیر معرکہ تک اس کا دست ہمت شل نہ ہوا اور وہ برابر کام کرتی رہی۔

اختتام جنگ پر اگسٹینا کو معلوم ہوا کہ اس نے اپنے شوہر کی طرف سے یہ خدمت ادا کی' جس کی مردہ لاش توپ کے پیچھے پڑی تھی۔ ملک و قوم نے اگسٹینا کی خدمت کو اس نگاہ عزت سے دیکھا کہ جب تک وہ زندہ رہی سلطنت سے اس کو وظیفہ ملتا رہا۔ یورپین ارباب قلم نے گولڈن ڈیڈس کے سب سے قیمتی اور قابل عزت سلسلہ واقعات میں اس کا ذکر کیا۔

جان آف آرک یورپ کی ایک بہادر عورت تھی جس نے مردانہ لباس پہن کر بطور سپہ سالار کے سنہ ۱۴۲۸ء میں آرلینس کا محاصرہ کیا۔ پیٹی کی لڑائی میں انگریزوں کو شکست دی اور چارلس ہفتم کو تخت پر بٹھلایا۔ سنہ ۱۴۳۱ء میں اس جرم پر کہ اس میں یہ مافوق الفطرۃ قوت بزور سحر ہے' جلا دی گئی۔ جان کے کارناموں کی انتہائے شہرت یہ ہے کہ اسکول کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے اور اب سنہ ۱۹۲۰ء میں یورپ نے اس کے ولید ہونے کو تسلیم کر لیا ہے۔

اس کے مقابلہ میں ہماری قومی تاریخوں میں اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہمارے کان ان سے آشنا نہیں ہیں۔ اسلام سے پہلے بھی عرب میں یہ دستور تھا کہ معرکہ میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک رہتی تھیں۔ عورتوں اور بچوں کی جماعت صف جنگ سے پیچھے رہتی تھی۔ ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ زخمی سپاہیوں کی تیمارداری کریں' گھوڑوں کی خدمت کریں' اپنے شوہروں کو آرام پہنچائیں۔ اسلاف کے تاریخی کارناموں کے رجز سے جوش پیدا کریں' غنیم کے مقتول سپاہیوں کے ہتھیار کھول لیں یا بھاگتوں کو گرفتار کریں اور مُردوں کی حفاظت کریں۔

عرب کا مشہور شاعر عمرو بن کلثوم فخر کے لہجہ میں کہتا ہے:

علی اثار نابیض حسان' مخاذران تفسم او تھونا

"ہماری صف کے پیچھے حسین گوری عورتیں ہیں' ہم کو برابر ڈر رہتا ہے کہ ان کی اہانت نہ ہو۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اخذن علی بعولتھن عھدا' اذا لاقوا کتائب معلمینا

"اور دشمن ان پر قبضہ نہ پائیں' ان عورتوں نے میدان قتل میں جانبازی کا اپنے شوہروں سے عہد لیا ہے۔"

لکی یسلبن افراسا وبیضا' واسری فی الجمال مقرنینا

"وہ ہمارے ساتھ اس لیے رہتی ہیں تاکہ دشمنوں کے گھوڑے اور ہتھیار لے لیں اور دشمنوں کو گرفتار کر لیں۔"

ضعائن من بنی جشم بن بکر' خلطن بمیسم حسبا و دینا

"یہ جشم بن بکر کے خاندان کی عورتیں ہیں جن میں حسن کے ساتھ خاندانی عزت اور مذہب بھی ہو۔"

یقتن جیادنا ویقلن لستم' بعولتنا اذا لم تمنعونا

"ہمارے گھوڑوں کی خدمت کرتی ہیں اور ان کا قول ہے اگر تم مجھے دشمنوں سے نہ بچا سکو تو ہمارے شوہر نہیں۔"

اسلام میں بھی یہ قدیم دستور قائم رہا۔ جہاد میں برابر مردوں کے ساتھ ان کی عورتیں شریک رہتی تھیں۔ بخاری میں ہے کہ غزوہ احد میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے مشک بھر بھر کر زخمی سپاہیوں کو پانی پلاتی تھیں' ان کے ساتھ ام سلیم اور ام سلیط اور دو صحابیہ رضی اللہ عنہما بھی اس خدمت میں شریک تھیں۔

محدث ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر میں فوج کے ساتھ چھ عورتیں بھی مدینہ سے چلی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر نہ تھی۔ جب معلوم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب و نفرت کے لہجے میں ان سے فرمایا کہ تم کو کس نے فوج کے ساتھ آنے کی اجازت دی؟ ان عورتوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہمارے ساتھ دوائیں ہیں۔ ہم زخمیوں کو مرہم لگائیں گے' بدن سے تیر نکالیں گے' کھانے کا انتظام کریں گے۔ آپ نے فرمایا خیر ٹھہرو۔ جب خیبر فتح ہوا تو اور سپاہیوں کے ساتھ ان عورتوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت سے حصہ دیا۔ (ابوداؤد فتح خیبر)

ام سلیم رضی اللہ عنہا اور انصار کی عورتیں انہی خدمات کے لیے اکثر غزووں میں شریک رہی ہیں۔ (ابوداؤد جلد ۱' ص-۲۵۲) ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا اور دوسری عورتوں نے شہید اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زخمیوں کو احد کے میدان جنگ سے اٹھا کر مدینہ لانے کی خدمت انجام دی تھی۔ (بخاری کتاب الطب) ام رفیدہ صحابیہ رضی اللہ عنہا کا ایک خیمہ تھا جس میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ (ابوداؤد جلد ۱، ص ۳۹۰)

ام زیاد اشجعیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری پانچ عورتوں نے غزوہ خیبر میں چرخہ کات کر مسلمانوں کو مدد دی تھی۔ وہ میدان سے تیر اٹھا کر لاتی تھیں اور سپاہیوں کو ستو پلاتی تھیں۔ (صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۰۵ مصر) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے سات غزوات میں صحابہ کے لیے کھانا پکایا تھا۔ (طبری مطبوعہ یورپ جلد ۶، ص ۲۳۲۹)

ابن جریر طبری ایک موقع پر لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مقتولین کو ایک جگہ جمع کر کے صف کے پیچھے ڈال دیا اور جو لوگ مقتولین کی تجہیز و تکفین کے لیے متعین تھے وہ زخمیوں کو عورتوں کے سپرد کرتے اور جو شہداء ہوتے، ان کو دفن کر دیتے۔ اغواث اور ارماث کی لڑائیوں میں جو فتح قادسیہ کے سلسلہ میں لڑی گئی تھیں، عورتیں اور بچے قبر کھودتے تھے۔ (طبری مطبوعہ یورپ جلد ۶، ص ۲۳۴۳)

قادسیہ کی لڑائی کا واقعہ ایک عورت جو موقع جنگ پر موجود تھی، اس طرح بیان کرتی ہے کہ جب لڑائی کا خاتمہ ہو چکا تو ہم اپنے کپڑے کس کس کر رزمگاہ کی طرف چلے۔ ہمارے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔ میدان میں جہاں کوئی مسلمان زخمی سپاہی نظر آیا، اس کو اٹھا لیا۔ (طبری مطبوعہ یورپ جلد ۶، ص ۲۳۴۳)

مذکورہ بالا واقعات سے مذہبی ولولہ، قومی ہمدردی، غیرت اور بہادری کے علاوہ ان خدمات کی بھی تفصیل معلوم ہوتی ہے جو لڑائیوں میں عورتوں کے متعلق تھی۔

(۱) زخمیوں کو پانی پلانا۔

(۲) فوج کے کھانے کا انتظام کرنا۔

(۳) قبر کھودنا۔

(۴) زخمی سپاہیوں کو معرکہ جنگ سے اٹھا لانا۔

(۵) زخمی سپاہیوں کی تیمارداری کرنا۔

(۶) ضرورت کے وقت فوج کو ہمت دلانا اور ان کی امداد کرنا۔

قرون اول کی تمام لڑائیوں کا مرقع ایک ایک کر کے تم اپنے سامنے رکھو۔ عموماً صف جنگ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے پیچھے تم عورتوں کو اپنے ادائے فرض میں مشغول پاؤ گے۔ مسلمان عورتوں کی سب سے آخری خدمت کے متعلق تفصیلی واقعات کی ضرورت ہے جس سے یہ معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کا یہ کمزور طبقہ اس نازک خدمت کو کس خوبی سے انجام دیتا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ ﷺ کی والدہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہا عموماً غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ (اسد الغابہ جلد ۵' ص ۵۹۱) حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی نصرت کی وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا اگر مردوں کی طرح مجھ میں بھی استطاعت ہوتی تو میں آپ کی حفاظت کرتی اور آپ کی طرف سے لڑتی۔ (استیعاب تذکرہ حضرت طلیب بن عمیر)

غزوہ خندق میں رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ یہودیوں سے لڑ رہے تھے کہ بنو قریظہ لڑتے لڑتے اس مقام کے قریب پہنچ گئے جہاں مسلمان عورتیں اور بچے چھپے تھے۔ بنو قریظہ اور مسلمان عورتوں کے درمیان کوئی ایسی فوج نہ تھی جو عورتوں کی حفاظت کر سکے۔ اسی اثناء میں ایک یہودی ان عورتوں کی طرف نکل آیا۔ خوف یہ تھا کہ اگر یہ یہودی بنو قریظہ سے کہہ آیا کہ ادھر عورتیں ہیں تو میدان خالی پا کر وہ عورتوں پر حملہ کر دیں گے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں' انہوں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس یہودی کو قتل کر دو۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عذر کیا۔ آخر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیمہ کا ایک ستون لے کر خود اتریں اور اس یہودی کو اسی ستون سے وہیں مار کر گرا دیا۔ مورخ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ یہ پہلی بہادری تھی جو ایک مسلمان عورت سے ظاہر ہوئی۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت صفیہ)

ام عمارہ رضی اللہ عنہا ایک مشہور صحابیہ تھیں۔ قبل از ہجرت مقام عقبہ میں جب مدینہ کے مسلمانوں نے کفار قریش سے چھپ کر رسول اللہ ﷺ کی امداد اور اسلام کی اشاعت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو اسلام کی سب سے پہلی اس مختصر سی جماعت میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔ اسلامی تاریخ میں اسی واقعہ کو بیعت عقبہ کہتے ہیں۔

سنہ ۶ھ میں جب رسول اللہ ﷺ نے حج کی نیت سے مکہ مکرمہ کا ارادہ کیا اور مکہ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

داخل ہونے کے لیے قریش سے آپ نے اجازت مانگی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف سے سفیر بن کر مکہ گئے تو یہ خبر مشہور ہوئی کہ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالا- اس وقت تمام صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے خلاف لڑنے اور مرنے پر بیعت لی جو تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے- ام عمارہ رضی اللہ عنہا اس بیعت رضوان میں بھی شریک تھیں- مسلمانوں کی طرف سے اپنے شوہر زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ احد میں بھی موجود تھیں بلکہ عین اس وقت جب احد میں عام مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار بڑھ بڑھ کر وار کر رہے تھے اور جان نثار آگے آآکر اپنی جانیں قربان کر رہے تھے' یہ بہادر خاتون بھی تیغ بدست حملہ آوروں کو مار مار کر پیچھے ہٹا رہی تھیں- اس دن کئی زخم ان کے دست و بازو میں آئے تھے- اسی طرح دیگر غزوات میں بھی ان سے بے مثل بہادری کے کارنامے ظہور میں آئے ہیں- (اسد الغابہ جلد-۵' ص-۶۰۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے ادعائے نبوت کیا اور مقام یمامہ میں ایک خون ریز لڑائی کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا' اس جنگ میں جو جنگ یمامہ کے نام سے مشہور ہے' ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں اور جب تک ان کا ہاتھ زخمی نہ ہوا' دشمنوں سے لڑتی رہیں- اس دن ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو بارہ زخم لگے تھے- (فتوحات اسلامیہ سید دحلان ص-۳۶۰)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام کو جزیرہ نمائے عرب سے باہر قدم رکھنے کے لیے مشرق کی ان دو پرزور طاقتوں سے مقابلہ کرنا پڑا جو دنیا میں روم اور ایران کے مہیب ناموں سے مشہور ہیں- رومیوں کا وہ سب سے خونریز معرکہ جس پر ان کی قسمت کا آخری فیصلہ ہوا' جنگ یرموک ہے- اور ایرانیوں کی وہ سب سے آخری پرزور کوشش جس سے زیادہ زور و قوت صرف کرنا تخت کیانی کے امکان میں نہ تھا' جنگ قادسیہ ہے- یہ دونوں معرکے تاریخ اسلام کے بہترین کارنامے ہیں- جنہوں نے دنیا میں پھیلنے کے لیے اسلام کا راستہ صاف کر دیا-

لیکن ان دونوں واقعوں میں مسلمانوں کو فتح یابی' مخدرات اسلام کے زور بازو اور آتش بیانی کی ممنون ہے- محرم سنہ-۱۴ھ میں مسلمانوں اور ایرانیوں میں مقام قادسیہ پر مقابلہ ہوا اور

www.KitaboSunnat.com

ایرانیوں کی جمعیت ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور مسلمان کچھ اوپر تیس ہزار تھے۔ اس معرکہ میں کئی ہزار مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ عورتوں اور بچوں نے شہداء کی قبریں کھودیں اور زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھالائے اور ان کی تیمارداری کی۔

قادسیہ کی لڑائی میں عورتوں کو کس قدر جوش تھا' اس کا اظہار ذیل کی تقریر سے ہو گا جو قبیلہ نخع کی ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیٹوں کو میدان جنگ میں بھیجتے وقت کی تھی:

انكم اسلمتم فلم تبدلوا	پیارے بیٹو! تم اسلام لائے پھر پھرے نہیں' تم
وهاجرتم فلم تشربوا ولم تنب	نے ہجرت کی تو تم کو کسی نے ملامت نہ کی'
بكم البلاد ولم تقحمكم السنة	تمہارا وطن تمہارے ناموافق تھا نہ تم پر قحط پڑا
ثم جئتم بامكم عجوز كبيره	تھا۔ تم نے اپنی بوڑھی ماں کو اپنے ساتھ ملا کر اہل
فوضعموها بين ايدى اهل فارس	فارس کے سامنے ڈال دیا۔ اللہ کی قسم! تم ایک
والله انكم بنو رجل واحد كما	باپ کی اولاد ہو جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو۔
انكم بنو امراة واحده ما خنت	نہ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ
اباكم ولا فضحت خالكم	میں نے تمہارے ماموں کی فضیحت کی۔ جاؤ اور
انطلقوا واشهدوا اول القتال	شروع سے اخیر تک لڑو۔

واخره۔ (طبری جلد۔٦' ص۔٢٣٠٦)

بیٹوں نے ایک ساتھ دشمنوں پر حملہ کیا اور بڑی بہادری سے لڑے۔ جب نظروں سے غائب ہو گئے تو اس بوڑھی عورت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا کہ الٰہی میرے بچوں کو بچانا۔ اختتام جنگ پر بہادر بیٹے صحیح و سالم اپنی ماں کے پاس آئے اور غنیمت کا مال ماں کے آگے ڈال دیا۔

جنگ قادسیہ میں عرب کی مشہور شاعرہ خنساء رضی اللہ عنہا بھی شریک تھی۔ خنساء رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس کے چاروں بیٹے بھی شریک تھے۔ شب کے ابتدائی حصہ میں جب ہر سپاہی صبح کے ہولناک منظر پر غور کر رہا تھا' آتش بیاں شاعرہ نے اپنے بیٹوں کو یوں جوش دلانا شروع کیا:

يابنى انكم اسلمتم وهاجرتم	پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان ہوئے
مختارين والله الذى لا اله غيره	اور تم نے ہجرت کی۔ اللہ وحدہ لاشریک کی قسم!
انكم بنو رجل واحد كما انكم	کہ تم جس طرح ایک ماں کے بیٹے ہو' ایک باپ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنو امراة واحدة ماخنت اباکم ولا فضحت خالکم ولا هجنت حسبکم ولا غیرت نسبکم وقد تعلمون ما اعدالله للمسلمین،من الثواب الجزیل فی حرب الکافرین واعلموا ان الدار الباقیة خیر من الدار الفانیة یقول الله عزوجل یاایها الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطو واتقوا الله لعلکم تفلحون فاذا اصبحتم غدا ان شاء الله سالین فاغدوا الی قتال عدوکم مستبصرین وبالله علی اعدائه مستنصرین واذا رایتم الحرب قد شمرت عن ساقها واضطرمت لظی علی ساقها وحللت نارا علی رواقها فتیموا وطیسها وجالد وارئیسها عند احتلام خمیسها تظفروا بالغنم والکرمة فی دار الخلد والقامة- (اسدالغابه ابن اثیر جزری جلد-۵' ص-۴۴۲)

کے بھی بیٹے ہو- میں نے تمہارے باپ سے بددیانتی نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل کیا اور نہ تمہارے حسب و نسب میں داغ لگایا- جو ثواب عظیم اللہ نے کافروں سے لڑنے میں مسلمانوں کے لیے رکھا ہے تم اس کو خود جانتے ہو- خوب سمجھ لو کہ آخرت جو ہمیشہ رہنے والی ہے' اس دار فانی سے بہتر ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مسلمانوں صبر کرو اور استقلال سے کام لو اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو- کل جب خیریت سے تم انشاء اللہ صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور اللہ سے نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں پر جھپٹ پڑنا اور جب دیکھنا کہ لڑائی زوروں پر ہے اور ہر طرف اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں تو تم خاص آتش دان جنگ کی طرف رخ کرنا اور جب دیکھنا کہ فوج غصہ سے آگ ہو رہی ہے تو غنیم کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا- اللہ کرے کہ تم دنیا میں مال غنیمت اور عقبیٰ میں عزت پاؤ-

(یہ دونوں واقعے موقع جنگ' تعداد اولاد اور بعض الفاظ کے اتحاد سے ایک ہی معلوم ہوتے ہیں- لیکن بعض اختلافات بھی ایسے ہیں جو ایک واقعہ نہیں ہونے دیتے- پہلی عورت قبیلہ نخع کی ہے- خنساء قبیلہ مسلم کی ہے- پہلی عورت کی مختصر اور سادہ تقریر ہے' دوسری عورت کی تقریر طویل اور فصاحت اور جوش سے لبریز ہے جو خنساء کے شایان شان ہے- طبری نے پہلی عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے بیٹے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مال غنیمت لے کر صحیح و سالم واپس آگئے۔ ابن اثیر نے دوسری عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے بیٹے شہید ہوئے اور ان کی تنخواہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی ماں کو دیا کرتے تھے' واللہ اعلم)

صبح کو جنگ چھڑتے ہی خنساء رضی اللہ عنہا کے چاروں بیٹے یکبارگی دشمنوں پر جھپٹ پڑے اور آخر کو بڑی بہادری سے چاروں لڑ کر شہید ہوئے۔ خنساء رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا اس اللہ کا شکر ہے جس نے بیٹوں کی شہادت کا مجھے شرف بخشا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آٹھ سو دینار خنساء رضی اللہ عنہا کو اس کے چاروں بیٹوں کی تنخواہ کے دیا کرتے تھے۔

واقعہ جسر کے بعد جس میں مسلمانوں کو ایرانیوں کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی تھی' ایک دوسرا ہولناک معرکہ ہوا جو جنگ بویب کے نام سے مشہور ہے۔ جنگ بویب جس کو قادسیہ کی تمہید سمجھنا چاہیے' اس میں مسلمانوں کو ایرانیوں کا بہت سا سامان رسد ہاتھ آگیا۔ مسلمان عورتوں کو رزمگاہ سے بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ کھانے کا انتظام چونکہ عورتوں ہی سے متعلق تھا' اس لیے مثنیٰ نے جو فوج کا سپہ سالار تھا' یہ سارا سامان فوج کے ایک رسالہ کی حفاظت میں عورتوں کے پاس بھیج دیا۔ یہ رسالہ گھوڑے اڑاتا ہوا عورتوں کی فرودگاہ کی طرف چلا۔ عورتیں سمجھیں کہ دشمن چڑھ آئے ہیں۔ عورتوں کے خیموں میں اسلحہ کہاں سے آتا' بچوں کو پیچھے کھڑا کیا اور خود پتھر اور خیمہ کی چوبیں لے لے کر حملہ کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ عمر بن عبدالمسیح جو اس رسالہ کا افسر تھا' پکارا اسلامی فوج کی عورتوں کو بیشک ایسا ہی بہادر ہونا چاہیے۔ یہ کہہ کر اس نے عورتوں کو مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری سنائی اور چیزیں ان کے سپرد کیں۔ (تاریخ طبری جلد-۵' ص-۲۱۹۶)

میسان کی لڑائی میں اس سے بھی ایک عجیب بہادری عورتوں سے ظاہر ہوئی۔ دریائے دجلہ کے قریب اہل میسان اور مسلمانوں کا سامنا ہوا۔ مغیرہ جو اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے' میدان جنگ سے عورتوں کو بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ ارویٰ بنت حارث جو طبیب العرب کلدہ کی پوتی تھیں' انہوں نے عورتوں سے کہا کہ اگر ہم مسلمانوں کی مدد کرتے تو نہایت مناسب ہوتا۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے دوپٹے کا ایک بڑا علم بنایا اور عورتوں نے بھی اپنے اپنے دوپٹوں کی جھنڈیاں بنائیں۔ دونوں طرف کے بہادر دل توڑ کر حملے کر رہے تھے کہ اس سامان کے ساتھ عورتیں پرچم اڑاتی ہوئی فوج کے قریب پہنچ گئیں۔ یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کی امداد کو ایک تازہ دم فوج اور پہنچ گئی' غنیم کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بازو سست پڑ گئے اور آن کی آن میں یہ سیاہ بادل چھٹ گیا۔ (تاریخ طبری جلد-۲، ص-۲۳۴۶)

عہد صدیقی کے پہلے دور میں سنہ-۱۳ھ میں مسلمانوں نے دمشق پر لشکر کشی کی۔ چند معرکوں کے بعد اہل دمشق قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمان دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے تھے کہ معلوم ہوا کہ نوے ہزار رومی بڑے سروسامان کے ساتھ اجنادین میں جمع ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کی فوج منتشر تمام ملک شام میں پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خلد بن ولید رضی اللہ عنہما جو عراق کو پامال کر کے دمشق میں آکر مل گئے تھے، ان دونوں کی یہ رائے قرار پائی کہ کل اسلامی فوج کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع ہونا چاہیے۔ ان فوجوں کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ کل افسران اسلام جہاں جہاں تھے، اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے اجنادین کی طرف بڑھے۔

حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خلد بن ولید رضی اللہ عنہما نے بھی دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کی طرف باگ اٹھائی۔ حضرت خلد رضی اللہ عنہ فوج کے آگے آگے جا رہے تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھوڑی فوج کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو لیے ہوئے مع خیمے اور سامان رسد کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ اہل دمشق نے دیکھا کہ مسلمان ڈیرے خیمے اٹھائے، لدے پھندے جا رہے ہیں۔ ان کو انتقام کا موقع نہایت مناسب معلوم ہوا۔ قلعہ کے پھاٹک کھول کر فوراً پیچھے سے حملہ کر دیا۔ قیصر روم نے دمشق کے لیے کچھ امدادی فوجیں بھیجی تھیں، اتفاق سے عین وقت پر وہ بھی آپہنچیں اور آتے ہی انہوں نے مسلمانوں کا آگا روک لیا۔ اس وقت مسلمانوں میں جس انتہاء کی بدحواسی پیدا ہونی چاہیے تھی، وہ ظاہر ہے۔ مگر اس کے برخلاف انہوں نے نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ دونوں طرف کے حملے روکے لیکن زیادہ تر ان کی توجہ سامنے کی فوج کی طرف منعطف تھی۔ اتنا موقع بھی اہل دمشق کو غنیمت معلوم ہوا اور مسلمان عورتوں کو اپنی حراست میں لے کر قلعہ دمشق کی طرف رخ کیا۔

عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ خولہ بنت ازرد نے کہا "بہنو! کیا تم یہ غیرت گوارا کر سکتی ہو کہ مشرکین دمشق کے قبضہ میں آجاؤ؟ کیا تم عرب کی شجاعت و حمیت کے دامن میں داغ لگانا چاہتی ہو؟ میرے نزدیک تو مرجانا اس ذلت سے کہیں بہتر ہے۔ ان چند فقروں نے ایک آگ سی لگا دی۔ خیموں کی چوبیں لے لے کر باقاعدہ ہاتھ باندھ کر آگے بڑھیں۔ سب سے آگے خولہ بنت ازرد ضرر کی بہن تھیں اور ان کے پیچھے عفیرہ بنت عفار،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ام ابان بنت عتبہ' سلمہ بنت نعمان بن مقرن وغیرہ تھیں۔ کچھ دیر کے لیے تو حیرت نے دمشقیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور اتنی دیر میں عورتوں نے تیس لاشیں گرا دیں اور آخر کو پھر انہوں نے بھی حملہ کر دیا۔ دمشقیوں کے قدم اکھڑنے کو تھے کہ مسلمان بھی ادھر سے فارغ ہو کر آ گئے۔ دمشقی فوج میں جو رمق جان باقی تھی وہ بھی ان حملوں سے نکل گئی۔ باقی فوج بھاگ کر دمشق میں قلعہ بند ہو گئی اور اسلامی فوج کی عنان عزیمت پھر اجنادین کی طرف مڑی۔

ایڈورڈ گبن صاحب نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کر کے مسلمان عورتوں کی عفت و عصمت' دلیری اور بہادری کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو شمشیر زنی' نیزہ بازی' تیر اندازی میں نہایت ماہر تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ نازک سے نازک موقع پر بھی یہ اپنے دامن عفت کے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوئی تھیں۔

جنگ یرموک مسلمانوں کی سب سے پہلی باقاعدہ جنگ تھی۔ اس معرکہ میں مسلمان کل چالیس ہزار تھے مگر جو تھے عرب میں انتخاب تھے۔ رومیوں کی جمعیت دو لاکھ سے زائد تھی اور یہ آدمیوں کا طوفان اس جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا کہ گمان تھا کہ ایک ٹکر میں یہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دے گا۔ یرموک میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد میں چوگنے کا فرق تھا۔ ان کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار رومیوں نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لی تھیں کہ ہٹنا چاہیں بھی تو نہ ہٹ سکیں۔

دو لاکھ کا ٹڈی دل اس زور و شور سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا کہ اسلامی فوج کا داہنا بازو ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ تک آ گیا۔ لخم و جذام کے قبیلے ایک مدت تک ان عیسائیوں کے ماتحت رہے تھے اور اب مسلمان ہو گئے تھے۔ میسرہ (بایاں حصہ) میں زیادہ تر یہی لوگ تھے۔ رومیوں نے ان کی طرف رخ کیا تو یہ مرعوب ہو کر نہایت بے ترتیبی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ رومی تعاقب کرتے ہوئے خیموں تک پہنچ گئے۔ عورتوں کے غصے کی انتہاء نہ رہی۔ فوراً خیموں سے باہر نکل آئیں اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کا سیلاب جو نہایت سرعت سے آگے بڑھ رہا تھا' دفعتاً تھم کر پیچھے ہٹ گیا۔ اب خواتین نے بھاگتوں کو روک کر پھر آگے بڑھایا۔ فوج کی پشت پر آ کر مسلمانوں کو غیرت دلا دلا کر جوش پیدا کرنے لگیں۔ عورتوں کی ان کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے اکھڑتے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قریش کی عورتیں تلواریں گھسیٹ گھسیٹ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں اور حملہ کرتے ہوئے مردوں سے آگے نکل گئیں۔ (طبری جلد ۶' ص ۲۳۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن جویریہ رضی اللہ عنہا عورتوں کا ایک دستہ لے کر آگے بڑھیں اور نہایت دلیری سے لڑ کر زخمی ہوئیں۔ طبری جلد ۵' ص ۲۲۱۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا مردوں کو مخاطب کر کے یہ کہتی تھیں

یامعشر العرب عضدوا الغلفان بسیوفکم

"اے عربو! نامرد بن جاؤ نامرد" (بلاذری ص ۱۳۱)

ضرار بن ازدر کی بہن خولہ یہ شعر پڑھ کر مسلمانوں کو غیرت دلاتی تھیں۔

یاهاربا عن نسوه تقیات

رمیت بالسهم والمنیات

"اے پاک دامن عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والو! تم موت اور تیر کے نشانہ نہ بنو۔"

مورخ طبری نے اس جنگ میں ام حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا کا نام خصوصیت سے لیا ہے۔ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے تنہا نو رومیوں کو مار ڈالا۔ (اسد الغابہ جلد ۵' ص ۳۹۸)

جنگ یرموک میں جو عورتیں مردانہ وار لڑیں' ابن عمرواقدی ان میں سے بعض کے نام بتاتا ہے۔ اسماء بنت ابوبکر صدیق' عبادہ بن صامت کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ' کعوب بنت مالک' سلمیٰ بنت ہاشم' نعم بنت قناس' عفیرہ بنت عفارہ رضی اللہ عنہن۔

جنگ یرموک کے بعد پھر مسلمانوں کی فوج رومیوں کے مقابلہ پر جا رہی تھی۔ ایک روز اس نے دمشق کے قریب مرج الصفر میں قیام کیا۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ جنہوں نے حال ہی میں ام حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا' انہوں نے یہیں مسلمانوں کی دعوت ولیمہ کی۔ ایک پل کے قریب ام حکیم رضی اللہ عنہا کا خیمہ نصب ہوا جو اسی مناسبت سے اب تک ام حکیم کا پل کہلاتا ہے۔ ابھی لوگ کھانا کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رومی پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے بھی لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کو پسپا ہو جانا پڑا۔ ام حکیم رضی اللہ عنہا بھی نہایت دلیری سے لڑیں۔ رومیوں کے سات آدمی ان کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔ (اسد الغابہ ص-۵۷۷)

جنگ جمل میں گو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فوج لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آنا ہم ایک اجتہادی غلطی سمجھتے ہیں لیکن اس سے عورتوں کے استقلال' دلیری' ثابت قدمی کا اظہار ضرور ہوتا ہے۔

فتوحات واقدی کی روایتیں اگر تسلیم کرلی جائیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ شام کی فتوحات میں عورتوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ خصوصاً ام حکیم' ہند' ام کثیر' اسماء' ام ابان' ام عمارہ' خولہ' لبنیٰ' عفیرہ رضی اللہ عنہن ان عورتوں نے بعض بعض موقعوں پر اس مردانگی سے جنگی خدمات انجام دیئے کہ مَردوں سے بن نہیں آسکتے۔

عتبہ بن غزوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر تھا۔ اروئی بنت حارث جو طبیب عرب کلدہ کی پوتی تھی' عتبہ کی بیوی تھی۔ عتبہ جب اہل مدینۃ الفرات سے سرگرم مقابلہ تھا تو اس کی بیوی اروئی اپنی تقریر سے لوگوں کو ابھارتی تھی اور جوش دلاتی تھی۔ (فتوح البلدان بلاذری ص-۳۴۳ مطبوعہ یورپ)

دمشق کے حملہ میں جب ابان بن سعید توما حاکم دمشق کے ہاتھ سے شہید ہوئے تو ان کی بیوی ام ابان بنت عتبہ اپنے مقتول شوہر کے سارے جنگی اسلحہ لگا کر قصاص لینے کو نکلیں اور دیر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتی رہیں۔ اہل دمشق گو محصور تھے لیکن شہرپناہ کے برجوں سے برابر مسلمانوں کا جواب دیتے تھے۔ سب کے آگے ایک مقدس شخص ہاتھ میں طلائی صلیب لیے ہوئے ارباب ثلاثہ سے دعائے فتح مانگ رہا تھا۔ ام ابان رضی اللہ عنہا کو تیر اندازی میں بڑی قدرت تھی۔ ایسا تاک کر تیر مارا کہ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قلعہ کے نیچے گر پڑی۔ مسلمانوں نے دوڑ کر صلیب اٹھالی۔ عیسائیوں سے صلیب اعظم کی یہ تذلیل دیکھی نہ گئی۔ توما غصہ سے شہر کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور پھر اس زور کا رن پڑا کہ مسلمان گھبرا اٹھے۔ رومیوں نے صلیب کی واپسی کے لیے لاکھ کوششیں کیں مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی۔ جس نے ادھر کا رخ کیا ام ابان رضی اللہ عنہا نے اس کو تیروں پر دھرلیا۔ توما جو کسی طرح پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا' ام ابان رضی اللہ عنہا نے اس کی آنکھ میں ایسا دیکھ کر تیر مارا کہ وہ چیختا ہوا بھاگا۔ اس وقت ابان رجز کے یہ شعر پڑھ رہی تھیں۔

www.KitaboSunnat.com

ام ابان فاطلبی یثارک
صولی علیھم صولة المتدرک
قد ضحج جمع القوم من نبالک

"ام ابان تو اپنا انتقام لے' اور ان پر پے درپے حملے کئے جا' رومی تیرے تیروں سے چیخ اٹھے۔"

یرموک کی سب سے خوفناک لڑائی یوم التعویر مسلمان عورتوں کی بہادری کا عجیب و غریب نمونہ تھی۔ مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑتی اگر عورتیں تلواریں کھینچ کر رومیوں کے منہ نہ پھیر دیتیں۔ ہند' خولہ' ام حکیم رضی اللہ عنہن اور بہت سی قریش کی عورتوں نے مردانہ وار حملے کئے۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا گھوڑے پر سوار اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں اور برابر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے دوش بدوش لڑتی جاتی تھیں۔ (اس قسم کے اور بہت سے واقعات اس فتوح الشام میں مذکور ہیں جو ابن عمر واقدی کی طرف منسوب ہے۔ مگر چونکہ فتوح الشام ازدی وغیرہ میں ان کا مطلق ذکر نہیں ہے' اس لیے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں)

صفین میں بہت سی مسلمان عورتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک جنگ تھیں' لڑتی تھیں' پرزور تقریروں سے فوج کو ابھارتی تھیں۔ زرقا' عکرشہ' ام الخیر نے میدان کارزار میں وہ تقریریں کی ہیں کہ تمام فوج میں ایک آگ سی لگ گئی۔ (عقدالفرید جلد ا' ص ۱۲۱ تا ۱۲۴)

سنہ ۹۰ھ میں سعد بن عبدالملک کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے بخارا پر فوج کشی کی۔ قتیبہ اس فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا۔ عرب میں ازد کا قبیلہ بہادری اور شجاعت میں ضرب المثل تھا۔ اسلامی فتوحات میں اس کے کارنامے نہایت روشن ہیں۔ بخارا کے ترک بھی بڑے سروسلمان سے مسلمانوں کے مقابلہ کو نکلے۔ قبیلہ ازد نے کہا پہلے تنہا ہم کو زور آزمائی کرنے دو۔ قتیبہ نے ان کو آگے بڑھنے کی اجازت دی۔ ازدی بڑھے اور نہایت بہادری سے حملے کیے لیکن مقابلہ معمولی لوگوں سے نہ تھا۔ ترکوں نے ثابت قدمی سے جواب دیئے کہ ازدی ہٹتے ہٹتے قیام گاہ تک آگئے۔ ترکوں نے بڑھ کر اور زور سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ عورتوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو شکست سی ہوا چاہتی ہے' وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور مار مار کر گھوڑوں کے رخ پھر میدان جنگ کی طرف پھیر دیئے اور ایک عام شور برپا کر دیا۔ مسلمانوں کی ہمت بندھی اور سنبھل گئے اور پلٹ کر اس زور و شور سے حملے کیے کہ ترک پھر نہ جم سکے۔ گو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

اس موقع پر عورتوں نے تلواریں نہیں اٹھائیں لیکن یہ فتح بالکل عورتوں کی کوشش سے ہوئی۔ اگر عورتیں ہمت نہ کرتیں تو مسلمان میدان جنگ چھوڑ چکے تھے۔ (کامل ابن کثیر جلد-۴' ص-۲۲۲)

اسلام میں خوارج کا فرقہ اپنی تاریخی حیثیت سے نہایت شہرت رکھتا ہے۔ جن کے کارنامے بعض اسلامی فرقوں کی طرح صرف خوفناک سازشیں نہیں بلکہ بارہا حکومتوں اور جابرانہ شخصیتوں کے مقابلہ میں اس نے تلواریں علم کی ہیں۔ گو طلب مساوات' آزادی بیان اور تمنائے حریت کی بناء پر اس کی گردن ہمیشہ تلوار کے نیچے رہی لیکن اس کی اولوالعزمی اور شجاعت نے اس کو بہت دنوں تک زندہ رکھا اور اب تک ہے۔ سلطنت کے متعلق اس کے خیالات بالکل آج کل کے نہلسٹ فرقوں کے مشابہ تھے۔

سنہ-۷۷ھ میں جب عبدالملک شام میں خلیفہ تھا اور حجاج ثقفی عراق کا گورنر تھا۔ شبیب خارجی نے موصل میں سلطنت کے خلاف سر اٹھایا۔ غزالہ شبیب کی بیوی اور جہیزہ شبیب کی ماں بھی شریک جنگ رہتی تھیں۔ حجاج نے شبیب کے دبانے کو یکے بعد دیگرے پانچ سردار بھیجے۔ مگر ایک بھی میدان جنگ سے پھر کر نہ آیا۔ آخر عبدالملک نے شام سے فوجیں بھیجیں اور حجاج خود ان کو لے کر نکلا۔

شبیب موصل سے کوفہ چلا لیکن حجاج اس سے پہلے کوفہ پہنچ کر قصر الامارۃ میں اتر چکا تھا۔ غزالہ نے نذر مانی تھی کہ کوفہ کی جامع مسجد میں دو رکعت نفل پڑھوں گی۔ کچھ دن چڑھے غزالہ اپنے شوہر کے ساتھ صرف ستر آدمی لے کر جامع مسجد آئی۔ حالانکہ سارا شہر دشمن تھا اور خود شاہی فوجیں کوفہ میں بھری پڑی تھیں۔ شبیب تلوار کھینچ کر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور غزالہ نے اندر جا کر اطمینان سے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر معمولی نماز نہیں پہلی میں سورہ بقرہ پڑھی اور دوسری رکعت میں آل عمران' جن سے بڑی کوئی سورہ قرآن مجید میں نہیں ہے۔ دو دو اور اڑھائی اڑھائی پاروں میں تمام ہوئی ہیں۔ غزالہ نماز سے فارغ ہو کر اپنے فرودگاہ کو چلی گئی اور حجاج کی ساری فوج دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ جب لڑائی کی نوبت آئی تو حجاج کوفہ' بصرہ اور شام کی فوج لے کر نکلا۔ شبیب کی جمعیت گو اس کے مقابلہ میں نہایت مختصر تھی لیکن بہادری سے لڑی۔ حجاج اپنی فوج کے پیچھے کھڑا ہو کر خود جوش دلا رہا تھا۔ اس کی فوج برابر بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ حجاج نے خوارج کی مسجد پر قبضہ کر لیا۔ غزالہ اور جہیزہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی لڑائی میں مشغول تھیں کہ حجاج نے چپکے سے چند آدمی بھیجے جنہوں نے پیچھے سے جا کر غزالہ کو مار کر گرا دیا۔ شبیب اپنے مقتولین کو چھوڑ کر اھواز کی طرف چلا گیا۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ جیزہ بھی اس لڑائی میں ماری گئی لیکن ابن اثیر اور طبری نے لکھا ہے کہ اس کے کچھ دن بعد جب شبیب کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر پل سے دریائے دجلہ میں گر پڑا اور شبیب آہنی زرہ اور ہتھیاروں کے بوجھ سے ڈوب کر مر گیا تو کسی نے اس کی ماں سے جا کر کہا کہ شبیب مارا گیا۔ اس کی ماں نے کہا شبیب اور مارا جائے یہ ہو نہیں سکتا۔ آخر جب دوسرے دن کہا گیا کہ نہیں شبیب ڈوب کر مر گیا تو اس نے کہا یہ ممکن ہے۔ اس واقعہ سے اس کی ماں کی بہادری کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک زندہ تھی۔

بعض لڑائیوں میں حجاج اور غزالہ کا سامنا ہو گیا۔ حجاج اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ نکلا۔ حالانکہ یہ وہی حجاج تھا جس سے سارا عراق اور حجاز کانپتا تھا۔ ایک شاعر اسی واقعہ کو لکھ کر حجاج کو عار دلاتا ہے:

اسد علی وفی الحروب نعامة
فتخاء تصفر من صفیر الصافر

"حجاج مجھ پر تو شیر ہے لیکن معرکوں میں بزدل اور سست شتر مرغ کی طرح بزدل ہو جاتا ہے۔"

هلا برزت الی غزالة الوغی
بل کان قلبک فی جناح الطائر

"حجاج تو لڑائی میں غزالہ کے مقابلوں میں کیوں نہ نکلا اور نکلتا کیونکر؟ تیرا دل تو دھڑک رہا تھا۔" (ابن خلکان جلد ا' ص-۲۲۳ تفصیل اور تاریخوں سے لی گئی ہے)

سنہ ۱۳۹ھ میں منصور کے ایام خلافت میں قیصر روم نے ملطیہ پر فوج کشی کر کے اس کو بالکل ویران کر دیا۔ منصور نے قیصر کی تادیب کو فوجیں روانہ کیں۔ صالح بن علی اور عباس بن محمد سپہ سالار تھے۔ ان لوگوں نے جا کر پہلے ملطیہ کو از سر نو آباد کیا اور پھر قسطنطنیہ کی طرف فوجیں بڑھائیں اور قیصر کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ام عیسیٰ بنت علی اور لبابہ بنت علی صالح کی بہنیں اور خلیفہ منصور کی پھوپھیاں تھیں' انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ جب بنو امیہ کی حکومت برباد ہو جائے گی تو ہم جہاد کریں گے۔ چنانچہ ایفائے نذر کے لیے وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی اس جہاد میں شریک تھیں۔ (ابن اثیر جلد ۵' ص ۔۱۹۷)

سنہ ۱۷۸ھ میں ہارون الرشید کے زمانہ میں ولید بن طریف خارجی نے خابور اور نصیبین میں علم بغاوت بلند کیا۔ ادبار کا ایک مشہور سردار یزید سیبانی اس بغاوت کے فرو کرنے کو بھیجا گیا۔ چند مقابلوں کے بعد خوارج نے شکست کھائی اور ولید مارا گیا۔ ولید کی بہن فارعہ کو جب اپنے بھائی کا حال معلوم ہوا تو اس نے زرہ پہنی۔ سارے ہتھیار لگائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر شاہی فوج پر حملہ آور ہوئی۔ یزید دوسروں کو ہٹا کر خود اس کے مقابلہ میں آیا اور فارعہ کے گھوڑے کو ایک نیزہ مارا اور فارعہ سے کہا تم کیوں اپنے خاندان کو بدنام کرتی ہو؟ جاؤ اور واپس جاؤ۔ فارعہ میدان سے پھری لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اس کی زبان پر خود اس کی تصنیف کے یہ دردناک اشعار تھے ؎

نیا شجر الخابور مالک مورقا
کانک لم لجزع علی بن طریف

"اے خابور (نام مقام) کے درخت تم کیوں سرسبز ہو؟ گویا تم ولید کی موت پر بے قرار ہی نہ ہوئے۔"

فتی لا یحب الزاد الا من التقی
ولا المال الا من قنا وسیوف

"ولید ایک ایسا جوان تھا جو صرف زاد تقویٰ اور تیغ و نیزہ کی دولت پسند کرتا تھا۔"

فقد ناک فقدان الشباب ولیننا
فدیناک من فتیاننا بالوف

"اے ولید! ہم نے تجھ کو اس طرح کھو دیا ہے جس طرح جوانی کو کوئی کھو دے۔ کاش ہم اپنے ہزار جوان تیری ایک ذات پر فدا کرتے۔"

علیه سلام اللّٰه وقفا فاننی
اری الموت وقاعا بکل شریف

"ولید پر رحمت الٰہی ہو موت ایک دن ہر شریف کو آنے والی ہے۔"

یہ پورا مرثیہ اس قدر بلند اور پردرد ہے کہ اکثر علمائے ادب اس کو چشم ادب سے دیکھتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ابو علی قالی نے اپنی امالی میں اس کو نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ فارعہ کے مرثیے خنساء رضی اللہ عنہا کے ہم پلہ ہیں۔ اس مرثیہ کا پہلا شعر اس قدر مقبول ہے کہ عموماً علمائے بدیع اس کو تجاہل عارفانہ کی مثال پیش کرتے ہیں۔

ولید کی اس بہن کا نام ابن خلکان نے فارعہ اور فاطمہ لکھا ہے۔ لیکن ابن اثیر نے اس کا نام لیلیٰ بتایا ہے۔ ابن خلدون نے اس واقعہ کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس کا کچھ نام نہیں لکھا ہے۔ بہرحال ہم کو کام سے غرض ہے نام کچھ بھی ہو۔

قرون وسطیٰ میں صلیبی جنگ کا نہ صرف عیسائی مردوں پر نشہ چھلیا تھا بلکہ عیسائی عورتوں تک جوش میں بھری ہوئی تھیں اور بقول عماد کاتب بیسیوں عیسائی عورتیں میدان جنگ میں شریک تھیں۔ عام مسلمانوں میں صلیبی جنگ کے مقابلہ میں جو جوش پھیلا تھا عورتیں بھی اس سے بے اثر نہ تھیں۔ اسامہ ایک مسلمان امیر تھا۔ جب وہ صلیبی جنگ میں شریک ہونے کو آیا تو اس کی ماں اور بہن بھی اس کے ساتھ تھیں۔ دونوں برابر ہتھیار لگا کر اسامہ کے ساتھ رہتی تھیں اور عیسائیوں پر حملہ کرنے میں ان کو مدد دیتی تھیں۔ (ابن خلکان جلد ا' ص-۲۲۳ تفصیل اور تاریخوں سے لی گئی ہے)

مسلمان ماؤں کے اسی مذہبی جوش کا اثر تھا کہ بچہ بچہ تک اس سے متاثر تھا۔ عیسائی ایک مدت سے عکاش کا محاصرہ کیے ہوئے پڑے تھے۔ جب وہ تھک گئے اور ایک زمانے کی معیت کی وجہ سے مسلمانوں سے راہ و رسم پیدا ہو گئی تو انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ عیسائی اور مسلمان بچوں میں آپس میں مقابلہ ہونا چاہیے۔ کچھ عیسائی بچے ادھر سے اور کچھ مسلمان بچے ادھر سے نکلے۔ دیر تک مقابلہ رہا آخر اسلام کے ننھے ننھے ہاتھوں نے مسیحی بھیڑوں کے میمنوں کو رسیوں میں جکڑ کر باندھ دیا۔ (الفتح القسی فی الفتح القدسی)

اسلام کے تاریخی محاسن کے ذکر میں عموماً ہندوستان کا نام نہیں آتا لیکن اس خاص مضمون میں ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہ ہندوستان کا نام آئے گا۔ ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں اکثر ایسی مسلمان عورتوں کے نام نظر آتے ہیں جن کی بہادری' شجاعت' اولوالعزمی مردوں کے مقابلہ میں کسی قدر مرجح ثابت ہوتی ہے۔

شاہ التمش کی بیٹی رضیہ سلطانہ جس نے اسلامی خواتین میں گو کم سلطنت کی مگر سب سے بہتر کی۔ ابن بطوطہ جو محمد تغلق کے زمانہ میں ہندوستان آیا تھا۔ لکھتا ہے کہ رضیہ مردانہ لباس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

میں تمام ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار باہر نکلتی تھی۔ شاہان ہند کا معمول تھا کہ جب وہ شکار کو جاتے تھے تو کل بیگمات اور کنیزیں بھی ساتھ ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ التمش شیر کے شکار کو گیا تھا' بیگمات پیچھے تھیں۔ ایک شیر نکل کر بادشاہ پر جھپٹا۔ اگر رضیہ نہ پہنچ گئی ہوتی تو بادشاہ بری طرح زخمی ہو گیا ہوتا لیکن شیر دل رضیہ نے جھپٹ کر تلوار کے ایسے زبردست وار کیے کہ شیر نیم جان ہو کر گر پڑا۔

تخت حکومت پر بیٹھ کر رضیہ نے وہ رعب قائم کیا کہ اعیان دولت تک کانپتے تھے۔ بعض امراء نے یہ دیکھ کر کہ اب ان کا کوئی زور نہیں چلتا' مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور صرف لفظی مخالفت نہیں بلکہ فوجیں لیے ہوئے دہلی کے باہر پڑے تھے۔ رضیہ کی مدد کے لیے جو باہر سے آتا تھا' اس کو بھی توڑ کر ملا لیتے تھے۔ لیکن رضیہ نے تنہا اپنی تدبیر و دلیری سے ان کو ایسا پریشان کیا کہ وہ ادھر ادھر ٹھوکر کھاتے پھرتے تھے لیکن ان کو پناہ نہیں ملتی تھی۔ سنہ ۱۲۴۷ء میں جب حاکم لاہور نے سر اٹھایا تو خود فوج لے کر گئی۔ اس کے بعد بٹھنڈہ کے گورنر نے جب سرکشی کی تو پھر فوج لے کر نکلی۔ لیکن اپنے نوکروں کی سازش سے راستہ میں گرفتار ہو گئی اور اس کی جگہ پر دہلی میں اس کے بھائی معز الدین کو لوگوں نے بادشاہ بنایا۔ رضیہ قید سے چھوٹی تو نئے سرے سے ایک لشکر ترتیب دے کر دو تین مرتبہ تخت دہلی کے لیے لڑی لیکن چونکہ رضیہ کی فوج بالکل نئی بھرتی کی تھی ہمیشہ شکست کھاتی رہی۔ (تاریخ اکبری از قلم ملا نظام الدین ہروی ذکر سلطنت رضیہ)

اس سلسلہ میں سلطان علاء الدین کے عہد کا ایک عجیب و غریب واقعہ یہ ہے جس سے اسلامی ہندوستان کی تاریخی عظمت کس قدر بڑھ جاتی ہے۔ شاہان ہند کے مرقع میں علاء الدین خلجی کی تصویر ایک خاص امتیاز رکھتی ہے۔ جس کے چہرے سے اولوالعزمی' بلند خیالی' جلالت اور شان کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ سلطان نے جب سیل تاتار کو روک کر پیچھے ہٹا دیا' جس کو نہ بغداد و خوارزم کے مستحکم قلعے ہٹا سکے تھے اور نہ چین کی بلند دیواریں روک سکی تھیں اور نہ ایران و روس کی طاقتیں دبا سکی تھیں تو سلطان کو سکندر اعظم کی عالمگیر حکومت کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے ایک دن بر سبیل تذکرہ کہا کہ اب ہندوستان میں کوئی ایسی ریاست نہیں ہے جو مجھ سے سرکشی کر سکے۔ قلعہ جالور کا راجہ کانیر دیو دربار میں حاضر تھا۔ اس نے نہایت بد دماغی سے متکبرانہ لہجہ میں کہا کہ جالور کا قلعہ کبھی مطیع نہیں ہو سکتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلطان برہم تو ہوا لیکن اس وقت اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ دو تین دن کے بعد راجہ کو دہلی سے رخصت کر دیا اور مہلت دی کہ راجہ قلعۂ جالور کو جس قدر محفوظ کر سکتا ہے کر لے اور دو تین مہینے کے بعد سلطان نے اپنی ایک لونڈی کو جس کا نام گل بہشت تھا' سپہ سالار بنا کر جالور مہم پر روانہ کیا۔ گل بہشت نے راجہ کو محصور کر لیا اور اس بہادری اور دلیری سے اس نے قلعہ پر حملہ کرنا شروع کیا کہ راجہ کو اس کا گمان تک نہ تھا۔ قلعہ فتح ہونے میں کچھ ہی دیر تھی کہ یک بیک گل بہشت بیمار پڑی اور ایسی شدید بیمار پڑی کہ پھر نہ اٹھی۔ گل بہشت سب کچھ کر سکتی تھی لیکن موت کا حملہ نہیں روک سکتی تھی۔

گل بہشت کے مرنے پر راجہ شیر ہو گیا اور قلعہ کھول کر شاہی فوج کو اس نے بہت پیچھے ہٹا دیا۔ گل بہشت کا لخت جگر شاہین راجہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ آخر دہلی سے ایک نئے سپہ سالار کمال الدین نے پہنچ کر جالور فتح کر لیا۔ (تاریخ فرشتہ جلد اول' ص-۲۸)

ساتویں صدی کے اختتام اور آٹھویں صدی کی ابتداء میں دنیا میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہوا۔ امیر تیمور کیا تھا ترکستان کے حدود سے ایک آندھی اٹھی تھی جس سے ترکوں کی مضبوط سلطنت ہل گئی۔ دمشق و عرب متزلزل ہو گیا۔ تغلق خاندان کی شمع حیات بجھ گئی اور مغل اعظم کی اس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد قائم ہوئی جس سے بہتر کوئی حکومت ہندوستان میں قائم نہیں ہوئی۔ گو اس فتح کا ثمرہ خود تیموری نسل کو پورے سوا سو برس کے بعد حاصل ہوا لیکن دراصل اس مدت میں سیدوں اور لودھیوں کا دور حکومت اس تیموری تاریخ کی تمہید تھا جس کا سرنامہ ظہیر الدین شاہ بابر کے طغرے سے مزین ہے۔

لیکن کیا ان فتوحات میں عورتوں کی کوئی کوشش شامل نہ تھی؟ امیر تیمور کے کشورستاں لشکر میں بہت سی عورتیں تھیں جو میدانوں میں لڑتی تھیں اور معرکوں میں گھستی تھیں' بہادروں سے مقابلہ کرتی تھیں' تلواریں چلاتی تھیں' نیزے لگاتی تھیں' تیر مارتی تھیں۔ غرض کسی بات میں وہ مردوں سے کم نہ تھیں۔ کیا تیموری کارناموں میں ان عورتوں کو کوئی حصہ نہ ملے گا۔ (عجائب المقدور ابن عرب شاہ ص-۲۳۳)

تیموری نسل کا ہر ایک شہزادہ شجاعت مجسم تھا لیکن کیا تم یہ ناانصافی کر سکتے ہو کہ تیموری شہزادیوں کو ان کی وراثت سے الگ کر دو۔ بابر نامہ' ہمایوں نامہ' تزک جہانگیری دیکھو' ہر جگہ نظر آئے گا کہ تیموری خواتین برابر ہتھیار لگاتی تھیں۔ گھوڑوں پر سوار ہوتی تھیں' شکار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھیلتی تھیں' شیر مارتی تھیں' چوگان کھیلتی تھیں' تیر چلاتی تھیں۔ غرض فن سپہ گری سے خوب واقف تھیں۔ تزک بابری کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابر کو جو فتوحات کابل' سمرقند' فرغانہ وغیرہ میں حاصل ہوئیں' ان میں عورتوں کو بھی دخل تھا۔

نورجہاں' تیمور و بابر کی بیٹی نہ تھی لیکن بہو تھی۔ اکثر نورجہاں ہاتھی پر سوار ہو کر سیروشکار کو جنگل جاتی تھی۔ اور ایک ایک گولی میں شیر کو ٹھنڈا کر دیتی تھی۔ جہانگیر تزک جہانگیری میں نورجہاں کے شکاروں کا بڑی مسرت سے تذکرہ کرتا ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے:

"ایک مرتبہ میں شکار کو نکلا۔ ایک ہاتھی پر رستم خاں اور میں تھا اور دوسرے ہاتھی پر نورجہاں تھی۔ سامنے جھاڑی میں شیر تھا۔ ہاتھی شیر کی بو پا کر کانپنے لگتا ہے۔ اس اضطراب و جنبش میں نشانہ ٹھیک لگنا اور پھر عماری میں بیٹھ کر' نہایت مشکل ہے۔ قدر اندازی میں میرے بعد رستم خاں کا کوئی ثانی نہیں ہے مگر ہاتھی پر بیٹھ کر اکثر اس کے تین تین اور چار چار نشانے خطا ہو جاتے ہیں لیکن نورجہاں نے عماری میں بیٹھے بیٹھے پہلی ہی آواز میں شیر کو ٹھنڈا کر دیا۔"

(تزک جہانگیری ص-۲۷۹)

ایک مرتبہ نورجہاں جہانگیر کے ساتھ شکار کھیلنے گئی۔ ہاتھی پر سوار تھی' سامنے چار شیر نکلے لیکن نورجہاں کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ اس نے نہایت اطمینان سے بندوق چلائی اور دو شیروں کو ایک ایک گولی میں اور دو کو دو دو گولیوں میں ٹھنڈا کر دیا۔ جہانگیر نہایت خوش ہوا اور چند بیش قیمت زیور نورجہاں کو انعام دیئے۔ اس موقع پر ایک شاعر نے برجستہ یہ شعر پڑھا

نور جہاں گرچہ بصورت زن است
در صف مرداں زن شیر افگن است

نورجہاں چونکہ پہلے علی قلی خاں شیر افگن کی بیوی تھیں' اس لیے زن شیر افگن کی ترکیب نے اس شعر کو بدمزہ کر دیا ہے۔

جہانگیر کے اخیر عہد میں نورجہاں کے بھائی آصف خاں کے سبب سے نورجہاں اور جہانگیر دونوں کے دل مہابت خاں کی طرف سے صاف نہ تھے۔ آصف کی کوشش تھی کہ مہابت خاں ذلیل ہو۔ جہانگیر دریائے بھٹ کے قریب خیمہ زن تھا۔ آصف خاں ایک دن پہلے ہی فوج

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

سمیت دریا کے اس پار چلا گیا تھا۔ مہابت خاں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور جہانگیر کو گرفتار کر لیا۔ نورجہاں کو موقع ملا تو وہ دریا سے اس پار جا کر فوج سے مل گئی اور وہاں اس نے امراء اور راعیان دولت کو بلا کر سخت ملامت کی کہ صرف تمہاری بے احتیاطی سے بادشاہ گرفتار ہو گیا۔ انہوں نے بالاتفاق کہا کہ مناسب یہ ہے کہ کل حضور کی رکاب میں کل فوج شاہی دریا کے اس پار جا کر جس طرح ہو بادشاہ کی قدم بوسی حاصل کرلے۔

صبح کو کل فوج تیار ہوئی۔ مہابت نے پل تو پہلے ہی جلا دیا تھا۔ سواروں نے اپنے اپنے گھوڑے اور ہاتھی دریا میں ڈال دیئے۔ نورجہاں بھی ایک ہاتھی پر سوار تھی۔ نورجہاں کے ساتھ شہزادہ شہریار کی بہن اور شاہنواز خاں کی بیٹی بھی تھی۔ ابھی فوج دریا ہی میں تھی کہ مہابت خاں نے حملہ کر دیا۔ ایک تو فوج دریا میں منتشر تھی ہی اور منتشر ہو گئی۔ عجیب ابتری پھیل گئی۔ نورجہاں نے خواجہ ابوالحسن اور معتمد خاں کو کہلا بھیجا کہ دیکھتے کیا ہو تم بھی جواب دو۔ اتنے میں مہابت خاں کے سواروں نے آکر نورجہاں کے ہاتھی کو گھیر لیا۔ نورجہاں کی عماری تیروں کا نشانہ بن گئی۔ یہاں تک کہ ایک تیر عماری کے اندر بھی چلا آیا اور شہزادی کے بازو میں آکر لگا۔ تمام کپڑے خون میں تر بہ تر ہو گئے۔ نورجہاں نے اپنے ہاتھ سے تیر نکال کر باہر پھینک دیا۔ نورجہاں کے ساتھ جو خواجہ سرا تھے وہ بھی کام آئے۔ نورجہاں کا ہاتھی زخموں سے چور ہو کر بھاگ نکلا۔ آخر بڑی مشکل سے وہ اپنے فرودگاہ کو پہنچ سکی۔ اگر ہاتھی سنبھلا رہتا تو ممکن تھا کہ نورجہاں لڑنے میں بھی دریغ نہ کرتی۔ (تزک جہانگیری ص-۴۰۴، ۴۰۵)

مرزا ہادی نے تزک جہانگیری کے خاتمہ میں ایک عورت کی بہادری کا عجیب واقعہ لکھا ہے۔ گو اس کے اخلاق کی مذمت بھی کی ہے۔ جہانگیر کے زمانہ میں دولت آباد کا قلعہ نظام الملک سے تعلق رکھتا تھا۔ حمید خاں حبشی، نظام الملک کے دربار کا وکیل تھا اور محل میں بالکل حمید خاں کی بیوی کا عمل دخل تھا۔ گویا ایک معمولی عورت تھی لیکن رفتہ رفتہ نظام الملک کے دربار میں اس کا اتنا رسوخ بڑھا کہ جب یہ سوار ہو کر نکلتی تھی تو سرداران فوج و امرائے دولت پیادہ اس کے رکاب میں چلتے تھے۔ نظام الملک ان دونوں میاں بیوی کے ہاتھوں میں ایک کٹھ پتلی تھا۔

اسی زمانہ میں عادل خاں نے ایک بڑی فوج نظام الملک سے لڑنے کو بھیجی۔ نظام الملک کو فکر ہوئی کہ اس کے مقابلہ میں کس کو بھیجا جائے۔ حمید بیگم نے کہا کہ میں خود جاؤں گی۔ اگر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جیتی تو فبہا اور اگر ہاری تو عورتوں کا اعتبار ہی کیا؟ چنانچہ نظام الملک کی رضامندی سے حمید بیگم فوج لے کر روانہ ہوئی۔ راستہ بھر اپنے سپاہیوں کو انعام و اکرام سے خوش کرتی گئی۔ جب دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو حمید بیگم خود تمام ہتھیار سے مسلح ہو کر میدان میں آئی اور پہاڑ کی طرح عرصہ کارزار میں کھڑی رہی اور اس بہادری اور دلیری سے اپنی فوج کو لڑاتی رہی کہ تھوڑی ہی دیر میں عادل شاہی لشکر اس بے سروسامانی سے بھاگا کہ تمام ہاتھی اور توپخانے میدان جنگ میں چھوڑ گیا۔

مرزا کے خاص الفاظ یہ ہیں:

"نقاب بر قامت رعنا افگندہ بر اسپ سواری شد و خنجر و شمشیر مرصع بکمر بست بعد از انکہ تلاقی صفین و محاذات فئتین اتفاق افتاد از علوہمت وعلو جرات دلیرانہ بالشکر عادل خوانی مصاف دادہ سپاہ و سرداران راتقبل وحرب و ضرب ترغیب و تحریص نمودہ قدم مردانگی راور آں بحر وغلولجہ ہیجا چون کوہ استوار برجا داشت وآں غنیم ودشمن عظیم را شکست فاش دادہ جمیع فیلان وتوپخلو را بدست آوردہ سالما وغانما مراجعت برافراخت۔"

مسلمان عورتوں کی ہمت مردانہ کا ایک اور عجیب واقعہ ہے:

عادل شاہی خاندان جس کے دائرہ حکومت کا مرکز شہر بیجا پور تھا۔ پونجی خاتون اس کے سب سے پہلے بادشاہ یوسف عادل شاہ کی بیوی تھی۔ یوسف عادل شاہ نے سنہ ۹۱۶ھ میں وفات پائی۔ اس کا نابالغ فرزند اسماعیل عادل شاہ تخت پر بیٹھا۔ کمال خاں دکنی نائب السلطنت مقرر ہوا۔ گو نام اسماعیل عادل شاہ کا تھا لیکن سلطنت کمال خاں کرتا تھا۔ اس کو ایک دن خیال ہوا کہ اس نام کو بھی کیوں نہ مٹا دیا جائے۔

پونجی خاتون کمال خاں کے اس ارادہ سے غافل نہ تھی۔ اس نے کمال خاں کے برطرف کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن وہ کیا کر سکتی تھی؟ تمام اعیان دربار و سرداران فوج کمال خاں کے قبضہ میں تھے۔ پونجی خاتون نے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ یا کمال خاں معدوم کر دیا جائے یا عادل شاہی خاندان معدوم ہو۔ اس نے موقع دیکھ کر یوسف ترک کو جو اسماعیل عادل شاہ کا کوکہ تھا، کل مراتب سمجھا بجھا کر کمال خاں کے پاس بھیجا۔ یوسف نے چپ چاپ ایک ہی خنجر میں کمال خاں کا کام تمام کر دیا۔ یوسف گرفتار ہو گیا اور وہ بھی وہیں ڈھیر کر دیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کمال خاں کی ماں نے اسی وقت کمال خاں کے بیٹے صفدر خاں کو بلا کر معاملہ سے خبردار کیا اور کہا ابھی اسماعیل عادل شاہ اور پونچی خاتون کو قتل کر کے تخت پر بیٹھ جاؤ۔ تمام فوج تمہارا ساتھ دے گی۔ صفدر خاں باپ کی لاش دیکھ کر چاہتا تھا کہ چیخ مارے' ماں نے کہا خبردار کمال کے مرنے کی خبر نہ پھیلے۔ لوگوں سے جا کر کہہ کہ کمال خاں کہتا ہے کہ اسماعیل عادل شاہ کا سر چاہیے۔

پونچی خاتون پہلے سے سمجھتی تھی کہ یہ آفت آنے والی ہے۔ قلعہ میں اس وقت کمال خاں کی طرف سے تین سو مغل اور دو تین سو دکنی اور حبشی سپاہی تھے۔ پونچی خاتون نے ان کو بلا کر کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ تخت عادل شاہ کا ہے۔ اسماعیل ابھی بچہ ہے' کمال خاں ہم کو الگ کر کے خود بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ تم میں جو عادل شاہی تخت کا وفادار ہو' وہ ہمارے ساتھ قلعہ میں رہے اور ہماری مدد کرنے اور جس کو اپنی جان عزیز ہو' وہ قلعہ سے نکل جائے۔ تم دشمنوں کی کثرت سے نہ ڈرو۔ کمال خاں کو کفران نعمت کی سزا ضرور ملے گی۔ ظاہر ہے کہ ایسی مایوسی کی حالت میں کمال خاں کو چھوڑ کر کون پونچی خاتون کا ساتھ دیتا۔ تین سو مغلوں سے ڈھائی سو اور دو تین سو حبشیوں اور دکینوں میں سے صرف سترہ سپاہیوں نے پونچی خاتون کی معیت گوارا کی اور باقی قلعہ سے نکل کر صفدر خاں سے مل گئے۔ پونچی خاتون نے یہ بھی بڑی عقلمندی کی کہ غداروں سے پہلے ہی قلعہ پاک کر لیا۔ عین موقع پر اگر یہ دشمنوں سے مل جاتے تو کیا ہوتا؟

پونچی خاتون نے پہلے چاروں طرف سے اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا اور انہی دو تین سو سپاہیوں کو محل کی چھت پر کھڑا کر دیا اور خود پونچی خاتون دل شاہ آغا یوسف عادل شاہ کی بہن اور چند عورتیں اسماعیل عادل شاہ کے ساتھ تیر و کمان ہاتھ میں لے کر چھت پر کھڑی ہو گئیں۔ صفدر خاں کو تیر اور پتھروں پر دھر لیا اور اتفاق سے اسی وقت مصطفیٰ آقا عادل شاہی خاندان کا ایک قدیم نمک خوار پچاس توپچیوں کو لے کر خاتون کی مدد کو آیا۔ ان توپچیوں نے اوپر پہنچ کر گولے اڑانے شروع کر دیے۔ صفدر خاں اپنی ماں کے حکم سے پھرا کہ بڑی توپیں لگا کر ابھی قلعہ ریزہ ریزہ کر دیا جائے۔ پونچی خاتون سے اور عورتوں نے کہا کہ اگر توپیں آگئیں تو پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ اس سے پہلے کوئی تدبیر بن جائے تو بن جائے۔ رائے یہ ہوئی کہ سپاہیوں کو چھپ جانا چاہیے اور تمام عورتیں یہیں کھڑی رہیں۔ دشمن سمجھیں گے کہ سپاہی ان عورتوں کو قلعہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ سپاہی سب ادھر ادھر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چھپ گئے اور عورتیں کھڑی رہیں۔ غنیم کی جب نظر پڑی تو دیکھا کہ صرف عورتیں ہیں۔ ان کو ہمت ہوئی اور پلٹ کر انہوں نے دوبارہ حملہ کیا۔ قلعہ کا دروازہ توڑ ڈالا۔ عورتوں نے انگلی تک نہ ہلائی اور کھڑی دیکھتی رہیں۔ صفدر خاں چاہتا تھا کہ پہلا دروازہ توڑ کر دوسرا دروازہ بھی توڑ ڈالے کہ سپاہیوں نے نکل کر اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن پھر نہ تھم سکے۔ (تاریخ فرشتہ جلد ۲، ص ۲۴۰، ۱۷)

دو تین سو آدمیوں کا فوج کی فوج سے مقابلہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ نظام شاہی خاندان جس نے دکن میں تقریباً سوا سو برس تک نہایت کامیابی سے حکومت کی اور جس کا دارالحکومت شہر احمد نگر تھا، اس کی ایک شہزادی نے جس دلیری اور استقلال کے ساتھ اکبر اعظم کی فوج کا مقابلہ کیا وہ قابل حیرت امر ہے۔ چاند خاتون نظام شاہی خاندان کے چشم و چراغ عادل شاہی خاندان کی بہو تھی۔ حسین نظام شاہ بحری (احمد نگری) اس کا باپ تھا اور علی عادل شاہ (بیجاپور) اس کا شوہر تھا۔ علی عادل شاہ کے مرنے پر بیجاپور سے احمد نگر چلی آئی تھی اور یہیں رہتی تھیں۔

اکبر کو جب ہندوستان کی مہمات سے فرصت ملی تو اس کو تسخیر دکن کی فکر ہوئی۔ شہزادہ مراد اور خانخاناں اس مہم پر بھیجے گئے۔ اس وقت تخت احمد نگر پر برہان نظام شاہ جلوہ افروز تھا۔ نظام شاہ نے صوبہ برار اکبر کو پیشکش کر دی لیکن اس معاملہ کے اختتام سے پہلے برہان شاہ کا انتقال ہو گیا اور برار پر اکبر کا قبضہ نہ ہو سکا۔ شہزادہ مراد اور خانخاناں موقع کی تاک میں گجرات میں فوج لئے ہوئے پڑے تھے۔ اسی اثناء میں برہان کا جانشین ابراہیم شاہ امراء کے ہاتھ سے مارا گیا۔ منجھو خاں وکیل سلطنت اور آہنگ خاں اور اخلاص تینوں میں تخت نشینی کے لیے جھگڑا ہوا۔ ہر ایک نے اپنا ایک جدا جدا بادشاہ بنا لیا۔ آخر آپس میں نفاق بڑھا اور خونریزیوں تک نوبت پہنچی۔ منجھو خاں نے جل کر شہزادہ مراد کو لکھ دیا کہ نظام شاہی قوت فنا ہو چکی ہے۔ آپ ادھر کا رخ کیجئے میں بلا تامل احمد نگر کا قلعہ آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ مراد چل کھڑا ہوا، خانخاناں بھی شاہ رخ مرزا والی بدخشاں، شہباز خاں راجہ جگن ناتھ، راجہ درگا، راجہ رام چندر اور دیگر امراء کو لے کر روانہ ہوا۔ جب یہ لوگ احمد نگر کے قریب پہنچ گئے تو منجھو خاں کو اپنی عجلت کاری پر سخت ندامت ہوئی کیونکہ اس اثناء میں منجھو خاں تمام مخالف قوتوں کو دبا کر خودمختار ہو چکا تھا۔ ناچار قلعہ چھوڑ کر نکل گیا۔

چاند خاتون نے دیکھا کہ ہماری آبائی حکومت معدوم ہوا چاہتی ہے۔ اس نے عزم کر لیا کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جس طرح ہو گا میں سلطنت کو بچاؤں گی۔ اس نے خود پہلے اپنے بعض مخالف امراء کو قلعہ سے علیحدہ کر دیا اور بعض کو توڑ جوڑ کر کے مِلا لیا۔ قطب شاہ (گولکنڈہ) اور عادل شاہ (بیجاپور) سے امدادیں طلب کیں اور قلعہ کو ہر طرف سے مضبوط کر کے شہزادہ مراد اور خانخاناں کی منتظر رہی۔ شہزادہ مراد نے ۲۳/ ربیع الثانی سنہ ۱۰۰۴ھ کو اپنی فوج قلعہ کی طرف بڑھائی۔ چاند خاتون نے بھی حکم دیا کہ ہماری توپوں کے منہ کھول دیئے جائیں۔ تمام دن مراد کوشش کرتا رہا کہ قلعہ تک پہنچ جائے مگر چاند خاتون نے ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہ دیا۔ شام کو مراد تھک کر خود ہٹ گیا۔ دوسرے دن شہزادہ مراد' شاہ رخ' مرزا خانخاناں شہباز خاں' راجہ جگن ناتھ وغیرہ نے مورچہ ڈال کر چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ بعض نظام شاہی امراء نے لڑبھڑ کر چاند خاتون کی مدد کو قلعہ میں جانا چاہا مگر خانخاناں نے جانے نہ دیا۔ شہزادہ مراد اور خانخاناں مہینوں قلعہ کا محاصرہ کیے پڑے رہے مگر وہ قلعہ کو ٹھیس بھی نہ لگا سکے۔

ادھر چاند خاتون کی حسب درخواست عادل شاہ نے پچیس ہزار سوار چاند خاتون کی مدد کو بھیجے۔ قطب شاہ نے بھی پانچ چھ ہزار سوار اور کچھ پیادے روانہ کیے۔ منجھو خاں' اخلاص خاں' آہنگ خاں' امرائے نظام شاہی بھی اسی فوج کے ساتھ ہو گئے۔ غرض اس طرح مل مِلا کر ایک زبردست فوج تیار ہو گئی۔ شہزادہ مراد کو اس فوج کا جب حال معلوم ہوا تو گھبرا گیا۔ تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ آخر رائے یہ قرار پائی کہ اس فوج کے آنے سے پہلے پہلے قلعہ لے لینا چاہیے۔ یوں لڑ کر قلعہ میں گھس جانا تو ممکن نہ تھا۔ تین مہینے میں یہاں سے لے کر قلعہ کے برج تک پانچ سرنگیں کھودی گئیں اور ان میں بارود بچھا دی گئی کہ آگ لگا کر قلعہ اڑا دیا جائے گا۔

چاند خاتون کو ان سرنگوں کی خبر لگ گئی۔ اس نے اسی وقت بارود نکال کر سرنگوں کو بھرنا شروع کر دیا۔ شہزادہ مراد کو تو اس کی جلدی تھی کہ اس قلعہ کی فتح میرے نام لکھی جائے۔ خانخاناں کا اس میں ہاتھ بھی نہ لگنے پائے۔ دوپہر کو خانخاناں کے علاوہ تمام امراء اور فوج کو لے کر قلعہ کے رخ پر مستعد کھڑا ہو گیا کہ ادھر بارود سے قلعہ اڑا اور ادھر پہنچا۔ چاند خاتون اس وقت تک دو سرنگیں بھروا چکی تھی اور تیسری کھودی جا رہی تھی کہ شہزادہ نے سرنگوں میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اس زور کی ایک آواز ہوئی اور ایک دھماکہ ہوا کہ لوگ سمجھے کہ آسمان پھٹ پڑا یا بجلی ٹوٹ پڑی اور قلعہ کی پچاس گز دیوار دھم سے گر پڑی۔ سامنے شہزادہ اپنے خونخوار راجپوتوں اور مغلوں کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔ قیامت ہو گئی' لوگوں کے دل بیٹھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گئے، کام کرنے والوں نے کام چھوڑ دیا۔ سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ فوج کے سردار بھاگ کھڑے ہوئے۔ غرض سارے قلعہ میں عجیب سراسیمگی اور بدحواسی پھیل گئی۔

چاند خاتون کی ہمت دیکھو، اسی وقت گھوڑے پر سوار مسلح ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے سراپردہ سے باہر نکل آئی۔ شہزادہ اس فکر میں تھا کہ دو باقی سرنگیں بھی اڑیں تو حملہ کیا جائے لیکن وہ سرنگیں ہوں بھی تو، چاند خاتون نے اتنی ہی دیر میں جلدی جلدی کر کے بیسیوں آتش بار توپیں اس شگاف میں کھڑی کر دیں۔ تمام فوج کو تسکین دے کر پھر لڑنے پر آمادہ کر دیا۔ مغلوں اور راجپوتوں نے جان توڑ کر حملے کیے۔ شہزادہ مراد نے سر پٹک پٹک مارا مگر چاند خاتون نے ایک انچ بھی قلعہ نہ دیا اور اس ہمت اور دلیری سے فوج کو لڑاتی رہی کہ قلعہ کی خندق شام تک مغلوں اور راجپوتوں کی لاشوں سے پٹ گئی۔ شام کو شہزادہ ناکام پلٹا۔ رات بھر میں چاند خاتون نے خود مسلح کھڑی ہو کر پچاس گز قلعہ کی دیوار تین گز بلند کر دی۔ صبح کو مراد نے دیکھا تو پھر وہی پہلی دیوار حائل تھی۔ موافق اور مخالف دونوں کے منہ سے چاند خاتون کی اس اولوالعزمی، استقلال اور بہادری پر صدائے آفریں و تحسین بلند ہو گئی اور اسی وقت سے چاند خاتون کا لقب چاند سلطان ہو گیا۔

اس ناکامی سے شہزادہ مراد کا دل چھوٹ گیا۔ امرائے اکبری میں مقابلہ کی قوت نہ رہی۔ ناچار صلح کرنی چاہی۔ اول تو چاند سلطان نے انکار کیا کہ غنیم بے دل ہو چکے ہیں۔ تھوڑی سی کوشش سے ان کو ہزیمت ہو سکتی ہے لیکن چونکہ لوگ قلعہ میں بند پڑے گھبرا گئے تھے، اس لیے چاند سلطان نے بھی آخر صلح منظور کر لی اور حسب قرارداد برار کا صوبہ شہزادہ مراد کے حوالہ کر دیا۔ (تاریخ رشید الدین خانی ص-۱۹۹)

غور کرو! کیا اس سے بھی زیادہ کسی عورت کی بہادری ہو سکتی ہے۔ سلطنت کی بنیاد کمزور امراء میں، نفاق اور خانہ جنگی قلعہ میں، فوج نہیں، سامان رسد نہیں، قلعہ کی دیوار شکستہ اور منہدم، پہلے سے حفاظت قلعہ کا خیال نہیں اور پھر مقابلہ اکبر اعظم اور خانخاناں سے۔ اسی حالت میں غنیم کو ہٹا کر قلعہ کو بچا لینا مسلمان عورتوں کا کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔

ہم نے اپنی یہ داستان جس سرزمین اقدس سے شروع کی تھی، آخر میں ہم پھر اسی کے ایک گوشہ میں آکر پناہ لیتے ہیں۔ یہ گوشہ عرب یمن کے نام سے مشہور ہے۔ پانچویں صدی ہجری کے وسط میں یہ علاقہ خلافت عباسیہ کے احاطہ اقتدار سے نکل کر دولت فاطمیہ مصر کے قبضہ میں چلا گیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ یمن میں ایک مقام حرار ہے۔ وہاں مشہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قدیم قاضیوں کا خاندان تھا جو آل صلیح کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں فاطمیوں کی طرف سے ایک داعی زیاد مبلغ پہنچا۔ اس نے اس خاندان کے ایک نوجوان لڑکے میں نجابت اور اولوالعزمی کے غیر معمولی آثار دیکھ کر اس کو اپنے رنگ میں لانا شروع کیا اور اسماعیلی مذہب کی اس کو تلقین کی۔ اس کا نام علی بن محمد صلیحی تھا۔ علی نے جوان ہو کر حوصلہ مندیوں اور اولوالعزمیوں کے پروبال پیدا کئے۔ علی کی ایک چچازاد بہن تھی جس کا نام اسماء تھا۔ یہ لڑکی حسن و جمال' تدبیر و دانش' علم و فضل' مردانگی و شجاعت میں بے مثل تھی۔ علی کی شادی اسماء سے ہوئی۔ قدرت الٰہی نے اس طرح گویا دو قوتوں کو باہم منتظم کر کے یمن کی آئندہ قسمت کا ہیولیٰ تیار کر دیا اور ان دونوں کی ہمتوں اور تدبیروں سے پورا ملک یمن ان کے قبضہ اختیار میں آگیا۔

علی صلیحی کو دشمنوں سے جو معرکے پیش آئے' اس میں اسماء اس کی دست و بازو تھی۔ ایک دفعہ جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کر رہی تھی کہ دفعتاً دشمنوں نے چھاپا مارا۔ صلیحی کے ساتھ آدمی کم تھے' اس کو شکست ہوئی اور اسماء دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئی اور ایک زمانہ تک ان کے پاس قید رہی اور بالآخر خود اپنی ہی تدبیروں سے قیدوبند کے دروازے کو توڑ کر باہر نکل آئی۔ اس نے سخت چوکی پہرہ کے باوجود روٹی کے اندر ایک خط رکھ کر قاصد کو جو ایک سائل کی صورت میں تھا' اپنے بیٹے کے پاس روانہ کیا۔ وہ ایک فوج گراں لے کر موقع پر آپہنچا اور اسماء آزاد تھی۔ جب تک زندہ رہی یمن کی ملکہ وہی تھی۔ سنہ ۴۷۹ھ میں اس نے وفات پائی۔

اسماء کے آغوش تربیت میں دو اور بہادر خاتونان اسلام پل کر جوان ہوئیں۔ ایک اس کی لڑکی فاطمہ اور دوسری اس کی بہو۔ سیدہ فاطمہ نے اپنے شوہر کی قید سے' جس نے دوسری شادی کر لی تھی' مردانہ وار گلو خلاصی حاصل کی۔ چپکے سے اپنی ماں کو پیغام بھیجا اور وہاں سے فوج منگوا کر مردانہ بھیس بدل کر چل کھڑی ہوئی۔

سیدہ اپنی ساس اسماء کی وفات کے بعد یمن کی ملکہ ہوئی۔ اس کا شوہر مکرم عیاش اور راحت طلب تھا۔ سیدہ نے سلطنت کے بار کو نہایت عمدگی سے اٹھایا۔ بہت سی عمارتیں بنوائیں' شہر آباد کئے' فوج کشیاں کیں' دشمنوں کو تلواروں اور تدبیروں دونوں سے زیر کیا۔ دولت فاطمیہ کی طرف سے جو مراسلے آتے تھے' ان میں اس کے لیے بڑے بڑے القاب شاہی استعمال کئے جاتے تھے۔ (یمن کے یہ تمام واقعات تاریخ یمنی مطبوعہ انڈیا آفس لندن میں مذکور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہیں)

ابھی ہم کو بیسیوں اسلامی ممالک اور سینکڑوں اسلامی شاہی خاندانوں کے تاریخی اوراق الٹنے باقی ہیں- ایران و ترکستان' روم و افریقہ' مراکش اور اندلس کے اسلامی خاندانوں کی بہادر خواتین کے حالات اس مختصر رسالہ میں نہیں آئے- حالانکہ ان ملکوں اور خاندانوں میں بہادر خواتین اسلام کی کمی نہیں- لیکن افسوس کہ دوسرے ضروری کاموں کی مصروفیت مزید تفصیل کی اجازت نہیں دیتی- مگر جاتے جاتے ہم خواتین اسلام کی ایک روحانی شجاعت و بہادری کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو اس جسمانی شجاعت و بہادری سے بدرجہا بلند و برتر ہے- اس سے مراد ان کی اخلاقی اور روحانی شجاعت و جرات ہے-

آغاز اسلام میں متعدد مسلمان خواتین نے اپنے دین و ایمان کی خاطر سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائی ہیں- مگر کبھی جادہ حق سے روگردانی نہیں کی- سمیہ رضی اللہ عنہا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی کی والدہ تھیں- ان کو ابوجہل نے اسلام لانے کے جرم میں ایسی برچھی ماری کہ وہ جانبر نہ ہو سکیں-

ام لکیبہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں- حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے ان کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ میں نے رحم کھا کر تجھ کو نہیں چھوڑا بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ تھک گیا ہوں- وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں کہ عمر اگر تم مسلمان نہ ہو گے تو اللہ تم سے ان بے رحمیوں کا انتقام لے گا- زنیرہ رضی اللہ عنہا ایک اور صحابیہ تھیں- وہ بھی اسلام کی راہ میں بے حد ستائی گئیں- ابوجہل نے ان کو اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں- نہدیہ اور ام عبیس رضی اللہ عنہما یہ دونوں بھی صحابیہ تھیں- یہ بھی اسلام لانے کے جرم میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتی تھیں- (یہ تمام واقعات سیرۃ کی کتابوں میں مذکور ہیں)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب بنو امیہ کے مقابلہ میں حجاز میں اپنی خلافت قائم کی اور حجاج نے ان پر بڑے سروسامان سے فوج کشی کی تو ان کے رفقاء نے ان سے علیحدہ ہونا شروع کر دیا- مخلصوں کی ایک بہت چھوٹی سی جماعت ان کے ساتھ رہ گئی- اس وقت حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ گھبرا کر اپنی ماں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اجازت طلب کی کہ اگر مناسب ہو تو میں حجاج سے صلح کر لوں؟ بہادر ماں نے جواب دیا فرزند من! اگر تم باطل پر ہو تو آج سے بہت پہلے تم کو صلح کر لینی چاہیے تھی اور اگر حق پر ہو تو رفقاء کی کمی سے دل برداشتہ نہ ہو- حق کی رفاقت خود کیا کم نصرت ہے-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابن زبیر رضی اللہ عنہ ماں کے پاس سے واپس آئے اور تمام ہتھیاروں سے سج کر ماں سے رخصت ہونے کی اجازت لینے آئے۔ ماں نے سینہ سے لگایا تو جسم بہت سخت نظر آیا۔ پوچھا کیا واقعہ ہے؟ فرمایا میں نے دوہری زرہ پہن لی ہے۔ بولیں یہ شہدائے حق کا شیوہ نہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے زرہ اتار ڈالی پھر کہا مجھے ڈر ہے کہ دشمن میری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کریں۔ ماں نے جواب دیا بیٹا جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو اس کو کھال کھینچنے کی تکلیف نہیں ہوتی اور اس طرح ماں نے بیٹے کو مقتل میں بھیجا اور حق و صداقت کی قربان گاہ پر اپنے دل بند کو نثار کر دیا۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حجاج نے ان کی لاش کو بر سر راہ سولی پر لٹکا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا جب ادھر سے گزر ہوا تو بیٹے کی لاش سولی پر لٹکی نظر آئی۔ کون ایسی ماں ہو گی جو اس پر اثر منظر کو دیکھ کر تڑپ نہ جائے گی۔ لیکن وہ نہایت بے پروائی کے ساتھ ادھر سے گزر گئیں اور لٹکی لاش کی طرف اشارہ کر کے یہ بلیغ فقرہ کہا:

"کیا اب تک یہ سوار اپنے گھوڑے سے اترا نہیں؟" (طبری)

اس روحانی شجاعت، اخلاقی جرات اور بے مثل صبر و استقلال کا نمونہ کہاں نظر آ سکتا ہے؟

قارئین سے رخصت ہونے سے پہلے اس منظر کو ان کے سامنے کرتے جاتے ہیں۔ جب غرناطہ کا آخری سلطان ابو عبداللہ اپنے آخری قلعہ کی کنجیاں عیسائی فاتحوں کے سپرد کر رہا تھا اور اپنی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ اس سرزمین پر جہاں مسلمانوں نے ۸۰۰ برس حکومت کی، آخری نظر ڈالتے ہوئے آنسوؤں کے تار اس کی دونوں آنکھوں سے جاری ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سلطان کی والدہ عائشہ آگے بڑھ کر کہتی ہیں کہ "فرزند من! جس چیز کو تم مرد بن کر نہ بچا سکے، اب اس کے لیے عورتوں کی طرح خوب رو لو۔" اس ایک فقرہ میں استقلال و جرات کی کتنی روح بھری ہے۔ (لین پول کی کتاب مسلمان اندلس)

یہ گذشتہ بہادر خواتین اسلام کے کارناموں کا ایک دھندلا سا خاکہ تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ موجودہ خواتین اسلام آئندہ کی تاریخ اسلام کے لیے کیا کارنامہ دنیا میں چھوڑ جانا چاہتی ہیں؟

O—OOO—O

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

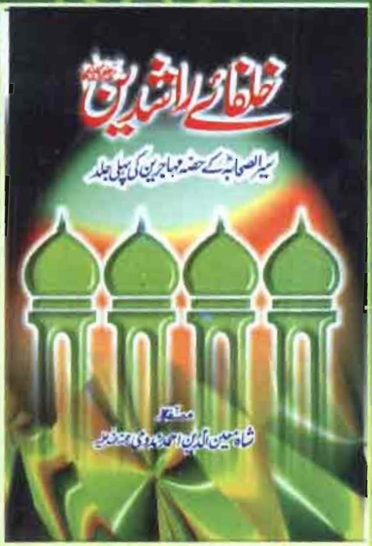

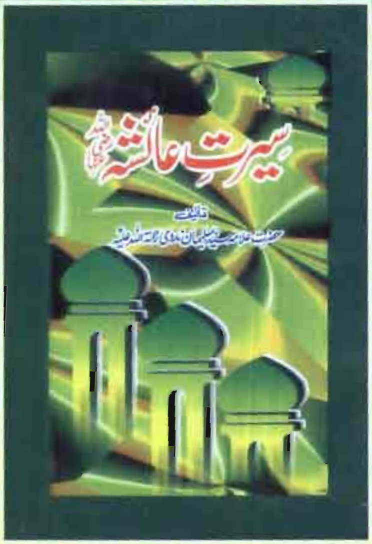

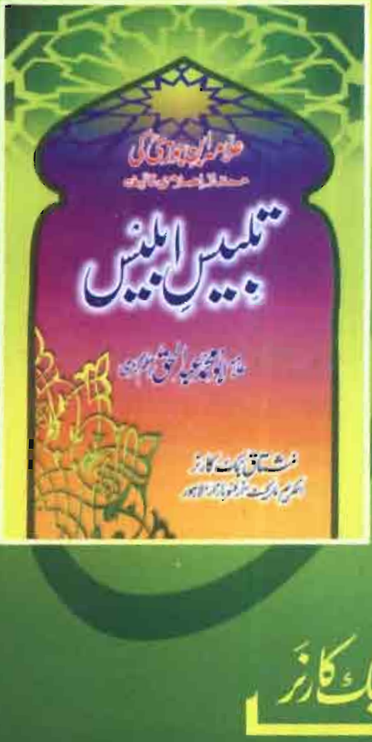

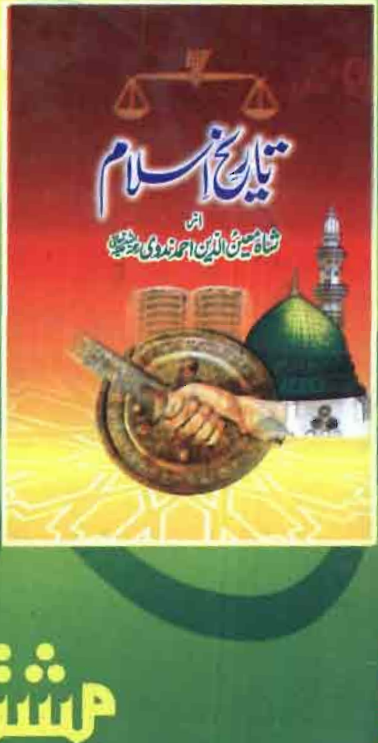

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور